۱۱۹

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ (پ)

اس میں شک نہیں کہ جو اللہ کے ساتھ (کسی کو بھی) شریک ٹھیرائے تو اللہ کی طرف سے اس پر یقیناً بہشت حرام ہو چکی - اور اس کا ٹھکانا آگ ہے!

مقام بندۂ مومن ہے ماورائے سپہر
زمیں سے تا بہ ثریّا تمام لات و منات

انوار التوحید

اس کتاب میں قرآن و حدیث کے استدلال - کتاب و سنت کے استشہاد سے توحید خداوندی کو اجاگر کر کے - شرک کی تمام سیاہ تمثالوں اور گھناؤنی مورتوں کو مٹایا گیا ہے اور مسلمانوں کو وحدت ایزدی کی شمع کے اجالے میں شاہراہ اسلام پر گام فرسائی کی تعلیم دی ہے

تالیف
حکیم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی فاضل السنہ شرقیہ (پنجاب یونیورسٹی)

ملنے کا پتہ سکول بک ڈپو - اردو بازار - گوجرانوالہ
قیمت مجلد پانچ روپے

طبع اوّل : سنہ ۱۹۵۵ء

طبع دوم : سنہ ۱۹۵۸ء

مصنّف : حکیم مولانا محمد صادق سیالکوٹی

ناشر : سکول بک ڈپو۔ گوجرانوالہ

طابع : حافظ محمد یوسف گکھڑوی

مطبوعہ : اشرف پریس۔ ایبک روڈ۔ لاہور

قیمت مجلّد پانچ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنتساب!

لبِ عروسِ تمنّا پہ رس بھرے نغمے!
کہاں کہاں سے نہ جانے نسیم وار آئے! (ضمیرؔ)

اے زمین و آسمان کے تھامنے والے
خداوندِ آفاق و انفس —— ربِّ عرشِ عظیم! رگ رگ میں عجز و خلوص
کی دنیا لئے —— میں اس کتاب کو تیری الوہیت، وحدانیت، اور
تیری ازلی ابدی صفات کی نذر کرتا ہوں
اپنے فضل سے اسے قبول فرمالے کہ نخلِ جستجو کی شادابی و ثمرباری——
تیری نظرِ اجابت پر موقوف ہے،

در صومعۂ زاہد و در خلوتِ عابد!
جز گوشۂ ابروئے تو محرابِ دعا نیست (حافظؔ)

میں ہوں تیرا بندہ

محمد صادق

اے زِ رازِ زندگی بیگانہ خیز!
از شرابِ مقصدے بیگانہ خیز!
مقصدے مثلِ سحر تابندۂ
ماسوا را آتشِ سوزندۂ!
مقصدے از آسماں بالاترے
دلرُبائے دلستانے دِلبرے

(اقبالؒ)

تبصرے

ماہنامہ ترجمان دہلی

دنیا میں جتنے انبیاء و رسل تشریف لائے۔ ان کی ہدایت کا نقطہ آغاز خدا کی توحید سے ہوا۔ انسان کے لئے راس المال توحید ہی ہے۔ جس کو ہر زمانے میں خدا کے بندوں نے مضبوط ہتھیاروں سے محفوظ رکھا۔ شرک اپنے رنگ و روپ بدل بدل کر نئے نئے ہتھیاروں میں ملبوس ہمیشہ آتا رہا اور آج بھی آرہا ہے۔ زبان اردو میں تقریباً ڈیڑھ دو سو سال قبل ایک مختصر سا رسالہ ہندوستان میں توحید پر شائع ہوا تھا۔ جس نے زبان اردو کو وحدانیت کا اول اول اور حیرت انگیز نغمہ دیا تھا۔ وہ رسالہ تقویۃ الایمان کے نام سے آج بھی اس موضوع پر سر فہرست شمار کیا جاتا ہے۔ اب ان ڈیڑھ سو سالوں میں شرک کی کتنی ہی نئی نئی صورتیں ایجاد ہو چکی ہیں لیکن الحمدللہ حقیقت توحید بھی جدید و شگفتہ شکل میں آکر حجت تمام کر رہی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب (انوار التوحید) میں مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے نہایت بسط کے ساتھ دلائل و شواہد، بیان و زبان کی واضح شکل میں توحید کو اجاگر کیا ہے۔ شروع میں اسمار حسنیٰ کی مفصل توضیح بھی کر دی ہے۔ اور آگے چل کر شرک جس جس نقاب میں لپٹ کر آیا ہے۔ سب کو چاک کر دیا ہے۔ اس طرح کی کتابوں کا اپنے پاس رکھنا ایمان و اسلام کی حفاظت

کے لئے ضروری ہے۔" ترجمان" دہلی۔ اپریل ۱۹۵۶ء

ماہنامہ فاران کراچی

دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام نے بے میل خالص توحید کو پیش کیا۔ ایسی توحید جس میں نہ حلول ہے اور نہ تجسّم ہے۔ قرآن پکار پکار کر کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو ضلالت سے تعبیر فرمایا ــــ قرآن کہتا ہے۔ کہ مصیبت کے وقت صرف اللہ تعالےٰ کو پکارو۔ اس کے سوا اور کون ہے۔ کہ جو مصیبت کو دور کر سکے۔ وہی فریاد رس ہے۔ وہی مشکل کشا اور دستگیر ہے۔ مگر مسلمانوں میں کچھ ایسے جہلاء اور حمقار بھی پائے جاتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر "یا رسول اللہ" "یا علی"۔ "یا غوث" "یا دستگیر" "یا غریب نواز" پکارتے ہیں۔ اور اپنی اس شرکت آمیز نادانی پر توبہ و ندامت کی جگہ الٹا فخر کرتے ہیں۔ اور کوئی خدا کا بندہ انہیں ٹوکتا ہے تو اس پر "وہابی" کی پھبتی چست کر دیتے ہیں۔

انوار التوحید میں اس قسم کے مشرکانہ عقائد اور بدعتوں کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔ اور فاضل مصنف نے قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کے حوالے سے بتایا ہے۔ کہ توحید کے اصل تقاضے کیا ہیں؟ اور مسلمان جن خرافات میں الجھے ہوئے ہیں۔ وہ خرافات کس قدر بے اصل۔ دین کی روح کے مخالف اور توحید کی ضد ہیں!

انوار التوحید اپنے موضوع پر بڑے معرکہ کی کتاب ہے۔ فاضل

مصنف کے قلم نے شرک وبدعت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔
اس کے مطالعہ سے توحید کی اہمیت اور زیادہ نکھر کر سامنے آجاتی ہے
اللہ تعالےٰ مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کو جزائے خیر عطا فرمائے
کہ انہوں نے پوری جرأت کے ساتھ شرک وبدعت کے خلاف کلمہ حق
بلند کیا ہے۔ اور دین میں نکالی ہوئی بعض نئی باتوں (بدعات) کو خود
حنفی فقہ کی کتابوں سے غلط ثابت کیا ہے۔

"فاران" کراچی۔ جولائی ۱۹۵۴ء

ہفت روزہ "قندیل" لاہور

مولانا محمد صادق صاحب تبلیغی لٹریچر شائع کرنے میں ایک مدت سے
سرگرم عمل ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب (انوار التوحید) میں قرآن مجید اور احادیث
نبوی کی روشنی میں بڑی تفصیل سے توحید خداوندی کے مختلف پہلوؤں
کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور شرک کی ان گھناؤنی صورتوں کو جو اس وقت
مسلمانوں میں پیدا ہوگئی ہیں۔ دور کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ توحید ایزدی
کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں اسلام کی تعلیم کو بھی بڑے اچھے
انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ الحاد کے موجودہ دور میں ایسی کتابوں کی بڑی
ضرورت اور اہمیت ہے۔ کیونکہ ایک طرف جہالت نے اسلام کی تعلیمات
کی صورت مسخ کر دی ہے۔ تو دوسری طرف الحاد نے مذہب کو مٹانے
کا تہیہ کر لیا ہے۔ اس صورتِ حالات میں حکیم مولانا محمد صادق صاحب کی یہ
پیش کش قابل قدر ہے۔

"قندیل" لاہور۔ ۲۱ اگست ۱۹۵۵ء

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

اس کتاب میں توحید خداوندی کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور قرآن وحدیث اور کتاب وسنت کے استدلال و استشہاد سے اس بنیادی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے۔ کتاب میں ایمان کی حقیقت، اللہ تعالےٰ کی صفات اور اسمائے مقدس کی بڑی تفصیل سے تشریح کی گئی ہے۔ پھر فرشتوں پر ایمان، مسئلہ تقدیر۔ توکل علی اللہ پر بحث کی گئی ہے۔ آخر میں شرک کی ماہیت افعال شرک کی تفصیل اور ایسے عام اوہام کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو کسی نہ کسی طرح اسلامی معاشرہ میں بار پا گئے ہیں۔ یہ کتاب اسلامی عقاید و تعلیمات سے واقفیت حاصل کرنے میں کافی مدد دے سکتی ہے۔ اس کتاب میں ان مسائل کے تقریباً ساڑھے تین سو مختلف نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

"نوائے وقت" لاہور۔ ۱۸ امئی ۱۹۵۴ء

روزنامہ "زمیندار" لاہور

مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی یہ ضخیم تصنیف جو ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مختلف مذہبی معاملات پر ایک محاکمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنف کے الفاظ میں کتاب میں قرآن وحدیث کے استدلال اور کتاب و سنت کے استشہاد سے توحید خداوندی کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مذہبی واقعات کے علاوہ احادیث اور قرآن شریف کی آیتوں کی مدد سے

مصنف نے اپنے دلائل کو پر زور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلامیات کے طالب علموں اور مذہبی تعلیمات سے شغف رکھنے والوں کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ "زمیندار" لاہور - ۲۱ - جون ۱۹۵۴ء

روز نامہ "احسان" لاہور

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کے مذہبی و تبلیغی مضامین وقتاً فوقتاً "احسان" میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مولانا متعدد کتابوں کے مؤلف، مصنف اور مرتب ہیں تازہ ترین تالیف "انوار التوحید" ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کتاب توحید باری تعالیٰ سے متعلق ہے۔

خدائے واحد کے وجود کو ہر مذہب نے تسلیم کیا ہے۔ ہر قوم نے اس کی پوجا کی ہے۔ لیکن جہاں تک رب العزت کی وحدت کا تعلق ہے۔ مختلف اقوام و مذاہب کے عقائد مشرکانہ رہے ہیں۔ خدا نے انسانوں اور اقوام کی رہبری کے لئے پیغمبر بھیجے۔ جنہوں نے سیدھی راہ دکھائی۔ بعض نے پیغمبروں کی بات مانی۔ اور جنہوں نے نہ مانی وہ خدا کے عذاب کا شکار ہوئے۔

قرآن نے تفصیل کے ساتھ ایسی اقوام کا ذکر کیا ہے۔ جو ایک خدا کی بجائے سینکڑوں خداؤں کی پرستش کرتے تھے۔ اور غیر اللہ کو خدا مانتے تھے۔ بالآخر اسلام نے توحید کا مکمل اصول، عقیدہ پیش کیا۔ لیکن آج مسلمان ایک طرف تو خدائے واحد کی توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف انکا عمل، ان کے رسوم، انکے اعتقادات اس عقیدے کی نفی کرتے ہیں۔ اقبال نے ایسے مسلمانوں سے کہا ہے ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

خدا پر غیر متزلزل عقیدہ وایمان کی بجائے پیروں، قبروں، اور ان کی نذر ونیاز اور بعض مقتدر انسانوں سے وہ توقعات وابستہ کی جاتی ہیں۔ اور منتیں مانگی جاتی ہیں۔ جو صرف خدا ہی سے مانگی جانی چاہئیں۔ جو بمنزلہ شرک ہے۔ ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ، تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مولانا محمد صادق صاحب نے اس اہم موضوع پر اتنی مبسوط کتاب تالیف فرما کر وقت کی ایک ضرورت کی تکمیل کی ہے۔ زیر نظر کتاب ۳۴۲ سرخیوں میں بٹی ہوئی ہے۔ جو رسالت و توحید کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ مؤلف کا یہ دعوٰے ہے۔ کہ اس کتاب میں کتاب وسنت کے استشہاد سے توحید خداوندی کو اجاگر کر کے شرک کی تمام سیاہ تمثالوں اور گھناؤنی صورتوں کو مٹایا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کو وحدت ایزدی کی شمع کے اجالے میں شاہراہ اسلام پر گام فرسائی کی تعلیم دی گئی ہے۔

انداز بیان دلکش اور زبان عام فہم ہے۔ جا بجا مستند حوالے اور مثالیں دی گئی ہیں۔ بیشتر جگہ غلط عقائد ورسوم کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا گیا ہے مختصر یہ کہ اس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔

روزنامہ "احسان" لاہور

فہرست مضامین

خُطبۂ رحمت للعالمین

صلی اللہ علیہ وسلم[۱]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ
مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ - وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ - اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ
اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ
بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔

[۱] سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ جامع اور مبارک خطبہ ہے جو آپ اپنے ہر وعظ کے شروع میں پڑھا کرتے تھے یہ خطبہ بالفاظ مختلف صحیح مسلم، ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔ (صادق)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ (اسلئے) ہم اسی کی تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم اس رب العالمین سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اسی (پاک ذات) پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی) اس کی پناہ میں آتے ہیں (یقین مانو) کہ جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے دھتکار دے۔ اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہوسکتا۔ اور ہم (تہ دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہ اکیلا ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اور (اسی طرح اعماق دل سے) ہم اس بات کے بھی گواہ ہیں۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے (خاص) بندے (اور آخری رسول) ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد (یقیناً) تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور تمام راستوں سے بہتر راستہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں۔ جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں (یاد رکھو) دین میں جو نیا کام نکالا جائے وہ بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے ؎

پیش بار

بہ حُسنِ عارض و قد تو بردہ اند پناہ
بہشت و طُوبیٰ، طُوبیٰ لہم و حُسنِ مآب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

آفرینش انسان کے ابتدائی دور سے لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں تک سب لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو مانتے چلے آئے ہیں۔ ماننے کے علاوہ اپنے اپنے خیال اور طریقہ کے مطابق اسکی عبادت بھی کرتے رہے ہیں۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اہل مدین اور اصحاب ایکہ... یہ سب قومیں ہستی باری تعالےٰ کو مانتی اور اس کی عبادت کا دم بھرتی تھیں۔ لیکن ان کا خدا کو ماننا اور اس کی پرستش کرنا توحید کے نظریہ سے نہیں تھا۔ وہ لوگ مشرکانہ عقیدوں سے خالق برتر کا اقرار کرتے اور اس کی بندگی میں بھی شرک کی گندگی ملاتے تھے۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ شروع کیا۔ کہ وہ لوگوں کو توحید کے راستہ پر چلائیں۔ اور انہیں بلا شرکت غیرے عبادت کے طریقے بتائیں۔ خدا کے پیغمبر توحید کا پیغام لے کر آتے رہے۔ اور لوگوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا درسِ لازوال دیتے

رہے - پھر جن قوموں نے توحید کو قبول نہ کیا - اور شرکیہ عقیدوں عبادتوں اور رسموں سے باز نہ آئے - تو اتمام حجت کے بعد ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا - اور وہ صفحہ ہستی سے نیست ونابود ہوگئیں!

قوم نوح سے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط (پ ۱۸ ع ۲) اور البتہ بھیجا ہم نے نوح کو (پیغمبر بنا کر) ان کی قوم کی طرف - انہوں نے (لوگوں سے) کہا - بھائیو! اللہ کی (خالص) عبادت کرو - کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"

قوم نے جواب دیا:-

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ (پ ۱۸ ع ۲)

ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے (آپس میں) کہنے لگے - کہ یہ (نوح بھی) تو تم جیسا آدمی ہی ہے - اور (وعظ و تقریر سے) تم پر برتری چاہتا ہے - اور اگر اللہ کو پیغمبر ہی بھیجنا منظور ہوتا - تو فرشتوں کو بھیج دیتا ہم نے تو ایسی (توحید کی) بات اپنے اگلے باپ دادوں میں نہیں سنی"

آپ نے غور فرمایا - قوم نوح اللہ کا اقرار کرتی ہے - کہتی ہے "اگر اللہ کو پیغمبر بھیجنا منظور ہوتا" ..... پھر اللہ کو ماننے کے ساتھ شرک بھی کرتی ہے -

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۵ وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا - (پ ۲۹ نوح)

اور کہنے لگے (نوح کے توحید کے عقیدہ کو مان کر) اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور (خبردار!) نہ وَدّ کو چھوڑنا۔ اور نہ سواع کو۔ اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔"

وَدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک آدمی تھے۔ ان کی وفات کے بعد لوگوں نے انکے نام کے بت بناکر کھڑے کر دیئے تھے۔ اور ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا تقرب چاہنے اور حاجت براریوں کے لئے ان سے استمداد کرتے تھے۔ ان کا ذکر صحیح بخاری میں یوں آیا ہے:۔

اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِیْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا اَوْحَی الشَّیْطٰنُ اِلٰی قَوْمِهِمْ اَنِ انْصِبُوْا اِلٰی مَجَالِسِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا یَجْلِسُوْنَ اَنْصَابًا وَّسَمُّوْهَا بِاَسْمَاءِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰی اِذَا هَلَكَ اُولٰٓئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ۔ (بخاری)

(وَدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر) یہ سب نیک آدمیوں کے نام ہیں۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے تھے۔ جب یہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تو شیطان نے لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جن جگہوں پر وہ بزرگ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے ناموں کے بت بناکر نصب کر دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کر دیا اور صرف یادگار کے طور پر ایسا کیا۔ ان کی پرستش نہ کرتے تھے جب یادگار بنانے والے بزرگوں کی مورتیاں کھڑی کرنے والے مر کھپ گئے اور پچھلوں کو یادگار بنانے کا علم و شعور نہ رہا۔ تو ان کی پرستش کرنے لگ گئے۔" (بخاری)

قوم نوح اللہ پر ایمان رکھتی تھی۔ نہ عقیدہ توحید کے ساتھ۔ بلکہ مشرکانہ

ذہنیت سے۔ وہ خدا کی صفاتِ خالص، اس کے علم اور تصرف میں غیراللہ کو شریک کرتی تھی۔ ساڑھے نوسو سال تک حضرت نوح علیہ السلام اسے سمجھاتے رہے۔ اشراک باللہ سے روکتے اور منع کرتے رہے۔ لیکن قوم باز نہ آئی۔ بالآخر عذاب الٰہی آیا۔ اور وہ طعمہ اجل ہو گئی!

مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۵ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۵ (پ ۲۹ نوح)

اپنے (شرکیہ) گناہوں کے سبب غرق کر دیئے گئے۔ اور پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے۔ اور سوائے خدا کے انہوں نے کوئی مددگار نہ پایا۔

قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر ہو کر آئے اور ارشاد فرمایا:۔

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۵ (پ ۸ ع ۱۶)

بھائیو! عبادت (خالص) کرو اللہ ہی کی۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا (شرک کرتے ہوئے) ڈرتے نہیں ہو۔"

مشرکانہ عقائد سے اللہ کو ماننے والوں نے جواب دیا:۔

قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (پ ۸ ع ۱۶)

تو ہمارے پاس اس لئے (پیغمبر بن کر) آیا ہے۔ کہ ہم اللہ اکیلے کی عبادت کریں۔ اور جن (معبودوں) کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں۔ ان کو چھوڑ دیں۔"

ان لوگوں کے جواب پر غور کریں۔ انہوں نے کہا اے ہود! تیرے پیغمبر بن کر آنے کی غرض و غایت یہ ہے کہ ہم صرف اللہ اکیلے کی عبادت کریں۔ لِنَعْبُدَ

اللہ وحدہٗ ۔ اللہ کی توحید کو مان کر اسکی بندگی کریں ۔ موحد ہو کر اسکی جناب میں سر بسجود ہوں ۔ اس کی ذات ، صفات اور عبادات میں غیر اللہ کو شریک نہ کرتے ہوئے اہل توحید بن جائیں ۔ اے ہود ؟ تیری یہ توحید کی تعلیم ہم قبول نہیں کر سکتے ۔ اگر ہم اس عقیدہ توحید پر جم جائیں اور عبادت کو صرف اللہ ہی کے لئے خاص کر دیں ۔ تو ہمارے آبا و اجداد جن خدا کے پیاروں ۔ معبودوں کی پوجا کرتے تھے ، لامحالہ ہمیں ان کو چھوڑنا پڑے گا ۔ اور ہم انکو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے ۔ کہ جب ہم پر مصیبتیں ، تکلیفیں ، حادثے ، وبائیں ، بلائیں ، طوفان ، سیلاب اور جنگوں کے عذاب آتے ہیں ۔ تو ہم اپنے پیارے معبودوں کے حضور ان کی نذر نیاز پیش کر کے عرض کرتے ہیں ۔ کہ خدا سے ان عذابوں اور بلاؤں کو دور کروا دو ۔ اور حاجت براریوں اور مشکل کشائیوں میں اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کرو ۔ وہ اللہ کے پیارے اللہ سے ہماری حاجتیں پوری کرواتے ، اور بگڑی بنواتے ہیں ۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے ۔ کہ ہم ان کے آگے سر خم نہ کریں ۔ سجدہ بجا نہ لائیں ۔ ان کے نام کی نذر نیاز نہ دیں ۔ ان پر تکیہ اور بھروسہ نہ کریں ۔ انہیں اپنی جان و مال اور اہل و عیال کا محافظ و نگران نہ جانیں ۔ اللہ کے کارخانہ میں ان کو متصرف نہ مانیں ۔ اور اٹھتے بیٹھتے ان کا نام نہ لیں ! ۔ اے ہود ! اللہ برحق ہے ۔ ہم اللہ کو مانتے اور جانتے ہیں ۔ اس کی عبادت بھی کرتے ہیں ۔ پر موحد ہو کر نہیں ۔ اس کی عبادت کے ساتھ اس کے بنائے ہوئے معبودوں کی ڈنڈوت بھی بجا لاتے ہیں ۔

حضرت ہود علیہ السلام کے بار بار سمجھانے پر جب قوم نے توحید خداوندی کو قبول نہ کیا ۔ اور شرک کی دلدل سے نہ نکلے ۔ تو خدا نے اپنا فیصلہ دیدیا :-

فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعۡنَا دَابِرَ

اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (پ۸ ع۱۶)

بالآخر ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ اور اس کے ساتھیوں کو بچا لیا اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ ان کی جڑ کاٹ دی۔ کہ وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

قرآن مجید ایک اور مقام پر لوگوں کا شرک کے عقیدے کے ساتھ اللہ کو ماننا بیان کرتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ط (پ۲۳ ع۱۵)

جن لوگوں نے خدا کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رکھا ہے (وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پوجا پاٹ اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ (اللہ کے پیارے) ہمیں خدا سے نزدیک کر دیں!

دیکھ لیا آپ نے کہ مشرکوں نے اللہ تعالےٰ کا قرب چاہنے کے لئے ہزاروں خدا بنائے اور ان کی پرستش کی۔ اللہ کو مانتے ہیں۔ اس کا مقرب بننے کے لئے بے چین بھی ہیں۔ لیکن نباتات۔ جمادات اور حیوانات میں سے خدا ہی کے لئے معبودان باطل کی تلاش بھی ہے۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ ط (پ۱۱ ع۷)

اور خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں (ہمارے) یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں!

یہاں بھی اللہ تعالےٰ کا اقرار موجود ہے۔ لیکن اللہ سے ورے اوروں کی

بندگی اور پوجا بھی کی جاتی ہے۔ تاکہ دفع مضرت اور جلب منفعت کے سلسلہ میں وہ
کام آئیں۔ اللہ کے حضور سفارش کریں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:-

قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ۱۸ ع ۵)

(اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے) پوچھ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب
کچھ کس کی ملکیت ہے اگر تم (بڑے) سمجھ دار ہو (تو بتاؤ؟)

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ - (پ۱۸ ع ۵)

وہ فوراً (یہی) جواب دیں گے۔ کہ اللہ کی ملکیت ہے۔ تو کہہ، پھر تم
(غیراللہ کو پکارتے وقت) کیوں غور نہیں کرتے؟

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (پ۱۸ ع ۵)

(اے پیغمبرؐ ان سے) پوچھ کہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پ۱۸ ع ۵)

وہ فوراً (یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی مالک ہے تو کہہ، پھر (غیروں کو
اس کی خدائی میں متصرف مان کر) ڈرتے نہیں ہو؟

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ۱۸ ع ۵) — (اے پیغمبرؐ ان سے) پوچھ کہ
اگر تم (بڑے) سمجھ دار ہو (تو بتاؤ کہ) کون (ایسا قادر مطلق) ہے جسکے
ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اور وہ جس کو چاہتا پناہ دیتا اور اسکے
مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا (یعنی وہ ہر کسی کے پکڑے کو
چھڑا سکتا ہے۔ اور اس کے پکڑے کو کوئی چھڑا نہیں سکتا)

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (پ۱۸ ع ۵) — وہ فوراً
(یہی) جواب دیں گے۔ (یہ سب صفات صرف) اللہ ہی کی ہیں۔ تو کہہ

پھر (غیر اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا مان کر) کیوں دیوانے ہوتے ہو؟

توحید سے ان لوگوں کو چڑ تھی۔ اللہ اکیلے کا ذکر انہیں نہیں بھاتا تھا وہ توحید کا وعظ سن کر ناخوش اور برہم ہوتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے:۔

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ ج وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ (پ ۲۴ ع ۲) — جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے دل (توحید کے بیان سے) نفرت کرتے ہیں۔ اور جب اللہ کے سوا دوسرے لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو ناگہاں یہ خوش ہو جاتے ہیں!

توحید سے نفرت و ذہاب اور نفور و ادبار کا ایک اور منظر قرآن دکھاتا ہے۔ اہل شرک کس قدر توحید سے گریز کرتے ہیں:۔

وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا (پ ۱۵ ع ۵) — اور (اے پیغمبرؐ) جس وقت یاد کرتا ہے تو اپنے ربّ (وحدہٗ لاشریک) کو قرآن میں اکیلا۔ تو (کافر) نفرت کر کے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں!

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ محض اسلئے قرآن سے نفرت کرتے، پیٹھ پھیرتے اور بھاگتے تھے۔ کہ توحید کے مواج دریا میں انہیں شرک کے خس و خاشاک بہتے دکھائی دیتے تھے۔ حق کے نور سے باطل کی تاریکی سیماب پا ہوئی جاتی تھی۔ ایک اللہ کو ماننا ہزاروں خداؤں کے گلے پر چھری پھیرنے کے مترادف تھا۔ اور توحید کے عقیدہ کے ساتھ خدائے لایزال سے رشتہ جوڑنا بیشمار "لاتوں" اور "مناتوں" سے تعلق توڑنا تھا۔ ؎

مقامِ بندۂ مومن ہے ورائے سپہر ٭ زمیں سے تا بہ ثریا تمام لات و منات

خدائے لم یزل کی طرف سے اٹھارہ پیغمبروں کو توحید پر ثابت قدم رہنے اور ہر قسم کے شرک سے بچنے کیلئے سخت تاکید آئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:-

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭاِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰي وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (پ ۷ ع ۱۶) — اور یہ ہماری (بتائی ہوئی) دلیل تھی۔ جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم (کو قائل کرنے) کیلئے بتائی ہم جسکے مرتبے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں تحقیق رب تیرا حکمت والا سب کچھ جانتا ہے اور ہم نے (اپنی مرضی سے) ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ (بیٹا) اور یعقوبؑ (پوتا) عطا فرمائے ان سب کو ہم نے سیدھی راہ دکھائی۔ اور ان سے قبل نوحؑ کو بھی ہم نے سیدھی راہ دکھائی، اور ان ہی کی نسل میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسٰیؑ اور ہارونؑ کو (ہم نے راہ راست دکھائی) اور نیکی کرنیوالوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ اور (اسی طرح) زکریاؑ اور یحیٰیؑ اور عیسٰیؑ اور الیاسؑ کو (سیدھی راہ دکھائی) کہ یہ سب (ہمارے) نیک بندوں میں سے ہیں اور اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ (ان سب) کو (ہم نے سیدھی راہ دکھائی) اور سب

ہی کو دنیا جہان کے لوگوں پر برتری دی اور (انکے علاوہ) انکے باپوں، اور ان کی اولاد، اوران کے بھائیوں کو اور پسند کیا ہم نے انکو اور ہدایت کی ہم نے ان کو طرف راہ سیدھی کے، یہ ہے ہدایت اللہ کی راہ دکھاتا ہے ساتھ اسکے جس کو چاہے اپنے بندوں سے۔ اور اگر (یہ سب پیغمبر) شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع (برباد) ہو جاتے۔

غور کریں کہ پیغمبروں سے بڑھ کر اور کون ایمان والا ہو سکتا ہے، اس آیت میں خدا نے صاف طور پر فرما دیا۔ کہ اگر یہ پیغمبر بھی شرک کر بیٹھتے۔ تو ان کی تمام عمر کے کئے دھرے پر پانی پھر جاتا۔ ان کے تمام اعمال حبط اور برباد ہو جاتے پیغمبروں کی طرف خدا کا یہ روئے سخن عام مسلمانوں کی تذکیر و تحدید کا آئینہ دار ہے۔ ان کے ایمان کے لئے ایک زبردست انتباہ اور تازیانہ ہے۔ کہ کلمہ گو ہو کر مشرک نہ ہو رہیں۔

ایسا ہی ایک خطاب حضور خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِیْنَ (پ۲۴ ع ۴)

اور (اے پیغمبر) بلاشبہ تیری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تجھ سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ یہ وحی بھیجی جا چکی ہے۔ کہ اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرے (سارے) عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور (پھر) ضرور تم خسارے میں آ جاؤ گے۔ بلکہ اللہ ہی کی (خالص) عبادت کرو۔ اور (اس کے) شکر گزار بندوں میں رہو۔

آیت کا مفہوم سمجھ گئے ہیں ؟ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر تم نے جادہ توحید سے سر مو انحراف کر کے کسی قسم کے شرک کا ارتکاب کیا۔ تو تیرے تمام اعمال کی فلک بوس عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہے گی۔ اور یہ انتباہ ان ہی الفاظ کے ساتھ تمام پہلے پیغمبروں کو بھی ایک ایک کر کے سنایا جا چکا ہے۔

سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ جب شرکیہ ذہنیت، تصور، عقیدے اور قول و فعل کی آگ خدا کے پیغمبروں تک کے اعمال کے لہلہاتے کھیتوں کو جلا کر راکھ سیاہ کر دیتی ہے۔ تو پھر کس قدر ضروری ہے۔ کہ ہم شرک کی حقیقت، ماہیت، اصلیت اس کی بے شمار قسموں اور شرکیہ قولوں۔ فعلوں کو جانیں بوجھیں۔ تاکہ اس "آتش" سے بچ سکیں۔ سارا قرآن مجید توحید کے اثبات، اور شرک کے رد سے بھرا پڑا ہے۔ تقریباً اسی فی صد آیات ایسی ہیں۔ جن کے ہر ہر لفظ سے وحدت ایزدی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ اور اس کے زلال پاک سے دوئی کے روگ مٹ جاتے ہیں۔ تنزیل قدسی کا اولین مقصد الوہیت کے کے ہر قسم کے تقابل کو مٹانا اور توحید خداوندی کو اجاگر کرنا ہے۔ خالق لایزال کی ذات و صفات میں مخلوقِ بے ثبات کی کسی قسم کی شرکت کے تخیل تصور، نظریہ اور تکلم کو توڑنا اور تمام عملی صورتوں کو نابید کرنا ہے۔ نباتات، جمادات، آسمانی اور زمینی چیزوں کی پوجا پاٹ کے عقیدے۔ نبیوں، ولیوں، بزرگوں، فرشتوں اور جنوں کو خدا کی مشیت، مرضی، ارادہ، قدرت، علم، اور اختیار میں دخیل جاننے کے جالے کو صاف کرنا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب خدا کو ایک بتاتے ہیں اور تمام قومیں بھی اس بات

پاک کے ایک ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔ لیکن توحید کا عقیدہ سب میں مفقود ہے۔ عیسائیوں نے توحید کی فضا کو تثلیث کے غبار سے مکدر کر رکھا ہے۔ اور یہودی حضرت عزیر کو ابن اللہ بنا کر توحید سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ پارسیوں نے نیکی اور بدی کے دو خالق — یزداں اور اہرمن مان رکھے ہیں۔ مصریوں کے نزدیک بے شمار خدا زمین و آسمان کا کارخانہ چلا رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے دیوتاؤں اور خداؤں کو تو کوئی گن نہیں سکتا۔ ان کے ہاں تو ہر کنکر شنکر ہے — پس اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے توحید کا ایک مکمل اصول اور پاکیزہ عقیدہ پیش کیا ہے۔ اور خدا کی ذات کو شرک اور شرک کے شائبات سے مبرا بتایا ہے۔ اور ایسے ہی اس کی صفات بلا شرکت غیرے پاک دکھائی ہیں!۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ مسلمان جنہیں اسلام نے توحید کے انوار و تجلیات سے نوازا تھا — ان کے معتقدات اور ایمانیات کی دنیا میں شرک کا اندھیرا چھا گیا ہے۔ شرکیہ خیالوں، رسموں، رواجوں اور اعتقادوں کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ دنیا جہاں میں توحید کا پیغام پہنچانا جن کا فرض اولیں تھا — آہ! وہ خود دوئی کا شکار ہو کر رہ گئے۔ زبان سے توحید کا اقرار اور دماغ میں بت خانہ ہے۔ منہ سے لا الٰہ الا اللہ کہنا اور زندگی شرک کی راہ پر گامزن ہے۔ سچ فرمایا خدا تعالیٰ نے:۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ (پ۱۳ ع۶)

اور بہت سے لوگوں کا حال یہ ہے۔ کہ اللہ کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں"

یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔ گویا مومن

مشرک ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ کوئی بھی قولی۔ بدنی۔ مالی۔ عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ کی صفات ـــ علم غیب، قدرت، اختیار، تصرف، ارادہ، مشیئت، مرضی میں کوئی بھی اس کی مخلوق میں سے شریک و دخیل نہیں، اور نہ ہی اس نے کسی کو کسی قسم کا اختیار دے رکھا ہے۔ کلمہ کے اس مفہوم اور تقاضا کے برعکس کلمہ گوؤں نے بہتیروں کو خدائے قہار کی صفات میں شریک کر رکھا ہے، خدا کے مختار اور رگما شتے بنائے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاں وکیل کھڑے کر رکھے ہیں۔ شہدا کے مزار، اہل اللہ کے روضے، بزرگوں کی گدیاں ان کے نزدیک خدا کی ایجنسیاں ہیں۔ اللہ کسی پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کر لے۔ کسی سے بدلہ لینے پر تل جائے۔ کسی پر ناراض ہو جائے کسی کو گرفتار بلا و ابتلا کر دے۔ مرض، قرض کرب، دکھ، درد، مصیبت، تنگی، فقر، فاقہ، غم، اندوہ، بدحالی، پریشانی، بے روزگاری، قحط، وبا، اور آفات و بلیات میں مبتلا کر دے ـــ تو "ایجنسیوں" کی کمیشن (نذر نیاز) ادا کرنے پر، عذاب ٹل سکتا ہے۔ بگڑی بن سکتی ہے۔ اور ان سب مصیبتوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ ہزاروں کوس دور اہل قبور، دلوں کا بھید جانتے، ندائیں سنتے، خالق و مخلوق کے درمیان بیچ بچاؤ کراتے، خدا کو مناتے، اولاد و رزق دلاتے، بلائیں ٹلاتے اور خدا کی صفت تصرف کے شریک ـــ اس کی جناب سے اختیار پائے ہوئے ہیں تو یہ سب کچھ آپ کر دکھاتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں حاجت روا بھی ہیں اور مشکل کشا بھی ہیں۔ دافع البلاء والوباء والمرض والقحط و الالم ـــ بھی ہیں۔ کلمہ گویان امت غیر اللہ کو سجدے بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے حضور قیام بھی۔ اور ان کے نام کی نذر نیاز بھی دیتے ہیں۔

حالانکہ یہ سب کام بوجہ عبادت ہونے کے صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہیں۔
افسوس تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ اسلام کو آئے ہو گیا۔ لیکن ہماری ذہنیتیں

نہ بدلیں۔ ہمارے عقیدے صاف نہ ہوئے۔ وائے بر حال ما ــــ کہ ہم نے کلمہ طیبہ کے معنے ہی نہیں جانے، اور یہ حقیقت ہے کہ "چشم سحر" میں ہنوز "رات کا کاجل" ہے۔ علامہ اقبالؒ بھی تو یہی رونا رو گئے ہیں ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

سب سے کڑوا مضمون شرک کے خمیر سے امتزاج پائی ہوئی طبائع کے لئے مسئلہ توحید ہے اور قرآن کی غایت الغایت کا راز پانے اور تنزیل ایزدی کی روح کو ایمان کی جان سمجھنے والوں کے نزدیک توحید سے بڑھ کر کوئی ــــ مادی اور روحانی ــــ شئے محبوب اور شیریں نہیں ہے۔ موحد مومن توحید کی فضا میں سانس لے کر زندگی پاتے ہیں۔ اور دوئی پسندوں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

شرک کو خدا ہرگز نہیں بخشے گا۔ اور شرک کرنے والے کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات و خیرات اور تمام اعمال خیر خبط اور برباد کر دیگا جیسا کہ آپ اوپر قرآن کی روشنی میں پڑھ آئے ہیں۔ تو پھر شرک سے بال بال بچنا اور توحید پر جم جانا اصولی اور اساسی طور پر ضروری ہوا۔ اسی ضرورت کے ماتحت ہم نے مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی دین و دنیا کی بھلائی کی

لہ جو شخص جس غیر اللہ کو خدا کا مقام دیتا ہے، خدا کی عبادت میں اس کو شریک کرتا ہے یا خدا کی کوئی صفت اس میں یقین کرتا ہے، تو گویا وہ اس کو اللہ کے مقابلہ میں بت (شریک) بناتا ہے (صادق)

نیت سے توحید کے اثبات اور شرک کے استیصال پر یہ کتاب "انوار التوحید" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کا ہر ہر ورق، صفحہ، اور سطر خدا اور رسولؐ کی دعوت سے معمور اور قرآن وحدیث کی روشنی سے مستنیر ہے۔ قارئین کرام کی خدمت میں گزارش ہے، کہ وہ پورے عدل وانصاف سے اس کتاب کا مطالعہ کریں — ذہن کو "ارباب" کی "پیداوار" سے پاک کر کے، مائدہ مژگاں بنائیں۔ اور صرف کتاب وسنت کے معیار پر اس کو جانچیں اور پرکھیں۔ تحقیق کی ترازو میں دلائل اور شواہد کا وزن کریں۔ اور پھر بلاخوف لومۃ لائم اخلاقی جرأت سے کام لے کر حق کو اپنائیں اور باطل کو ٹھکرائیں۔

دعا ہے خدا اپنی وحدت کے نور سے ہمارے سینوں کو معمور کرے۔ وہ بصیرت عطا کرے کہ ہم حق اور باطل کو پہچانیں۔ نور اور ظلمت میں تمیز کریں۔ نفی اور اثبات کی ذمہ واریوں کو جانیں، بوجھیں، اور ارباباً من دون اللہ — کی غلامی سے نجات پا کر توحید کے تجلی زار میں آباد ہوں ؎

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی!
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

محمد صادق سیالکوٹی

مارچ ۱۹۵۳ء۔ رجب ۱۳۷۲ھ

ایمان کی حقیقت

جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف سے لائے ہیں۔ اس کو دل سے سچ جاننا۔ زبان سے اقرار کرنا۔ اور اعضائے ظاہری سے بجالانا ایمان کہلاتا ہے۔ ضروریات ایمان کو اگر کوئی دل سے حق اور سچ جانے بیکن زبان سے اقرار نہ کرے۔ تو بروئے شرع وہ ایمان نہیں لایا۔ اور تصدیق و اقرار کے باوجود اگر ایسا کام کرے۔ جسے شریعت نے علامت کفر بتایا ہو۔ تو شرعاً کافر کے حکم میں ہوگا۔ پس مومن کو ایمان سلامت رکھنے کے لئے کفر اور شرک کے کاموں سے اعتقاداً اور عملاً بچنا نہایت ضروری ہے۔

ستۃ ایمانیہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد کرے۔ دل سے سچ مان لے اور ساتھ ہی دلی اعتقاد اور صداقت کا زبان سے اقرار کرے — اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ — کہے۔ تو اس کو اجمالی ایمان حاصل ہو جائے گا۔ وہ ایمان کی اصل، اساس، لب لباب اور خلاصہ پالے گا۔ پھر ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اجمال کی ضرور تفصیل ہوتی ہے۔ خلاصہ کی تشریح اور اصل و اساس کے لئے تنہ، شاخیں، کونپلیں پھول، پتے، اور برگ و بار لازمی ہیں۔ ایسے ہی ایمان کے اجمال کے لئے ضرور تفصیل ہے۔ اس کے خلاصہ کے لئے بیان، وضاحت، صراحت اور تشریح لازمی ہے۔ ایمان کی یہ تفصیل و تشریح کافی وسیع ہے۔ یہ اصل پھوٹ کر ایک عظیم الشان گھنا، ثمربار درخت بن گیا ہے۔ جس

کی شاخیں آسمان میں پہنچ گئی ہیں۔ اور وسعت نے بحروبر کو اپنی گود میں لے رکھا ہے۔ اس کا میوہ اس قدر میٹھا، شیریں، لذیذ، روح پرور اور جان بخش ہے کہ دنیا جہان کے لوگوں کی جسمانی اور روحانی زندگی کے لئے امرت ثابت ہوا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ ایمان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا:۔

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ - (بخاری)

ایمان لا تو اللہ کے ساتھ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں کے ساتھ اور قیامت کے دن کے ساتھ، اور تقدیر کے ساتھ، بھلائی اس کی اور برائی اس کی بھی مان،

ملاحظہ:۔ تفصیلی ایمان کی تمہید بیان کرتے ہوئے حضور انورؐ نے یہ چھ باتیں بڑی اہم بتائیں۔ قرآن اور حدیث میں ان پر ایمان لانے کی بہت تاکید آئی ہے۔ یہ باتیں شجرۃ الایمان کی جان اور روح رواں ہیں۔ تفصیلی ایمان کی یہ بسم اللہ ہے۔ اگر بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ تو ایمان کا کچھ مطلب نہ رہا۔ بالکل بے سود اور لاشے ہوا۔ ان چھ باتوں کے عدمِ ایقان سے فقدانِ ایمان لازم آتا ہے۔ اس لئے مومن کے لئے ان پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔ ان چھ باتوں کو ہم ذرا تشریح سے بیان کرتے ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان ـــ یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ حاضر ناظر اور موجود ہے۔ اس کی ہستی میں ہرگز کوئی شبہ نہیں۔ زمین، آسمان سورج چاند ستارے

جن۔ انسان۔ حیوان اور فرشتے سب اسی نے پیدا کئے ہیں۔ وہ خالق برحق ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۱۳ ع ۱۴)

کیا اللہ (کی ہستی) میں شک (ہو سکتا ہے۔ (جو) آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ۔ (پ۲۱ ع ۱۴)

اللہ وہ (ذات برحق) ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے (سب کو) چھ دن میں پیدا کیا"

ان تمام آسمانی اور زمینی مخلوقات کی گواہی سے اللہ تعالےٰ کی ہستی یقیناً ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمیں پورے پورے یقین کے ساتھ اس کو ماننا چاہئیے۔

اللہ کی یکتائی و یگانگی خدا تعالیٰ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں اور نہ صفات میں۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ ۝ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ (پ۳۰ ع ۲۷)

کہہ (اے محمدؐ) وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہیں جنا اس نے (کسی کو) اور نہ (خود) جنا گیا۔ اور نہیں ہے۔ اس کے واسطے کوئی ہمسر

لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ (پ۱۷ ع ۲)

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود بھی ہوتے تو زمین و آسمان

کا نظام بگڑ جاتا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتے۔ خدا کے معاون۔ مشیر، وزیر، ہوتے، تو کبھی نہ کبھی رائوں، صلاحوں اور مشوروں میں اختلاف ضرور ہوتا اور پھر اختلافِ آرار کے سبب نظامِ فلکی اور ارضی میں یقیناً فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا۔ بھاگڑ، کھلبلی، افراتفری۔ بے قراری، بلوہ بکھیڑا اور دنگہ فساد لازمی تھا۔ فلک الافلاک سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام نظام اور انتظام درست چلا آ رہا ہے۔ آسمان اور زمین کا کارخانہ پیدائش کے دن سے لے کر آج تک ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے۔ اس کے بندوبست، اہتمام اور آراستگی میں ہرگز کوئی خرابی اور دقت پیدا نہیں ہوتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف اللہ واحد القہار کے حکم، ارادہ اور قدرت سے ہی زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور نظام — آراستہ، درست اور صحیح! اور کہ وہ ایک، اکیلا تنہا، یکتا — وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کے کاروبار، ارادہ، مشیت میں کوئی متصرف وزیر، مشیر اور دخیل نہیں!

اللہ تعالیٰ[۱] ازلی اور ابدی ہے۔ اس کے لئے ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ وہ آغاز و انجام اور شروع و ختم سے پاک ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ نہ مرے گا۔ اور نہ فنا ہوگا۔ اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں ہلاک[۲]، برباد اور فنا ہو جائیں گی۔ وہ[۳] ذات پاک ہر طرح کے عیب اور نقصان سے پاک ہے۔ اللہ کی کوئی اولاد[۴] نہیں۔ نہ اس کی بی بی[۵] ہے

---

[۱] هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (پ۲۷ ع۱)، [۲] كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (پ۲۰ ع۲)
[۳] وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ .... (پ۱۳ ع۶)، [۴] سورہ اخلاص۔ [۵] وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ (پ۷ ع۱۹)

اور نہ ماں[1] باپ رکھتا ہے۔ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ بلکہ سب کو کھلاتا پلاتا ہے۔[2] نہ[3] تو وہ خود کسی میں حلول کرتا ہے۔ اور نہ کوئی غیر اس میں حلول کرتا ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، اور نہ اس کی ذات سے کوئی پیدا ہوا ہے وہ[4] نہ سوتا ہے۔ نہ اسے نیند آتی ہے۔ نہ اونگھ۔ وہ جہان سے نرالا اور جدا ہے۔ کسی غیر سے متحد نہیں۔ اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ وہ اپنی ذات صفات اور افعال میں یکا و تنہا، طاق و یکتا ہے۔ وہ[5] زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا۔ تمام چیزیں اس کی محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی[6] اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ کسی سے عاجز آسکتا ہے۔ وہ ہر کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ ہر کسی کے پکڑے کو چھڑا سکتا ہے اور اس کے پکڑے کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ اس[7] کی پکڑ اور گرفت کی طرح کسی کی پکڑ اور گرفت نہیں ہے۔ غیب کا علم صرف وہی جانتا ہے اس کے سوا مخلوق میں سے کوئی غیب نہیں جانتا۔ خواہ کوئی فرشتہ ہو یا نبی۔ جن[8] ہو یا ولی۔ اس کی ذات حدوث سے پاک ہے۔ اور وہ عرش پر متمکن[9] ہے

اللہ تعالیٰ کی صفتیں

جس طرح اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے اسی طرح اس کی صفتیں بھی ازلی اور ابدی ہیں نہ

---

[1] سورہ اخلاص [2] وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (پ ۷ ع ۸) [3] سورہ اخلاص۔ [4] لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ (پ ۳ ع ۲) [5] اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (پ ۳ ع ۲) [6] وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (پ ۱۸ ع ۵) [7] وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ (پ ۳۰ ع ۱۴) اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (پ ۳۰ ع ۱۰) [8] قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پ ۲۰ ع ۱) [9] اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (پ ۱۶ ع ۱۰)

اس کی ذات کے لئے ابتدا و آغاز ہے۔ ایسے ہی اس کی صفات کے لئے بھی ابتدا و آغاز نہیں۔ نہ اس کی ذات کے لئے انجام و خاتمہ ہے ایسے ہی اس کی صفات بھی انجام و خاتمہ سے پاک ہیں۔ اور اس کی صفات مخلوق اور حادث نہیں ہیں وہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی خالقیت اور رازقیت کی صفتیں رکھتا تھا۔ الحاصل اس کی تمام صفات اس کی ذات پاک کے ساتھ ازلی اور قدیم ہیں۔ اسی طرح ہمیشہ اور ابدی ہیں۔

ذاتی صفات

قدوس لازوال کی آٹھ ذاتی صفات ہیں۔

(۱) حیات ـــــ حیات زندگی کو کہتے ہیں۔ اور زندہ رہنا اس کی ذاتی صفت ہے۔ حیات اور بقا اس کی ذات کے لئے ہے۔ اَلْحَیُّ ذات پاک ہمیشہ سے زندہ ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔

(۲) علم ـــ علم کا مطلب ہے جاننا۔ خدا تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بقر)

یقین جانو کہ اللہ تعالےٰ کو ہر چیز کا علم ہے"

اس آیت کی رو سے ہمیں یقین کرنا چاہیئے۔ کہ خدا فی الواقع ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور علم اس پاک ذات کی ذاتی ازلی صفت ہے!

(۳)۔ کلام ـــــ کلام کے معنی ہیں بولنا، بات کرنا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ وہ مخلوق کے مانند کلام نہیں کرتا۔ اور نہ ہی مخلوق کے کلام کی طرح اس کا کلام مخلوق ہے۔ خوب یاد رکھیں۔ کہ اس کا کلام اس کی صفت ذاتی ہے۔ حادث اور مخلوق نہیں۔ بلکہ

اس کی ذات کے ساتھ قدیم ہے۔ ازلی ہے۔ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی وہ کلام کرنے والا تھا۔

(۴) قدرت —— قدرت طاقت کو کہتے ہیں۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے۔ کہ خداتعالےٰ کی ذات ازل سے ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر موجود چیز کو معدوم اور معدوم کو موجود۔ نیست کو ہست اور ہست کو نیست کر سکتا ہے۔ اس کی صفت قدرت شاہ کو گدا اور گدا کو شاہ بنا سکتی ہے وہ ذات پاک ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی امر سے عاجز نہیں ہے!

(۵) سمع —— سمع سننے کو کہتے ہیں۔ ذات برحق ہر چیز کی آواز کو سننے والی ہے۔ زمین کی پاتال میں چیونٹی کے پاؤں کی آواز ہو۔ کوئی اونچی بولے یا آہستہ، ذات پاک برابر سنتی ہے۔ اور یہ صفت سمع اللہ کی ذاتی ازلی صفت ہے! وہ قدیم سے سمیع ہے۔ وہ آفرینش خلائق سے قبل بھی سننے والا تھا۔

(۶) ارادہ —— ارادہ کا مطلب چاہنا ہے۔ خداتعالیٰ جب کسی چیز کو چاہتا ہے۔ اس کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کو اسی وقت کر لیتا ہے۔ کوئی چیز اس کی منشا، مرضی، مشیت اور ارادہ کو روک نہیں سکتی" ذات پاک نے جس چیز کا ارادہ کیا۔ وہ ہوگئی۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ (بروج)

کر گزرتا ہے جو چاہتا ہے "

(۷) بصر —— وہ بصیر ہے۔ دیکھنے والا ہے۔ آسمان و زمین کی ہر چیز اس کی نظر میں ہے۔ روشنی اور تاریکی، اندھیرے اور اجالے میں، دور اور نزدیک سے ہر شے کو برابر دیکھتا ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں

بصر اس کی ذاتی صفت ہے۔ جو ازل سے اس کے ساتھ ہے۔

(۸) تکوین ـــــ تکوین پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کو بغیر اسباب اور مادے کے پیدا کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے :-

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (پ ۲۳ ع ۴)

اس کی تو یہ شان ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو بس اتنا ہی کہتا ہے۔ کہ ہو۔ اور وہ ہو جاتی ہے"

یہ صفت تکوین ہے۔ جب سے اس کی ذات پاک ہے۔ اسی وقت سے یہ صفت اس کے ساتھ ہے۔ گویا تکوین اس کی ذاتی ازلی صفت ہے۔

خدا کی یہ آٹھوں ذاتی ازلی صفتیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں، ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ صفتیں خلاق لازوال سے جدا نہیں ہو سکتیں، ان کا انفکاک محال ہے۔

فعلی صفات

اللہ تعالیٰ نے جب ارادہ کیا کہ جہان کو بنائے۔ تو اپنی صفت تکوین سے جہان کو پیدا کر دیا۔ جب عالم معرض وجود میں آیا۔ تو اس کی صفت تخلیق کا ظہور ہوا۔ یہ صفت تخلیق[1] اس کی فعلی صفت کہلاتی ہے۔ جو دراصل اس کی ذاتی صفت کا نشان ہے۔

اگر خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر کے اس کی پرورش کا ذمہ نہ لیتا۔ تو عالم آن کی آن میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ پیدا کرنے کے بعد وہ ربوبیت بھی کرتا ہے۔ لہٰذا ربوبیت[2] اس کی فعلی صفت ہوئی۔ اور ربوبیت کی تعریف ہے۔ ھو انشاء الشی حالا فحالا الی حد التمام ـــــ کسی چیز

---

[1] قرآن میں ہے۔ وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ۔ اور وہ بہت پیدا کرنے والا علم والا ہے

[2] رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ پروردگار جہانوں کا۔

کی درجہ بدرجہ نشو ونما کرنا اس وقت تک کہ وہ تمام (فنا) ہوجائے"!

کسی شے کی پرورش اور ربوبیت کے لئے رزق کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت اور حاجت کو اللہ نے روزی رزق دے کر پورا کیا پس ترزیق[1] بھی خدا تعالیٰ کی فعلی صفت ہوئی۔

مخلوق بے شمار باتوں میں خدا کی محتاج ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ مخلوق کی احتیاجوں کو پورا نہ کرے۔ تو وہ موت کی آغوش میں چلی جائے۔ اس لئے اُس کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے خدا کئی چیزوں کو وجود میں لاتا ہے۔ خود ارشاد فرماتا ہے۔ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ۔ (مخلوق کی ترزیق کے لئے) پیدا کرتا ہے بھاری بادل! فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ۔ دیکھو کیونکر شروع کیا ہے اللہ نے پیدائش کو، پھر اللہ ہی پیدا کرے گا پیدائش پچھلی کو" تو انشا بھی خدا تعالیٰ کی فعلی صفت ہوئی!

خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو بغیر کسی نمونے اور مادے کے پیدا فرمایا ہے۔ مثلاً آسمان، سورج، چاند، تارے ـــــ وغیرہ، ان کا پہلے کوئی وجود نہ تھا۔ جب وجود نہ تھا۔ تو نمونہ بھی نہ تھا۔ پھر خدا نے ان کو پیدا کردیا۔ تو بغیر نمونے کے ہی پیدا کیا۔ جیسا کہ خود فرمایا۔ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (بغیر نمونے کے) پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کو۔ معلوم ہوا کہ ابداع اس کی فعلی صفت ہے۔

قرآن میں آتا ہے۔ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے حیات

---

[1] اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔ بیشک وہ اللہ ہی ہے رزق دینے والا۔ زور آور زبردست۔ سورہ ۵۱ پ ۲۷ ع ۸ ۔ سورہ ۳۰ پ ۲۱ ع ۱۴۔

اور موت اس کے ہاتھ میں ہے۔ پس احیا اور امانت بھی اس کی فعلی صفتیں ہوئی۔

لوگ بہ تقاضائے بشریت گناہ کرتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ان کو گناہوں کے سبب پکڑے جاتا۔ یعنی بخشتا نہ۔ تو وہ ضرور ہلاک ہو جاتے۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کے گناہوں کو بخشتا اور مغفرت فرماتا ہے۔ پس مغفرت اس کی فعلی صفت ہوئی۔

دنیا میں خدا کے باغی اور نافرمان بھی ہیں۔ کافر اور مشرک بھی ہیں۔ باوجود ان کی بغاوت اور سرکشی کے ان پر مہربانی کرتا ہے۔ اور ہوا۔ پانی رزق بند نہیں کرتا۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ رحمٰن ہے۔ اور رحمانیت اس کی فعلی صفت ہے۔

ملاحظہ:۔ پہلے آپ نے خدا کی ذاتی صفات ملاحظہ فرمائی ہیں، اور پھر آپ نے اوپر اس کی فعلی صفات پڑھی ہیں۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ جس طرح خدا کی ذاتی صفات قدیم اور ازلی ہیں۔ اسی طرح اس کی فعلی صفات بھی ازلی اور قدیم ہیں۔ ہاں فعلی صفات کا ظہور تخلیق عالم کے بعد ہوا ہے اور تمام فعلی صفات اس کی ذاتی صفات کے نشان اور آثار ہیں۔

یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کی جملہ صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔ بلکہ مخالف اور مغایر ہیں۔ اللہ کی کسی صفت کو مخلوق کی صفت کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ قدوس مطلق کی ہمہ صفات ازلی اور ابدلی ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں۔ اور ہمیشہ رہیں گی ہر صفت کمی بیشی۔ نقصان و خسران اور ضعف و نقاہت سے پاک اور مبرا ہے۔ اس کی کوئی صفت حادث اور نو پیدا نہیں ہے نہ ذاتی

نہ فعلی! برخلاف اس کے تمام مخلوق حادث ہے۔ اور اس کی تمام صفتیں بھی حادث ہیں۔ نہ مخلوق کے لئے ازل اور ابد ہے۔ نہ اس کی صفات کے لئے۔ مخلوق بھی فانی اور اس کی صفات بھی راہی۔ پس خالق اور مخلوق کی صفات کے درمیان کوئی مناسبت، کوئی مشابہت اور کوئی قدر مشترک نہیں۔ کوئی مشاکلت کوئی مشارکت، ہم آغوشی اور ہم آہنگی نہیں اور عقائد کے باب میں یاد رکھیں۔ کہ قدوس مطلق کی کسی صفت کو حادث اور نو پیدا کہنا یقیناً کفر ہے!

بھلا مخلوق کی صفات اور خالق برحق کی صفات میں مشابہت تو در کنار مشابہت کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ غور کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا ہے۔ خدا کا دیکھنا ازل سے ابد تک ہے۔ اور یکساں دیکھنا ہے۔ ادھر انسان کے دیکھنے کو دیکھئے۔ کہ ہوا یا آندھی سے مٹی، غبار، کنکر وغیرہ اڑ کر آنکھ میں پڑ جائے۔ تو اسے آنکھ کا جھپکنا مشکل ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے۔ آنکھ سرخ ہو کر سوج جائے۔ اور کئی دنوں تک چارپائی پر لٹائے رکھے۔ اور پھر رمد، آشوب چشم، بیاض، پھولہ، روہے، (ککرے) اندھراتا۔ موتیا بند اور نابینا ہونا —— یہ تمام امراض —— عیب —— نقصان بھی تو انسان دیکھنے والے کے لئے ہی ہیں۔ اور یہ بھی تو انسان دیکھنے والے کے ساتھ ہی پیش آتا ہے۔ کہ جب ملک الموت آکر روح قبض کر لیتا ہے۔ تو اس کی حسین آنکھیں بے نور ہو کر ہمیشہ کے لئے مند جاتی ہیں۔ فرمائیے —— اللہ کے دیکھنے اور انسان کے دیکھنے میں فرق نظر آیا؟ فرق کیا —— کوئی نسبت ہی نہیں!!

خدا بھی زندہ ہے۔ انسان بھی زندہ ہے۔ حیات اللہ کے لئے بھی ہے۔ اور انسان کے لئے بھی ہے۔ اللہ کی حیات کے لئے ازل، اور ابد ہے۔ اس کی حیات میں کوئی عیب، نقص، مرض، ہرج، ضعف و پیری نہیں ہے۔ لیکن انسان کی حیات جن تکالیف و مصائب اور اندوہ و آلام کے پاٹوں میں پس رہی ہے ــــ آپ خوب جانتے ہیں پھر قفس عنصری سے جب اس کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ تو آپ اس کو لحد میں رکھ کر اوپر منوں مٹی ڈال کر دفن کر دیتے ہیں۔ کہئے؟ کیا نسبت ہے۔ حیات خالق کی، مخلوق کی حیات کے ساتھ! ایسے ہی خدا کا علم کلام، قدرت، سمع، ارادہ، تکوین ــــ ازلیت، ابدیت اور لازوالیت کے نور سے بھرپور ــــ اور انسان کی یہ سب چیزیں حادث و نو پیدا، زوال پذیر اور فانی ہیں۔ یہی حال ہے مخلوق کی تمام صفات[۱] کا خلّاق لازوال کی صفتوں کے سامنے! پھر عاجز، محتاج، فانی اور راہی انسان کو حی و قیوم۔ علام الغیوب رزاق مطلق کے حضور یہی کہتے بن پڑتی ہے ؎

سب کو مقبول ہے دعویٰ تیری یکتائی کا
روبرو کوئی بتِ آئنہ سیما نہ ہُوا

صفات متشابہات قرآن اور حدیث میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی کئی ایسی صفات کا ذکر آیا ہے۔ جو

[۱] تف ہے ان انسانوں پر جو انسانوں ــ بزرگوں، ولیوں، شہیدوں اور نبیوں کو خدا کی صفات علم غیب، ارادہ، مشیت، سمع البصر، عادت اور تصرف میں شریک کرتے ہیں خدا کی ازلی ابدی صفات کے مقابلہ میں موت کے منہ میں جانے والے انسانوں کو دم مارتے، وقت شرم و ندامت کے پسینہ میں ڈوب جانا چاہئیے (صادق)

بظاہر الفاظ کے لحاظ سے مخلوق کی صفات کی مانند اور مشابہ ہیں۔ اس وجہ سے ان صفتوں کو صفات متشابہات بولتے ہیں اور متشابہات کا یہ مطلب بھی ہے کہ ان کے معانی ہماری سمجھ میں نہ آئیں۔ جیسے قرآن مجید میں آیات متشابہات ہیں کہ ان کا مطلب اور معانی صرف اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ قرآن میں ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۔ وہ رحمٰن ہے اس نے عرش پر قرار پکڑا ۔ تو استوٰی علی العرش اللہ تعالےٰ کی صفت ہوئی۔ اب ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں۔ کہ خدا نے عرش پر قرار پکڑا لیکن قرار پکڑنے کی کیفیت اور ماہیت ہم نہیں جانتے۔ اس لئے اسے اللہ کی سپرد کرتے ہیں۔ کہ وہ ہی دراصل جانتا ہے۔ کہ اس نے کس طرح عرش پر قرار پکڑا۔ اگر ہم خدا کی صفت استوٰی علی العرش کا انکار کر دیں۔ تو قرآنی آیت کا انکار لازم آئے گا۔ جو کفر ہے، اور اگر ہم اس کی ماہیت بیان کریں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ خود خدا نے فیصلہ کر دیا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اور نہیں جانتا کوئی متشابہات کی حقیقت کو سوائے اللہ کے ۔ جب متشابہ معنی کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو پھر ہمیں متشابہات کی تاویل و حقیقت کے درپے نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ پوری مضبوطی کے ساتھ صرف ان کے معانی پر ایمان لانا چاہیئے۔ کہ تاویل وکنہ کے درپے ہونا زیغ القلب ہونا ہے!

ذیل میں ہم خدا تعالےٰ کی صفات متشابہات بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ان پر تاویل و کیفیت کے درپے ہوئے بغیر ایمان لایا جائے۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ ان (مقام حدیبیہ پر بیعتِ جہاد کرنے والوں) کے

---

[1] پ ۱۶ ع ۱۰، [2] پ ۳ ع ۹، [3] پ ۲۶ ع ۹

ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ یہاں حضرت رب العزت کی پاک ذات کے لیئے لفظ ہاتھ بیان ہوا ہے۔ یہ ہاتھ اللہ کی صفت ہے۔ متشابہ صفت ہے کہ اللہ کے ہاتھ کی کوئی مثل مثال، تشبیہ اور مانند نہیں۔ اور ہم از خود ہاتھ کی تشریح، تاویل، اور مطلب بیان نہیں کر سکتے۔ کہ ذات برحق کے لیئے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ آیا ہے۔ اس کی صفت کی کوئی مثل و نظیر نہیں۔ خدا کی ذات اور صفات ازلی ابدی ہیں۔ اور مخلوق حادث اور فانی۔ پھر تاویل کریں ہاتھ کی تو کیا کریں؟ بجز اس کے کہ صفت ہاتھ پر ایمان لائیں۔ اور مطلب کی کرید سے باز رہیں!

بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ۔ بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ یہاں خدائے پاک کے لیئے دو ہاتھ بیان ہوئے ہیں۔ یہ بھی خدا کی متشابہ صفت ہے۔ ایمان لاتے ہیں ہم اور بچتے ہیں اس کی تاویل سے!

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا مطلب توجہ کرنا، خیال کرنا، مدد کرنا ہے کہ کہتے ہیں۔ کہ بڑوں کو چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہیئے۔ یعنی ان کا خیال، دھیان رکھنا چاہیئے ایسے ہی اللہ کے ہاتھ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ حدیبیہ والوں کا خدا خیال، دھیان رکھیگا۔ انکی مدد اور دستگیری کریگا۔ ایسے ہی ولتصنع علی عینی کا مطلب حضرت موسیٰ کو اپنی نگرانی میں پرورش کرانا ہے۔ یعنی عین کا مطلب نگرانی ہے، تو گزارش ہے کہ بیشک ایسے خوبصورت مطالب اور تاویلیں بیان کی جا سکتی ہیں لیکن خدا نے یہ کہہ کر ہماری زبان بند کردی ہے لایعلم تاویلہ الا اللہ۔ کہ ان متشابہات کا مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا! اسلیئے ہمیں ایسے ایسے مرادی معانی اور مطالب بیان کرتے خوف آتا ہے اور ظاہری معنوں پر اکتفا کر کے مطلب کو خدا کے حوالہ کرنا پڑتا ہے (صادق) ۲۵ رب ع ۱۳ سلہ رب ع ۱۲

سوائے اس کی ذات کے" یہاں لفظ وجہ (چہرہ) آیا ہے۔ ہم ایک ازلی، ابدی چہرہ پر ایمان لاتے ہیں۔ بلا تاویل۔

وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ۔ "اور (اے موسٰے) تاکہ پرورش پائے تو اوپر میری آنکھ کے" اس آیت میں حضرت موسے علیہ السلام کو فرعون کے ہاتھوں پروان چڑھانے کا ذکر ہے۔ یعنی حضرت موسٰی نے خدائے قدوس کی آنکھوں میں پرورش پائی۔ یہاں اللہ کے لئے آنکھ کا لفظ آیا ہے آنکھ خدا تعالےٰ کی متشابہ صفت ہے۔ لا نعلم کیفیتہٗ!

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے قرآن اور حدیث میں کف[۲] (ہتھیلی)، قبضہ[۳] (مٹھی)، اصابع[۴] (انگلیاں)، قدم[۵]، ساق[۶] (پنڈلی)، ضحک[۷] (ہنسنا)، فرح[۸] (خوش ہونا)، حیا[۹] (شرمانا)، استھزا[۱۰] (ہنسی اڑانا)۔۔۔ وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ خوب یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ مثالوں، تشبیہوں، تمثیلوں، خیالوں، وہموں، گمانوں سے پاک و منزہ ہے۔ اسکی ذات پاک سے متعلق مذکورہ صفات پر بہ لحاظ الفاظ ایمان لانا چاہیئے کیونکہ قرآن و حدیث میں یہ چیزیں آچکی ہیں۔ اور ان کے مطالب اور تاویلوں کے ہرگز درپے نہ ہوں اور ویسے بھی یہ باتیں ہمارے اعمال سے تعلق نہیں رکھتیں۔ حلال حرام جائز ناجائز اور امر و نہی کا ان پر دار و مدار نہیں ہے۔ صرف اعتقاد میں داخل ہیں۔ مان لیں اور موضوعِ بحث نہ بنائیں ؎

قعر ایں دریا عمیق است و تو موجی ہرزہ تاز؛ فہم ایں معنی دقیق است و تو نافہمیدہ

---

[۱] ؂ ع ۱۱) [۲] ان اللہ عزوجل ان شاء ان یدخل خلقہ الجنۃ بکف واحد (مشکوٰۃ)، [۳] و الارض جمیعا قبضتہ قبضہا من جمیع الارض الحدیث [۴] ان قلوب بنی آدم کلہا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن (مشکوٰۃ)، [۵] حتی یضع رب العزت فیہا قدمہ (بخاری)، [۶] یوم یکشف عن ساق (قرآن)، [۷] یضحک اللہ الی رجلین (بخاری) [۸] اللہ اشد فرحا بتوبۃ عبدہ المومن (بخاری) [۹] ان اللہ لا یستحی (قرآن)، [۱۰] اللہ یستھزئ بہم (قرآن)،

خدا تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام

صحیح بخاری میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالیٰ تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصٰھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ۔

بیشک اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جو کوئی ان کو یاد کرلے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

نوٹ :۔ یہ جو حضور نے فرمایا۔ کہ جو کوئی ان کو یاد کرلے؛ واضح ہو کہ یاد کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کو صدق نیت اور خلوص خاطر سے پڑھے اور وہ تمام و کمال صفات جو اِن ناموں سے معلوم ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات میں یقین کرے۔ اللہ کو ان صفتوں کے ساتھ پورا پورا موصوف جانے۔ اور موصوف جاننے میں یقین کامل کرے، اور پھر اپنے عمل کے ساتھ یقین کا ثبوت دے۔ مثلاً اسمار حسنے میں سے دو نام ہیں۔ اَلضَّارُّ۔ (ضرر پہنچانے والا) النَّافِعُ (نفع پہنچانے والا) ان کے پڑھنے اور یاد کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس بات پر پورا پورا یقین کرلے۔ کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز نہ ضرر پہنچا سکتی ہے۔ اور نہ نفع۔ یعنی نفع اور ضرر صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس طرح تمام ناموں کے پڑھنے، یاد اور حفظ کرنے کا اعتقاداً اور عملاً ثبوت دے۔ یہ ننانوے نام بھی گویا اللہ تعالیٰ کی ازلی اور ابدی صفتیں ہیں۔ ان کے یقین و ایمان کا اجالا زندگی کے اندھیروں کو مٹاتا اور آخرت کی ظلمتوں کو کافور کرتے ہوئے بہشت کی راہ دکھاتا ہے ان اسماء

پاک کو آپ حفظ کرلیں۔ تو بہت اچھا ہے اور اگر حفظ نہ کرسکیں۔ تو کتاب سے دیکھ کر پڑھ لیا کریں۔ عقیدے کی صفائی اور عمل کی اچھائی ظہورِ تاثیر کی ضامن ہے۔ وہ صفتیں ـــــ نام پاک یہ ہیں:-

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وہی ہے اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

۱	۲	۳	۴	۵	۶
اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحِیْمُ	اَلْمَلِكُ	اَلْقُدُّوْسُ	اَلسَّلَامُ	اَلْمُؤْمِنُ
بڑا مہربان	نہایت رحم والا	بادشاہ حقیقی	نہایت پاک	سلامت	امن دینے والا
۷ اَلْمُهَیْمِنُ	۸ اَلْعَزِیْزُ	۹ اَلْجَبَّارُ	۱۰ اَلْمُتَكَبِّرُ	۱۱ اَلْخَالِقُ	۱۲ اَلْبَارِئُ
نگہبان	غالب	زبردست	بڑائی والا	پیدا کرنیوالا	بنانے والا
۱۳ اَلْمُصَوِّرُ	۱۴ اَلْغَفَّارُ	۱۵ اَلْقَهَّارُ	۱۶ اَلْوَهَّابُ	۱۷ اَلرَّزَّاقُ	۱۸ اَلْفَتَّاحُ
صورت بنانیوالا	بہت بخشنے والا	زور والا	بڑا دینے والا	روزی دینے والا	کھولنے والا
۱۹ اَلْعَلِیْمُ	۲۰ اَلْقَابِضُ	۲۱ اَلْبَاسِطُ	۲۲ اَلْخَافِضُ	۲۳ اَلرَّافِعُ	۲۴ اَلْمُعِزُّ
جاننے والا	بند کرنے والا	فراخ کرنیوالا	پست کرنیوالا	بلند کرنیوالا	عزت دینے والا
۲۵ اَلْمُذِلُّ	۲۶ اَلسَّمِیْعُ	۲۷ اَلْبَصِیْرُ	۲۸ اَلْحَكَمُ	۲۹ اَلْعَدْلُ	۳۰ اَللَّطِیْفُ
ذلت دینے والا	سننے والا	دیکھنے والا	فیصلہ کرنیوالا	انصاف کرنیوالا	باریک بین
۳۱ اَلْخَبِیْرُ	۳۲ اَلْحَلِیْمُ	۳۳ اَلْعَظِیْمُ	۳۴ اَلْغَفُوْرُ	۳۵ اَلشَّكُوْرُ	۳۶ اَلْعَلِیُّ
خبردار	بردبار	بزرگ	پردہ پوش	قدردان	بلند مرتبہ
۳۷ اَلْكَبِیْرُ	۳۸ اَلْحَفِیْظُ	۳۹ اَلْمُقِیْتُ	۴۰ اَلْحَسِیْبُ	۴۱ اَلْجَلِیْلُ	۴۲ اَلْكَرِیْمُ
بڑا سب سے	نگاہ رکھنے والا	غذا دینے والا	کافی	بزرگ قدر	کرم کرنے والا
۴۳ اَلرَّقِیْبُ	۴۴ اَلْمُجِیْبُ	۴۵ اَلْوَاسِعُ	۴۶ اَلْحَكِیْمُ	۴۷ اَلْوَدُوْدُ	۴۸ اَلْمَجِیْدُ
رکھوالا	قبول کرنیوالا	کشادہ رحمت	حکمت والا	دوست دار	بزرگ

٤٩ الباعث	٥٠ الشهيد	٥١ الحق	٥٢ الوكيل	٥٣ القوي	٥٤ المتين
اٹھانیوالا	حاضر	سچا	کارساز	قوت والا	مضبوط
٥٥ الولي	٥٦ الحميد	٥٧ المحصي	٥٨ المبدئ	٥٩ المعيد	٦٠ المحيي
حمایتی	ستودہ	گھیرنے والا	پہلی بار پیدا کرنیوالا	لوٹانے والا	زندہ کرنیوالا
٦١ المميت	٦٢ الحي	٦٣ القيوم	٦٤ الواجد	٦٥ الماجد	٦٦ الواحد
مارنے والا	سدا زندہ	تھامنے والا	موجود کرنیوالا	بزرگی والا	اکیلا
٦٧ الاحد	٦٨ الصمد	٦٩ القادر	٧٠ المقتدر	٧١ المقدم	٧٢ المؤخر
تنہا	بے نیاز	قدرت والا	اقتدار والا	آگے کرنے والا	پیچھے ڈالنے والا
٧٣ الاول	٧٤ الآخر	٧٥ الظاهر	٧٦ الباطن	٧٧ الوالي	٧٨ المتعالي
سب سے پہلے	سب سے پیچھے	آشکارا	پوشیدہ	مالک	برتر
٧٩ البر	٨٠ التواب	٨١ المنتقم	٨٢ العفو	٨٣ الرؤف	٨٤ مالك الملك
نیکی کرنیوالا	توبہ قبول کرنیوالا	بدلہ لینے والا	معاف کرنیوالا	شفقت کرنیوالا	خداوند عالم
٨٥ ذو الجلال والاكرام		٨٦ المقسط	٨٧ الجامع	٨٨ الغني	٨٩ المغني
بزرگی اور بخشش کا صاحب		عدل کرنے والا	جمع کرنے والا	بے پروا	آسودہ کرنیوالا
٩٠ المانع	٩١ الضار	٩٢ النافع	٩٣ النور	٩٤ الهادي	٩٥ البديع
روکنے والا	ضرر پہنچانے والا	نفع دینے والا	روشن کرنیوالا	راہ دکھلانے والا	نیا پیدا کرنیوالا
	٩٦ الباقي	٩٧ الوارث	٩٨ الرشيد	٩٩ الصبور	
	باقی رہنے والا	سب کا وارث	نیک راہ بتانیوالا	صبر والا	

اسم اللہ الاعظم

اللہ سب ناموں میں سے بڑا نام ہے۔ یہ قرآن مجید میں دو ہزار تین سو ساٹھ بار آیا ہے۔ اور یہ عَلَم ہے۔ صفت نہیں مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات واجب الوجود ہے جس میں تمام صفات کمالیہ موجود ہیں۔

صرف وہی معبود برحق ہے۔ جس کا ابدی طور پر رہنا ضروری ہے۔ اور جس کی پہچان اور معرفت میں انسان کی عقل متحیر اور پریشان ہے۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اور اللہ کے معنی بھی مستحق عبادت کے ہیں۔ اللہ کی الوہیت کی عَلَمیت آسمانی اور زمینی معبودانِ باطل کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔ اللہ کا لفظ منہ سے نکلتے ہی بے شمار فرضی معبودوں کی نفی لازم آتی ہے۔ کہ صرف اسی میں ہی تمام صفات الوہیت پائی جاتی ہیں۔ یہ وہ عَلَم ہے۔ جس کے نور کے آگے مخلوق کی "تنکیر" کی ظلمت ہمیشہ ناپید رہی ہے۔ اس کی الوہیت کی سطح کا کبھی کسی کو درحقیقت خیال تک نہیں گزرا۔ اور اس کی شان و عظمت کے سامنے ہر اعلیٰ و ادنیٰ کو سرنگوں ہوتے ہی بن آئی ہے۔

جو شخص اللہ کو مانتا اور اس کی ہستی کا اقرار کرتا ہے۔ اس سے اللہ کی الوہیت یہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ وہ شریعت کی بتائی ہوئی تمام قسم کی عبادتوں اور عبادتوں کی صورتوں کو صرف اسی ذات پاک کے لئے ہی خاص جانے اور کرے۔ اگر اس نے کسی قسم کی عبادت کو اعتقاداً، ذہناً، قولاً یا فعلاً کسی غیر اللہ کے لئے جانا یا کیا ـــــ تو اس نے دراصل اللہ کو نہیں مانا کیونکہ اللہ کے معنی معبود برحق کے ہیں۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور جس نے اللہ کی عبادت بھی کرلی۔ اور غیر اللہ کی بھی تو اس نے اللہ کو معبود برحق نہ جانا۔ تنہا مستحق عبادت نہ مانا۔ الوہیت (استحقاقِ عبادت) کو اللہ کے لئے ماننا اور پھر اسے غیر اللہ کے لئے بھی جاننا ـــــ اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ـــــ کا انکار کرنا ہے!

پھر اللہ کے ماننے والوں پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنے دل کو اللہ کے

ساتھ وابستہ رکھیں۔ اللہ کے برابر کسی سے نہ ڈریں۔ اس جتنی کسی کی عزت نہ کریں۔ اسی کے نام کو زبان پر جاری رکھیں۔ اٹھتے بیٹھتے اسی کا نام لیں۔ اور اسی پر تکیہ و بھروسہ کریں۔ جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے اسے ہی پکاریں۔ اور اسی کے آگے ہی روئیں۔ کہ وہی ذات پاک حق اور ثابت ہے۔ اور اس کے سواہر چیز فانی اور راہی ہے۔ ان ہی معنوں میں حضورؐ انور نے لبید کے مصرعہ ذیل کو پسند فرما کر اسے شرف تکلم بخشا۔ ع

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

ملاحظہ :۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار کی خاصیتیں اور تاثیریں ہیں اگر ہم ان کا مطلب مفہوم جان کر اپنے اعضاو جوارح پر کنٹرول کر کے اکلِ حلال اور صدقِ مقال کی پابندی کے ساتھ ان کو پڑھیں۔ اس کے ذاتی نام اور اس کی صفات کا وظیفہ کریں۔ تو یقیناً ان کے انوار و تجلیات اور خاصیتیں اور تاثیریں جلوہ فرما ہوں۔ انسان کی اخلاقی، روحانی، معیشی، معاشرتی اور اقتصادی قدریں حیرت انگیز طور پر بڑھیں۔ زندگی کے تمام گوشے اور پہلو اصلاح وارتقا کے نور سے جگمگا اٹھیں۔ اور انسان صحیح معنوں میں انسان بن جائے۔ سکون اور طمانیت پائے۔ اور کامرانیوں سے ہم آغوش رہے۔

اپنے اسمار پاک سے متعلق خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (پ۹ ع۱۲) اور اللہ تعالیٰ کے اچھے (صفاتی) نام ہیں پھر پکارو اس کو ان (ناموں) کے ساتھ۔

اور حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (مشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ کے اخلاق (صفات) کے ساتھ تخلق کرو۔" اس کی صفات کی روشنی سے اپنی اخلاقی تاریکیوں کو کافور کرو۔

اس حکم خداوندی اور ارشاد مصطفویؐ کے پیش نظر ہم اسمار حسنیٰ کی خاصیتیں اور دعوتیں بھی مختصر طور پر یہاں بیان کرتے ہیں۔ تاکہ آپ ان کی دعوات کی برکات و اثرات سے فیض پائیں۔ اور ان سے متخلق ہو کر جہاں والوں کے لئے رافت و رحمت کے سراپے بن جائیں۔

اسم اللہ کی خاصیت

شرک کی بے شمار قسموں سے ذہن۔ تصور، خیال، ضمیر، ارادہ، قول اور فعل کو پاک کر کے جو کوئی اس اسم۔ اَللہُ۔ کو بکثرت پڑھیگا۔ یقین و ایمان کی فضائیں اس کی روح کی پرواز بہت بلند ہو جائے گی۔ اور توحید کے کیف سے اللہ کے سوا دنیا و ما فیہا اس کو ہیچ دکھائی دے گی۔ نہ صرف واجب الوجود کی اصل محبت کے آگے غیر اللہ کی محبت گرد راہ ہو جائے گی۔ بلکہ ذات بے ہمتا کی سروری کے مقابل فانی سرداریاں طلسم، ہیچ مقداری نظر آئیں گی۔ دوئی کی ظلمتیں مٹ کر سینہ وحدت کے نور سے معمور ہوگا۔ اور آئینہ دِل پر الوہیت کا پرتو اسرار کے دروازے کھول دے گا۔ اور اسم ذات کا عامل دنیاوی زندگی کی ذمہ داریوں سے بہ احسن وجوہ سرخرو ہو کر فقر اور توحید کی معراج کو پالے گا۔

اسمار الٰہی کے پڑھنے کی تعداد تو قرآن وحدیث میں بیان نہیں ہوئی۔ ہر شخص اپنے مشاغل سے جس قدر وقت نکال سکے۔ اس کی رعایت کو مدنظر رکھ کر پڑھ لیا کرے۔ بزرگانِ دین اور سلف صالحین سے اسمار کی دعوتیں ان کے پڑھنے کی تعداد اور پرہیزیں منقول ہیں۔ ان کے معمولات سے جو استفادہ کرنا چاہے کرلے۔ مثلاً اسم ذات صبح کی نماز کے بعد ایک ہزار بار روزانہ پڑھا کریں۔ پوری پرہیز کے ساتھ صرف چند ماہ پڑھنے

پر اس کے اثرات آپ مشاہدہ کرتے لگ جائیں گے۔ اور بعد مداومت کرنے سے اس کی کن فیکونی طاقتیں اور کفایت وکفالت کے کرشمے معراج ایمان اور ازدیاد الیقان کا موجب ہوں گے۔

اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کی خاصیّت

رحمٰن کے معنی بڑے مہربان کے ہیں اور رحیم کے معنی ہیں نہایت رحم والا۔ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ اور ہم معنی ہیں۔ البتہ رحمٰن رحیم سے ابلغ اور بڑھ کر ہے۔ یہ دونوں نام رحم اور رحمت والے کے ہیں۔ اول الذکر میں عموم کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور مؤخر الذکر میں خصوص کے۔

رحمٰن کی بے پایاں مہربانی اور عنایت کے سہارے مشرکوں، کافروں باغیوں، ظالموں، اور فاسقوں، فاجروں کو روزی مل رہی ہے۔ پانی ہوا اور رزق پہنچ رہا ہے۔ زانی۔ شرابی، اوباش اور بدمعاش اس کی انواع و اقسام کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں۔ اس کی لا متناہی رحمانیت ہی ساری مخلوق کو رزق، روزی، تندرستی، صحت، شفا، عطا کرنے — اور اس سے دکھ، درد، مرض، کرب، بھوک، اور آفات و آلام کے دور کرنے کی ضامن ہے! اگر کوئی بدبخت حسد وبغض یا رقابت کی بنا پر کسی شریف آدمی کی ہتک عزت کرے۔ برا بھلا کہے۔ گالی گلوچ دے۔ بے عزتی کرے۔ اس کی بیوی اور عیال کی بے آبروئی کرے۔ طرح طرح کے مالی اور جانی نقصان پہنچانے کے درپے رہے۔ اسے بے عزت کرنے، اور جان کو خطرے میں ڈالنے کی پوری سعی کرے۔ اور شب وروز عملاً دشمنی اور عداوت کا ثبوت دے۔ تو کیا وہ شخص اس کو اعلیٰ درجہ کے کھانے کھلانے کو تیار ہوگا — ماکولات اور مشروبات سے اس کی تواضع کریگا۔

قیمتی لباس لے کر دے گا۔ اور اگر وہ بیمار پڑ جائے۔ تو کیا وہ ڈاکٹر بلا کر اس کا علاج کرائے گا۔ سینکڑوں روپیہ اس کی بیماری پر خرچ کرے گا۔ اپنی عزت اور جان کے دشمن کی صحت کے لئے ادویات بہم پہنچائے گا —— ؟ نہیں! قربان جائیں رحمٰن پر کہ اس کی رحمانیت کا خوانِ یغما دوست اور دشمن سب کے لئے برابر کھلا ہے۔ موحد و مشرک، مومن و کافر مسلم و باغی، عابد۔ زاہد۔ گبر۔ ترسا۔ سورج، چاند ستاروں کے پوجاریوں، قبر پرستوں، بدعتیوں، بدکاروں اور دہریوں.... سب کے لئے ضروریات زندگی اور نعمتوں کے انبار یکساں طور پر موجود ہیں۔ اور ہر ایک ان سے بہرہ ور اور فیض یاب ہے۔ بارانِ رحمت، کنوئیں کے پانی، کھیتوں کی پیداوار، سورج کی روشنی اور چاند کے نور سے جتنا فیضان حضرت ابوبکر رضؓ کو پہنچتا تھا۔ بالکل اتنا ابوجہل اور دوسرے دشمنانِ دین کو میسر تھا۔ یہ رحمانیت ہے!

رحمان کی رحمت عامہ تو سب بُرے بھلوں کے لئے وسیع ہے لیکن رحیم کی رافت و رحمت آخرت میں صرف مومنوں موحدوں کے لئے مخصوص ہوگی۔ جیسا کہ خود ذات پاک نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔ رحمٰن کی معنوی خصوصیتیں ہم کو یہ تعلیم دیتی اور ہدایت کرتی ہیں کہ ہم تمدنی اور معاشرتی زندگی میں مومنوں۔ کافروں۔ اپنوں۔ بیگانوں۔ عابدوں غافلوں — یہاں تک کہ اس کی ہر مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں۔ ہمدردی اور رحمدلی کا برتاؤ کریں۔ اسی موضوع پر حضرت انورؐ نے فرمایا ہے۔ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ۔ ہر اہل زمین پر مہربانی کرو۔ (مشکوٰۃ) ہمیں لازم ہے۔ کہ ہم مظلوموں کی مدد کریں۔ اور ظالموں

کو احسن طریق سے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ بھوکوں۔ پیاسوں۔ اور ننگوں کو کھلائیں پلائیں اور پہنائیں۔ اور محتاجوں کی حتی المقدور اعانت کریں خود کو نیک اور پرہیزگار جان کر گنہگاروں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ ان کے حال پر ترس کھا کر ان کی صلاحیت کی سعی کریں۔

اور رحیمیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہم مومنوں، موحدوں کی طرح کافروں مشرکوں، ظالموں، اور بدعتیوں کی عزت نہ کریں۔ اور ان کو دل میں جگہ نہ دیں۔ ان سے دلی دوستی نہ کریں۔

الرحمٰن الرحیم کی دعوت (ورد وظیفہ) سے دل کی قساوت، غفلت سیاہی دور ہو کر رقت، نرمی، بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اور یاد الٰہی کی توفیق ملتی ہے۔ ان اسمار کا وظیفہ پڑھنے والے پر خداتعالےٰ اپنی تمام خلق کو مشفق، ہمدرد، غمخوار اور مہربان بنا دیتا ہے۔ پوری پرہیز اور تخلق کی رعایت کے ساتھ جو شخص گیارہ سو بار یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ ہر روز پڑھیگا چند ماہ کے بعد خدا کی رحمت کی برکھا برستی دیکھے گا۔

اَلْمَلِکُ کی خاصیت

الملک ــــ حقیقی بادشاہ۔ یعنی وہ ایسا ازلی، ابدی بادشاہ ہے۔ کہ اس کے قبضہ قدرت میں دو جہان کی بادشاہی ہے۔ دونوں جہان اس کے محتاج اور وہ دونوں جہان سے بے نیاز ہے۔ نہ اس کا کوئی وزیر، مشیر ہے، اور نہ ہی امور سلطنت کو انجام دینے کے لئے کوئی معاون و مددگار ہے۔ کوئی پیغمبر ولی۔ بزرگ اس کی بادشاہی میں دم نہیں مار سکتا۔ ایک ذرہ تک کے تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کی شہنشاہی کے حضور اپنی غلامی اور محکومی کا خراج پیش کرنے میں اپنی عزت اور فخر جانتا ہے۔ پس ہر بندہ مومن پر

واجب ہے کہ وہ اس کی درگاہ کا گدا ہو۔ اور مسنون بندگی اور غلامی کے ذریعہ اس کے ایوانِ شہنشاہی سے عزت چاہے، اور الملک کی صفائی، روشنی میں گام فرسا ہو کر خلق سے بے نیاز ہو جائے۔ اپنی احتیاجوں کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔ اور کسی سے نہ امید رکھے۔ اور نہ ڈرے۔ اور اپنے تمام اعضاء و قویٰ کو اسی ذاتِ پاک کے حکم میں مسخر کر دے۔ اور پوری طرح راضی برضا رہ کر اس کی بادشاہی کو تسلیم کرے!

الملک کا وظیفہ پڑھنے والے کا ــــ دنیاوی ملک، زمین۔ مکان املاک، مال و دولت اور عزت و آبرو خدا تعالیٰ قائم رکھے گا۔ اور اس کے نفس کو بھی بے لگام نہیں ہونے دے گا۔ اور اس وظیفہ کی مداومت مرد مومن کو چودھویں رات کا چاند بنا کر چمکائے گی۔ عزت۔ بزرگی۔ اور تونگری اس کی غلامی کا دم بھریں گی۔ اور امراء۔ رؤساء، حکام اس کے مطیع ہونگے بھلا جو کوئی بادشاہ حقیقی اُلملک کو پکارے وہ کیوں نہ اس کو خاکِ ذلت سے اٹھا کر تختِ عزت پر بٹھائے۔

اس اسم کو اسم القدوس کے ساتھ ملا کر پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح ۔ اُلمَلِکُ اُلقُدُّوس ــــ ایک ہزار بار روزانہ بعد نماز فجر پڑھا کریں!

اُلقُدُّوس کی خاصیت

القدوس ــــ نہایت پاک ۔ اللہ تعالےٰ ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے مخلوق کی طرح وہ کوئی محتاجی اور خامی نہیں رکھتا۔ اس میں کوئی کمی اور سقم نہیں ہے۔ اس کی قدوسیت کے حضور ہر مسلمان کو یہ التجا لازم ہے۔ کہ ذاتِ پاک عیبوں بھرے انسانوں کو گناہوں، خطاؤں، کی نجاست سے پاک کرے اور اللہ کو القدوس ماننے والا شرک کی سنڈاس، اور برائیوں کے میلے سے

حتی المقدور مجتنب رہے۔

القدوس کی دعوت دل کو پاک اور صاف کرتی ہے۔ اور اس سے نفس کو طہارت حاصل ہوتی ہے تین سو ساٹھ بار روزانہ پڑھنے سے دل بدیوں اور برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اور خیالات پاک اور ذہنیت صاف ہو جاتی ہے۔

اَلسَّلَامُ کی خاصیت

السلام۔ سلامت اور بے عیب۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ایک وہ ذات ہے۔ جس کے لئے ازل سے لے کر ابد تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔ جس کی زندگی ہر دکھ درد اور عیب نقصان سے مبّرا ہے۔ جو ہمیشہ ایک ہی حال پر ہے۔ جو بچپن، جوانی، بڑھاپے، ضعف، پیری اور اضمحلال سے سلامت ہے۔

خدا تعالیٰ کو السلام ماننے والے پر لازم ہے۔ کہ اس کی زبان اور ہاتھ کی ایذاؤں سے مسلمان سلامت رہیں۔ وہ کوشش کرے۔ کہ السّلام کا بندہ ہو کر سن رشد سے لے کر تا دم واپسین اشراک واحداث، کفر و طغیان، بدیوں بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں سے سلامت رہے۔ بچے۔ اور قیامت کے روز السلام کے حضور قلب سلیم لیکر پیش ہو۔

السلام کی دعوت ہر قسم کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے لئے موجب شفا ہے۔ اس کے پڑھنے سے دل سے خوف وہراس دور ہو جاتا ہے۔ تین سو بار روزانہ پڑھیں۔ سلامتی قلب کے آثار محسوس ہونے لگیں گے۔

اَلْمُؤْمِنُ کی خاصیت

المومن۔ امن دینے والا۔ دکھ۔ درد رنج، غم، بلا، وبا، مرض، کرب

عذاب، سیلاب، ادبار، مصیبت، نحوست، بدبختی، ساڑھ ستی، قحط، بھوک بندش باراں ـــ سے امن دینے والا۔ اطمینان اور آرام بخشنے والا۔ مخلوق کی برائی اور شر سے پناہ دینے والا۔

المومن کی خاصیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ بندہ برائی، بدی، شرارت، تکلیف اور نقصان پہنچانے سے خدا کی خلقت کو مامون و محفوظ رکھے۔

المومن کی دعوت عامل کو اللہ کی امان میں رکھے گی۔ کوئی اس پر غلبہ نہ پائے گا۔ ہر طرح کی برائی اور تکلیف سے امن حاصل رہیگا۔ لوگ اس کی عزت کرینگے اور مطیع ہوں گے۔ پانصد مرتبہ روزانہ پڑھا کریں۔

اَلْمُھَیْمِنُ کی خاصیّت

المھیمن ۔ ہر چیز کا نگہبان۔ اس صفت سے تخلق کرنے کا اقتضا یہ ہے۔ کہ آدمی اپنے تئیں نگاہ رکھے تمام بُری عادتوں، خصلتوں، شرکیہ عقیدوں اور باطل خیالوں سے۔ اور حفاظت کرے تمام فرائض خداوندی کی۔ اور نگرانی کرے تمام اعضاء و قویٰ کی۔ کہ وہ خدا کی نافرمانی نہ کریں۔

المھیمن کو کثرت سے پڑھنے والے پر اسرار الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور آفات و بلیات سے پناہ ملتی ہے۔ تین صد بار روزانہ پڑھنے پر مداومت کریں۔

اَلْعَزِیْزُ کی خاصیّت

العزیز ـــ بے مثل غالب کہ اس پر کوئی غالب نہیں ہے۔ اس صفت کے نور کے فیضان سے آدمی اپنی تمام حرص و ہوا، خواہشات نفس اور شیطانی وساوس پر غلبہ پائے۔ اور خلق سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عزت بخشے۔ توحید کو شرک پر اور سنت کو بدعت پر غالب کرے۔ نیکی سے بدی کو

مٹائے۔

العزیز کے پڑھنے سے عزت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ خلق کی محتاجی سے نجات ملتی ہے۔ اگر کوئی مرتبہ سے گرا ہوا اس کو بکثرت پڑھے گا۔ تو اسے ذلت کے بعد عزت اور عروج حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ۔ تین صد بار روزانہ معمول بنالیں۔

اَلْجَبَّارُ کی خاصیت

الجبار — زبردست۔ بگڑے ہوئے کاموں کا درست کرنے والا۔ بندوں کو اپنے ارادہ پر جھکانے والا

آدمی کو چاہیئے۔ کہ اپنی جان کے نقصان اور نفس کے بگاڑ کو شریعت کے فضائل کے ساتھ درست کرے۔ اور طبع سرکش کو خدا کے خوف سے رام کرے۔ اور ہمیشہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع رکھے۔ جب اس کی خواہش کے مطابق کام نہ ہو۔ تو سمجھ لے کہ خدا کا ارادہ پورا ہوا ہے پھر اپنے ارادہ کو خدا کے ارادہ پر قربان کر کے خوش ہو جائے۔

الجبار کا ورد ظالموں کے شر سے بچنے کے لئے تریاق لامثال ہے اس پر مداومت رکھنے سے لوگوں کی بدگوئی، غیبت اور بہتان سے امان ملتی ہے۔ اور خلقت کے دل میں اس کی ہیبت بیٹھتی ہے!

اَلْمُتَکَبِّرُ کی خاصیت

المتکبر — بڑائی والا۔ نہایت بزرگ تکبر صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے

خدا کے سوا کسی کو بڑائی زیبا نہیں۔ بندہ مومن پر لازم ہے۔ کہ وہ تواضع اور تذلل کے طریقے اختیار کرے۔ اور تمام تکبر کے دعوے دور کرے۔ کہ دل صاف ہو کر اللہ کی محبت سے بھر جائے۔ اور ہر غیر اللہ سے نفرت

اور حقارت ہو جائے۔ جو اللہ کی محبت میں آڑے آئے۔

المتکبر کی دعوت سے نفس رام ہوتا ہے۔ تکبر مٹتا، اور عاجزی آتی ہے۔ خلقت پر دبدبہ پڑتا ہے!

اَلْخَالِقُ کی خاصیت

الخالق ـــــ پیدا کرنے والا۔ مشیت کے موافق اندازہ کرنے والا۔ بندہ مومن پر لازم ہے۔ کہ وہ تمام زندگی ایسے کام کرے۔ جن سے اس کا خالق خوش ہو۔

الخالق کو بکثرت پڑھنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ جس کے اثر سے چہرہ بھی روشن اور نورانی ہو جاتا ہے۔ اور تمام کاموں کے کرنے میں اس کو طاقت اور قوت میسر آتی ہے۔

اَلْبَارِئُ کی خاصیت

البارئ۔ بنانے والا۔ اس اسم کے پڑھنے سے آدمی کے تمام کام درست ہوتے ہیں بگڑے ہوئے امور سنور جاتے ہیں۔ بندۂ باری کو چاہیئے۔ کہ وہ کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کرے۔ اور اس کی کاریگری میں فکر کیا کرے۔

اَلْمُصَوِّرُ کی خاصیت

المصور۔ صورت بنانے والا۔ ہر پیکر تصویر اللہ ہی کی مصوری کی شہادت دیتا ہے۔ مادر شکم میں سبوح لم یزل کی صورت گری انسان کے لئے اس کی معرفت کے دروازے کھول رہی ہے۔ اس جیسا کوئی تصویر کش نہیں۔ مسلمان کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی تصویر، مصور عالم اور تمام صنائع خداوندی کے عجائبات میں غور و فکر کرے۔ اور اس کی لامثال کاریگری پر قربان جائے۔ المصور کو بکثرت پڑھنے سے دشواریاں آسانی کی صورت اختیار

کرتی ہیں۔ بانجھ عورت ایک سو ایک بار ہر روز پڑھ کر پانی پر دم کر کے چالیس روز پیئے۔ تو المصوّر اسے چاند سا بچہ عطا کرے۔ انشاء اللہ۔

١٤ اَلْغَفَّارُ کی خاصیّت

الغفار — عیبوں پر پردہ ڈالنے والا۔ گناہوں کو بخشنے والا۔ اس کو پڑھنے سے آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور خدا کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ اس اسم سے بندہ کو یہ تعلیم ملی ہے۔ کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو ڈھانکے اور قصور معاف کیا کرے!

١٥ اَلْقَهَّارُ کی خاصیّت

القہار — زور والا۔ ایسا کہ سب اسکے زور کے سامنے عاجز اور مغلوب ہیں۔ اس کے غلبہ سے تمام مخلوق تھر تھر کانپتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے مہمیں اور دشواریاں آسان ہوتی ہیں۔ اور دشمن، حاسد، اور بدخواہ سرنگوں رہتے ہیں۔

١٦ اَلْوَهَّابُ کی خاصیّت

الوھاب — بڑا دینے والا — بغیر عوض کے بہت عطا کرنے والا۔ فقر و فاقہ میں مبتلا شخص اگر اس اسم کو ایک ہزار بار روزانہ بعد نماز عشاء پڑھے۔ متواتر تین ماہ تک پڑھتا رہے۔ تو خدا کی دین اور عطا دیکھ کر حیران رہ جائے۔ رزق کی فراخی کے دروازے اس پر کھلیں۔ اور اس کی محتاجی و تنگی دور ہو جائے۔ یہ اسم مسلمان سے تقاضا کرتا ہے۔ کہ وہ بلاغرض اپنی جان و مال خدا کی راہ میں خرچ کرے۔

١٧ اَلرَّزَّاقُ کی خاصیّت

الرزاق — روزی دینے والا، رزق پیدا کرنے اور پہنچانے والا اپنی مخلوق

کو۔ رزق کے معنی ہیں، وہ چیز کہ جس سے فائدہ اور نفع حاصل کیا جائے
رزق کی دو قسمیں ہیں۔ صوری اور معنوی۔ صوری وہ ہے۔ جس سے
بدن انسانی کو فائدہ پہنچے۔ اور وہ ماکولات اور مشروبات ہیں۔ اور دیگر
اسباب ضروری۔ اور معنوی رزق وہ ہے۔ جس سے دل اور روح کو نفع
پہنچے۔ اور وہ قرآن وحدیث کا علم اور اس کی سمجھ ہے۔
مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ سوائے اللہ کے کسی کو رازق
نہ جانے۔ اور نہ ہی رزق کی اللہ کے سوا کسی سے امید اور توقع رکھے۔ اور
رازق برحق سے یوں تخلق کرے۔ کہ کھانے پینے کی چیزیں حتی المقدور اس
کی مخلوق میں بانٹے۔ اپنے مال سے لوگوں کو نفع پہنچائے۔ اور علم کا
فیضان عام کرے۔ درس تدریس کا انتظام کر کے کتاب وسنت کو
پھیلائے۔ اور جو کوئی الرزاق کو بکثرت پڑھے گا۔ ظاہری اور باطنی
رزق سے حصہ وافر پائے گا۔

اَلْفَتَّاحُ کی خاصیّت

الفتاح ـــ کھولنے والا۔ ہر مشکل حل کرنے والا۔ رزق، رحمت، برکت اور علم کے
دروازے وا کرنے والا۔ حکم اور فیصلہ کرنے والا۔ الفتاح پر ایمان رکھنے
والے کو دنیا اور آخرت کے تمام امور میں خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔
تمام حاجتوں اور مشکلوں میں اسی کے دروازے کو دستک دینی چاہیئے
اس اسم کے پڑھنے سے حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کے
دروازے کھلتے ہیں۔ اور دل کا زنگ دور ہو کر اس میں جلا آتی ہے
شرح صدر کی نعمت ملتی ہے!

اَلْعَلِیْمُ کی خاصیّت

العلیم ـــ جاننے والا ظاہر اور باطن کا

جب ہر شخص یہ ایمان رکھتا ہے۔ کہ وہ ظاہر اور باطن کو برابر جانتا ہے۔ تو پھر اس کو پوشیدہ طور پر بھی گناہ کرتے وقت اسی طرح شرم کرنی چاہیئے۔ جس طرح علانیہ ارتکاب معاصی سے حیا کرتا ہے۔ اگر علانیہ لوگوں سے شرم کرتا ہے۔ تو چھپ کر کرنے سے علیم لازوال سے حیا کرے۔ پھر علیم پر ایمان رکھنا پورا ایمان ہوگا۔ جو شخص یہ اعتقاد رکھے۔ کہ کوئی غیر اللہ کسی کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔ تو ایسا اعتقاد رکھنے والا یقیناً مشرک ہے۔ اور اگر اللہ کسی کو کسی کے حال سے مطلع کر دے۔ تو یہ اللہ کی علیمی ہے۔ نہ کہ پیر کا کسب۔

اس اسم کو بکثرت پڑھنے سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور کئی پوشیدہ بھید اس پر کھلتے ہیں۔

۲۰ اَلقَابِضُ کی خاصیّت

القابض ـــ بند کرنے والا، تنگ کرنے والا روزی کا۔ جس طرح رزق کی فراخی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح کسی کا رزق تنگ یا بند کر دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ سوائے خدا کے کوئی کسی کی روزی رزق کو کم نہیں کر سکتا۔ روک نہیں سکتا۔

۲۱ اَلبَاسِطُ کی خاصیّت

الباسط ـــ دلوں کا فراخ کرنے والا اور روزی کا کشادہ کرنے والا۔ ہزار بار اس اسم کا روزانہ پڑھنا روزی کو کشادہ کرتا ہے۔ اور رزق فراواں نیز اس کے ورد سے دل کی حالتِ قبض، حالتِ بسط میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

۲۲ اَلْخَافِضُ کی خاصیّت

الخافض — پست کرنے والا کافروں کو ذلت اور خواری کے ساتھ — دور کر کے اپنی بارگاہ جبروت سے۔ یہ خدائے خافِض ہی کی شان ہے۔ کہ جسے چاہے پستی عطا کرے۔ اس کے سوا کوئی کسی کو پست اور ذلیل نہیں کر سکتا۔ اس کے بکثرت پڑھنے سے دشمن مغلوب ہوتا ہے۔

۲۳ اَلرَّافِعُ کی خاصیّت

الرافع — بلند کرنیوالا اہل ایمان کو عزت کے ساتھ۔ خدائے رافع ہی بلندیاں اور مرتبے بخشنے والا ہے۔ درجات اور رفعتیں اسی کے پاس ہی ہیں۔ اس کے پڑھنے سے خدا تعالےٰ عامل کو خلقت میں سے چن لیتا ہے۔ اور لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دیتا ہے۔

۲۴ اَلْمُعِزُّ کی خاصیّت

المعز — عزت دینے والا۔ عزت اللہ مُعزّ کے ہاتھ میں ہی ہے۔ اسکا پڑھنے والا خلقت کی نظر میں نہایت عزت اور وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور لوگوں پر اس کی ہیبت طاری رہتی ہے۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ جو لوگ علم و عمل کی وجہ سے خدا کے نزدیک معزز ہیں۔ ان کو عزیز جاننا چاہیئے۔

۲۵ اَلْمُذِلُّ کی خاصیّت

المذل۔ ذلت دینے والا۔ کافروں مشرکوں کو خوار کرنے والا۔ المذل کا ورد کرنے سے ظالم اور حاسد لرزہ براندام رہتے ہیں۔ اور خدا ان کے شر سے بال بال بچاتا ہے۔ اور اس کی تعلیم یہ ہے کہ جو لوگ کفر و شرک اور گمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوں۔ ان کو بوجہ خوارِ درگاہ ایزدی خوار سمجھنا چاہیئے۔ البتہ اعلےٰ اخلاق کے ساتھ تبلیغ ضرور کرنی چاہیئے۔

۲۶ اَلسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کی خاصیّت

وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے بندہ مومن کو لازم ہے کہ خدا کی معصیت میں نہ سنے اور نہ دیکھے۔ اور خدا تعالیٰ کو اپنے ہر قول و فعل پر حاضر ناظر، سننے والا اور دیکھنے والا یقین کرے۔ اس طرح کہ کوئی کلمہ شریعت کے خلاف منہ سے نہ نکالے۔ کہ اللہ سنتا ہے۔ اور کوئی کام کتاب و سنت کے خلاف نہ کرے کہ اللہ دیکھتا ہے۔ سمیع و بصیر خدا کو نہ کوئی ناراض کرنے والی بات سنائے۔ اور نہ کوئی موجب غضب کام کرکے دکھائے۔ السمیع کو بکثرت پڑھنا مستجاب الدعوات بناتا ہے۔ بندہ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور البصیر کے پڑھنے والے پر خدا کی خاص نظر عنایت ہوتی ہے۔

۲۸ اَلْحَکَمُ کی خاصیّت

الحکم۔ حکم کرنے والا۔ فیصلہ کرنے والا یعنی اس کا ایسا حکم اور فیصلہ ہے۔ کہ کوئی طاقت آسمانوں اور زمین میں اس کے حکم اور فیصلہ کو رد نہیں کرسکتی پھر انسان پر واجب ہے۔ کہ جب اس نے اللہ کو حَکَم مان لیا۔ تو اس کا ہر فیصلہ تسلیم کرے۔ اس کی ہر قضا پر راضی رہے۔ اور اس کے ہر فیصلہ اور حکم کو اپنے حق میں عین عدل یقین کرکے سرِ خم تسلیم کر دے الحکم کی دعوت انسان کو غیر اللہ سے بے خوف کر دیتی ہے۔ اور اس کے دل کو گنجینۂ اسرارِ الٰہی بنا دیتی ہے۔

۲۹ اَلْعَدْلُ کی خاصیّت

العدل — انصاف کرنے والا منصف ایسا منصف کہ کوئی اس کے انصاف کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب معلوم ہوا۔ کہ وہ انصاف کرنے والا ہے۔ تو پھر

امتثال اوامر میں خوف کھاتے ہوئے افراط و تفریط سے بچیں اور اپنی بے راہ رویوں کے سبب اس کے عدل سے ڈرتے ہوئے اس کے فضل پر تکیہ کریں!

العدل کی دعوت افراط و تفریط سے بچاتی اور خلق کو مسخر کرتی ہے!

۳۰۔ اَللَّطِیْفُ کی خاصیّت

اللطیف - باریک بین - ایسا باریک بین کہ دور اور نزدیک اس کے آگے برابر ہے۔ فلک الافلاک سے لے کر تحت الثرٰی تک کی سب چیزوں کو یکساں دیکھتا ہے۔ اور نرمی کرنے والا ہے۔ اس سے تخلق یوں کریں۔ کہ دین و دنیا کے امور میں غور و خوض کیا کریں۔ اور بات کی تہ کو پہنچنے کی سعی کریں۔ اور اس کی خلقت کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آیا کریں۔

رنج - غم - دکھ - درد - فقر - فاقہ - حیرانی - پریشانی اور تمام مہمات میں اس کی دعوت اکسیرِ اعظم کا حکم رکھتی ہے۔ تین ہزار بار بعد نماز عشاء پڑھا کریں۔ چند دنوں میں ہی اس کے اسرار کھلنے لگ جائیں گے۔

۳۱۔ اَلْخَبِیْرُ کی خاصیّت

الخبیر — خبردار دل کے اسرار پر — اور جملہ امور سے آگاہ! جب ہم نے اس کو خبیر مان لیا۔ کہ ہمارے دل کے بھیدوں پر مطلع ہے۔ تو پھر اس کی محبت اور یاد سے دل کو آباد کرنا چاہیئے۔ ریاکاری کو ترک کر کے تقوٰی اختیار کرنا چاہیئے۔ کوئی خیال ایسا دل میں نہ آئے۔ جس سے وہ ناراض ہو۔ کوئی ایسی نیت نہ کریں۔ جو اسے گوارا نہ ہو۔ اور ہر حین و آن دل کا معاملہ ذات پاک کے ساتھ صاف رکھیں۔ جو شخص غیر اللہ کو اپنے دل کے بھیدوں سے واقف جانتا ہے۔ وہ اسے اللہ کا مقام بخشتا ہے۔ شرک کی ظلمت

میں اوندھے منہ گرتا ہے۔ نفس امارہ سے نجات پانے کے لئے اس اسم کی دعوت اہل اللہ کے نزدیک مجرب ہے!

اَلْحَلِیْمُ کی خاصیّت ۳۲

الحلیم — بردبار۔ لوگوں کو انکے گناہوں اور نافرمانیوں پر عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ انہیں ڈھیل اور مہلت دیتا ہے۔ کہ توبہ کرلیں۔ اس سے تخلق یوں کریں۔ کہ ماتحتوں کی گوشمالی میں تامل کریں۔ اور نادانوں کی ایذائوں پر تحمل۔ اور حلم کی خوبی یہ ہے۔ کہ نیکی کریں۔ ان سے جو برائی کریں۔ الحلیم کی دعوت سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ جس سے بغض وعناد، شر وطغیان اور ظلم واستبداد کی تاریکیاں ناپید ہو جاتی ہیں۔

اَلْعَظِیْمُ کی خاصیّت ۳۳

العظیم — خیالوں، وہموں اور قیاسوں سے، ذات اور صفات میں بزرگ اور برتر۔ اس کی عظمت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہم دونوں جہانوں کو اس کی بزرگی اور بڑائی کے آگے ہیچ جانیں۔ اور نفس حقیر کو اس کی جناب میں امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کی صورت میں ذلیل رکھیں۔ اس کی دعوت آدمی کو خلقت میں بزرگ بناتی ہے۔

اَلْغَفُوْرُ کی خاصیّت ۳۴

الغفور — بہت بخشنے والا۔ پردہ پوش جب وہ گناہ بخش دیتا اور پردہ پوشی فرماتا ہے۔ تو پھر کبھی نہیں جتاتا۔ اور بخشش اور پردہ پوشی میں کوئی اس کے برابر نہیں ہے۔ اس کی دعوت سے دل کی سیاہی دور ہو جاتی ہے۔

اَلشَّکُوْرُ کی خاصیّت ۳۵

الشکور — قدردان — وہ ایسا قدردان ہے۔ کہ تھوڑے سے عمل

پر ثواب اور اجر عطا فرماتا ہے۔ اور کسی نیکی کو رائگاں نہیں جانے دیتا۔ انسان جتنا بڑا ہوتا ہے۔ اتنا ہی معمولی آدمیوں سے بے پروا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ سب سے بڑا ہو کر سب سے بڑا قدر دان ہے۔ معمولی سے معمولی آدمیوں کی حقیر سے حقیر نیکی کی بھی قدر کرتا اور اجر دیتا ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم تمام چھوٹی بڑی نعمتوں کو خدا کی طرف سے جان کر شکر کریں۔ اعضاء و قوے کی نعمتوں کا اطاعت سے احسان مانیں۔ اور تمام مادی، اور روحانی نعمتوں کی بھی، اس کی فرماں برداری کرتے ہوئے، قدر کریں۔ حتےٰ کہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے احسان کا شکر بجالائیں معیشت کی تنگی کے لئے الشکور کی دعوت تریاق ہے۔

اَلْعَلِیُّ کی خاصیّت

العلی ۔۔۔ بلند مرتبہ ۔۔۔ اس کے مرتبہ کی بلندی کے آگے ہمیں اپنے نفس کو عبادت اور طاعت کے ساتھ ذلیل رکھنا چاہیئے۔ اور عبادت اور طاعت بغیر علم کے بے معنی ہے۔ اس لئے علم کے حاصل کرنے میں بہت کوشش کریں۔ حتیٰ کہ اس کی بلندیوں پر جا پہنچیں۔ العلی کی دعوت بے وقری کو عزت اور بزرگی سے بدل دیتی ہے۔

اَلْکَبِیْرُ کی خاصیّت

الکبیر ۔۔ بڑا ۔ ایسا بڑا کہ کوئی اس کی بڑائی کو نہیں پہنچ سکتا ہمیں اس کی بڑائی کو یوں ماننا چاہیئے کہ اسکی بڑائی کے سوا ہر کسی کی بڑائی گلدستہ طاق نسیاں ہو کر رہ جائے اور حصول علم و عمل میں یہاں تک جدوجہد کریں۔ کہ اپنے ہمسروں میں بڑائی کو پالیں اور پھر اس بڑائی کو تعبّد اور تذلّل کے ہاتھوں اللہ کی بڑائی پر قربان کردیں۔ کہ انجام کار صرف اسی کی بڑائی ثابت رہے

الکبیر کی دعوت دنیا میں مرتبہ کی بلندی بخشتی ہے۔

۳۸ اَلْحَفِیْظُ کی خاصیت

الحفیظ۔ نگاہ رکھنے والا جہان کو برباد ہونے سے۔ اسی کی حفاظت سے ہی آسمان اور زمین قائم ہیں۔ اور اسی اکیلے کی نگرانی سے ہی عرش سے لے کر فرش تک تمام کارخانہ چل رہا ہے۔ بندہ کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے تمام اعضاء کی نگرانی کرے۔ معاصی سے، اور نگاہ رکھے گناہوں سے۔ اور دل کی حفاظت کرے کہ اس پر غیر اللہ کا قبضہ نہ ہو جائے۔ اور تمام امور میں خدا کی قضا و قدر پر راضی رہے۔ اس کی دعوت محفوظ رکھتی ہے نظر بد سے، حوادثات سے اور جمیع آفات و بلیات سے۔

۳۹ اَلْمُقِیْتُ کی خاصیت

المقیت ــــ ابدان اور ارواح کو غذا دینے والا۔ بدن اور روح کے لئے وہی قوت پیدا کرتا اور پہنچاتا ہے۔ اور زندگی رواں دواں ہے۔ جب اس کو مقیت مان لیا۔ تو پھر قوت، غذا، اور روزی رزق کا داتا بھی اسی کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ عبادات کی توفیق روح کی قُوت ہے۔ اور بے شمار اغذیہ بدن کی غذا ہے۔ یہ صفت سوائے اللہ مقیت کے اور کس میں ہے؟ اس کے ورد سے روح کی پرواز تیز اور بلند ہو جاتی ہے۔ توفیق خیر میں برکت اور زیادتی نصیب ہوتی ہے۔ اور رزق بہت وسعت سے ملتا ہے۔

۴۰ اَلْحَسِیْبُ کی خاصیت

الحسیب۔ کفایت کرنے والا۔ جب خدا تعالےٰ کو ہر حال میں کفایت کرنے والا مان لیا۔ تو آدمی کو ہرگز پریشان اور دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور ہر وقت اس کی کفایت پر تکیہ رکھنا چاہیئے۔ چشم زخم کے لئے یہ اسم

پُرتاثیر ہے۔

اَلجَلِیلُ کی خاصیّت

الجلیل — بزرگ قدر — وہ ایسا بزرگی والا ہے۔ کہ کوئی اس کی بزرگی کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہمیں اپنے کردار کو نکھار کر اسے اچھی صفتوں سے آراستہ کرنا چاہیئے۔ اس طرح کہ شرافت کے معیار پر پورا اترے۔ الجلیل کی دعوت سے خلق توقیر اور تعظیم کرتی ہے!

اَلکَرِیمُ کی خاصیّت

الکریم —کرم کرنے والا۔ بڑا دینے والا۔ کہ اس کی دین تمام نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے خزانوں میں کمی آتی ہے۔ بے شک اس کا کرم لامثال اور اس کی عطا لاجواب ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو خدا تعالےٰ ہر طرح سے مکرم اور معزز بنا دیتا ہے۔

اَلرَّقِیبُ کی خاصیّت

الرقیب — رکھوالا — وہ ایسا پاسبان ہے۔ کہ اپنے بندوں کے احوال اور افعال کی پوری پوری خبر رکھتا ہے۔ جب ہم کو معلوم ہے۔ کہ وہ ہمارے ہر قول و فعل، نشست و برخاست، حرکت و سکون، اور اعضا و قویٰ کے وظائف کی پاسبانی کرتا ہے۔ تو پھر ہم کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی نافرمانی اور قانون شکنی نہیں کرنی چاہیئے۔ ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کریں۔ اور اس کی سزاؤں کے ڈر سے لرزہ براندام رہیں۔ اس اسم کی دعوت آفتوں، بلاؤں، اور دشمنوں کی شرارتوں سے محفوظ رکھتی ہے

اَلمُجِیبُ کی خاصیّت

المجیب۔ قبول کرنے والا، عاجزوں اور بے بسوں کی دعاؤں کا اور جواب

دینے والا پکارنے والوں کی پکار کا۔ جب ہم نے اس کو مجیب تسلیم کیا۔ تو یہ بھی مان لینا چاہیئے۔ کہ وہ براہ راست دعاؤں کو قبول کرتا اور بالراست ہی جواب دیتا ہے۔ قبول کروانے اور جواب دلوانے کے لئے درمیان میں کسی کی ضرورت نہیں۔ اس کی دعوت بندہ کو مستجاب الدعوات بناتی ہے۔

اَلْوَاسِعُ کی خاصیت

الواسع ـــ کشادہ رحمت۔ سب کو نعمتیں پہنچانے والا۔ اس قدر کہ کوئی اس کی نعمتوں کو گن نہیں سکتا۔ الواسع کی صفاتی روشنی میں ہمیں فراخی علم، کثرت سخاوت اور اخلاق حسنہ کے لئے بہت کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے وظیفہ سے قناعت اور برکت کی دولت ملتی ہے۔

اَلْحَکِیْمُ کی خاصیت

الحکیم ـــ حکمت والا۔ دانا۔ استوار کار اللہ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور اس کی حکمت ہر قسم کے عیب اور نقصان سے پاک ہے۔ تو اس کے تمام کام بے عیب۔ زیان و خسران سے پاک، خسارے گھاٹے سے مبرا اور جرح قدح سے وراء الوراء ہوئے۔

اس کی حکمت کی روشنی میں ہمیں ہر کام بڑی حزم و احتیاط، سوچ بچار، غور و فکر اور اصابت رائے سے کرنا چاہیئے۔ بڑا مضبوط محکم اور استوار قدم اٹھانا چاہیئے۔ جہالت اور سفاہت سے بچتے ہوئے!

اس اسم کی دعوت سے ایسی مہمات سر انجام پاتی ہیں۔ جن کا کوئی حل نظر نہ آتا ہو۔

اَلْوَدُوْدُ کی خاصیت

الودود ـــ دوست دار۔ فرمان

برداروں کا ساتھی۔ بیحد پیار کرنیوالا۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی ساتھ دینے والا۔ کوئی محبت اور پیار کرنے والا۔ اور کوئی آڑے وقت میں کام آنے والا نہیں ہے اندوہ وغم اور رنج والم کے تنگ وتار زندان میں اس کی مودت کی شمع اجالا کرتی ہے، خشکی اور تری میں ہر گام اور ہنگام پر آفتوں، بلاؤں اور مصائب کے ہجوم، جنگلوں اور صحراؤں کی پرخطر راہوں، دکھوں، دردوں، مرضوں اور کربوں میں اس کی دوستی دلاسا دیتی، مداوا بنتی، دکھ گنواتی۔ جان بچاتی۔ کارسازی کرتی۔ سینے سے لگاتی۔ اور پیار کرتی ہے۔ ہے کوئی ایسا دوست؟ آسمانوں اور زمین میں سوائے ودود کے آپ کسی کو موجود نہ پائیں گے!

اس کی مودت کی روشنی میں ہمیں اپنی تمدنی زندگی میں یاروں کا یار اور دوستوں کا دوست بن کر رہنا چاہیئے۔ الودود کی دعوت عامل کو لوگوں میں چودھویں رات کے چاند کی طرح محبوب بنا دیتی ہے۔ اور محبوب حقیقی کا پیار ہر وقت عامل کے شامل حال رہتا ہے۔

اَلْمَجِیْدُ کی خاصیت

المجید — ذات اور افعال میں بزرگ۔ بڑی شان والا۔ اس کی بزرگی اور شان ایسی ہے، کہ کبھی اس میں کمی نہیں آئی۔ اور کبھی اس نے اپنی غیر شایان شان کام نہیں کیا۔ اس کی مجد وشرافت کی لامحدودیت نے تمام اولاد آدم کی بزرگیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس کی دعوت سے آدمی اپنے ہم جنسوں میں عزت وحرمت پاتا ہے۔

اَلْبَاعِثُ کی خاصیت

الباعث — قبروں سے مُردوں کو زندہ کر کے اٹھانے والا۔ غافلوں

کے دلوں کو بیدار کرنے والا۔ الباعث کی قدرت سے ہی قیامت کے دن تمام مردے جی اٹھیں گے۔ اور قیامت کے روز مُردوں کو اٹھانے کا ثبوت باعثِ برحق حضرت عیسٰے علیہ السلام کے معجزہ کی صورت میں اس جہاں میں بھی دے چکا ہے۔ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ میں الباعث کی قدرت ہی کارفرما تھی۔ اور اس کے علاوہ بے شمار دلوں کی میتوں کو بھی اس نے زندگی بخشی ہے۔ اللہ کی اس صفت میں ہے کوئی شریک؟ حاشا وکلا۔ اس شرک کا تصور بھی نہیں آسکتا۔ الباعث کے بکثرت پڑھنے سے دل کی سستی، غفلت اور مردنی دور ہو کر اس میں روح رحمت آجاتی ہے!

اَلشَّہِیْدُ کی خاصیّت

الشہید۔ حاضر۔ گواہ۔ ظاہر و باطن پر آگاہ۔ اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ اور غائب نہیں۔ جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے، اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ — کیا تیرا پروردگار کافی نہیں یہ کہ وہ ہر چیز پر مطلع، آگاہ، اور گواہ ہے[1]۔ معلوم ہُوا۔ کہ وہ ہمارے احوال اور افعال پر پوری طرح مطلع ہے زندگی کے ہر ہر لمحہ کی اسے خبر ہے۔ مرورِ حیات کی تمام خلوتوں اور جلوتوں میں حاضر و ناظر اور موجود ہے! پھر ایسے ہمہ وقت موجود، ظاہر و باطن سے آگاہ — گواہ کے سامنے ہمیں گناہ کرتے وقت کچھ تو شرم کرنی چاہیئے!

اور اس سے تخلق یہ ہے۔ کہ ہم ہمیشہ حق کی رعایت کریں اور

---

[1] (پ ۲۵ - ع ۱)

ہمیشہ سچ پر گواہ ہوں۔ جیساکہ اس نے خود ہی فرمایا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ —— اے ایمان والو! ہو جاؤ تم قائم رہنے والے ساتھ انصاف کے، گواہی دینے والے (سچ کی) واسطے اللہ کے"۔[1]

اللہ کی اس صفت حاضر و ناظر اور ہر جگہ موجود ہونے میں کیا ہے کوئی اس کا شریک؟ ہرگز نہیں؟

اس اسم کو سو بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے نافرمان اور غیر صالح اولاد کو روزانہ پلائیں۔ شاہد لازوال اس کو فرماں بردار اور صالح بنا دیگا۔ انشاءاللہ۔

اَلْحَقُّ کی خاصیت [۵۱]

الحق —— سچا اور اصل۔ جو ثابت اور لائق ہے۔ ساتھ شہنشاہی اور خدائی کے۔ اور اس کے سوا سب فانی ہیں۔ کوئی بھی حق اصل اور ثابت نہیں ہے۔ کسی کے لئے خدائی اور شہنشاہی ثابت اور باقی نہیں۔ جب ہم نے پہچان لیا۔ کہ الحق صرف وہی ہے تو پھر فانی راہی اور غیر ثابت مخلوق کو بھلا کر اسی کے ذکر فکر میں محو ہو جانا چاہیئے۔ اور اس سے تخلق یہ ہے۔ کہ ہم اپنی زندگی میں حق اور صداقت کا ساتھ دیں۔ ہمیشہ سچائی کے حامی بنیں۔ اس کی دعوت ہر طرح کی قید و بند سے رہائی دلاتی ہے۔ اور نقصانوں کی تلافی کا موجب ہے۔

اَلْوَکِیْلُ کی خاصیت [۵۲]

الوکیل —— کارساز۔ سامان کرنے والا۔ بندوں کی حاجتوں کا ضامن

[1] پ ۵ ع ۱۷)

خود ذات پاک نے فرمایا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا۔ کارساز ہونے میں اللہ کافی ہے، وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ تو تمام کام اللہ کو سونپو، یعنی تمام کاموں میں اللہ ہی سے کارساز چاہو! وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ۔ اور سونپ اپنے کام اس زندہ کو جو نہیں مرتا، یعنی سامان کرنے کو کہہ، کارسازی چاہ ۔۔۔ ایسے زندہ سے جسے موت نہیں ہے!

وہ ایسا کارساز ہے۔ جو اپنے بندوں کی کارسازی اور سامان کرنے میں نہ غلطی کرتا ہے۔ نہ بھولتا ہے۔ نہ تھکتا ہے۔ نہ اکتاتا ہے۔ نہ سوتا ہے۔ نہ اونگھتا ہے۔ نہ غفلت اور سستی کرتا ہے۔ اور اپنے علم کے کمال اور حکمت کی خوبی سے سامان سازی میں ٹھیک ٹھیک اندازہ کرتا ہے اپنے غلاموں کی تمام حاجتوں کی ذمہ داری پورے عدل و انصاف، اور مودت و رحمت کے ساتھ پوری کرتا ہے۔ اور پھر مزا یہ ہے۔ کہ اس کی کارسازی اور ضامنی کو نہ زوال ہے نہ فنا۔

الوکیل سے یوں خلق پکڑیں۔ کہ ضعیفوں، کمزوروں، اور عاجزوں کے کام آئیں۔ ان کے دکھ، درد، حاجت اور ضرورت کے وقت ان کا ہاتھ بٹائیں۔

اس اسم کی دعوت زندگی کی تمام مشکلات کا حل ہے۔ خوف و ہراس اور دہشت کے وقت الوکیل کو پکارنا امن و امان پانا ہے!

اَلْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ کی خاصیت

القوی المتین۔ قوت والا استوار، تمام امور میں توانا۔ اور مضبوط! یعنی ہر کام کو انجام دینے کے لئے اسے لازوال توانائی،

مضبوطی، استواری اور قوت حاصل ہے۔ کوئی اس کے ہونے کام کو روک نہیں سکتا۔ اس میں دخل نہیں دے سکتا۔ ٹال نہیں سکتا۔ آسمانوں اور زمین کا کارخانہ چلانے، اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے وہ لافانی قوت اور متانت کا مالک ہے۔

ان اسماء سے یوں تخلق چاہئے۔ کہ ہم نفسانی خواہشات پر قوت اور غلبہ پائیں۔ دین کے کاموں میں پختگی اور متانت برتیں۔ شرع کے احکام جاری کریں۔ اور باطل کو دبائیں۔

دشمن کی قوت توڑنے اور مناصب عالیہ پانے کے لئے ان اسماء کی دعوت کامیاب ہے۔

اَلْوَلِیُّ کی خاصیت

الولی — حمایتی — مددگار۔ مومنوں کا دوست۔ خدا کی دوستی بندۂ مومن کے ساتھ یہ ہے۔ کہ وہ اسے اعمال خیر اور اپنے ذکر کی توفیق دیتا ہے، اپنے دربار کی حاضری کا پانچ وقت شرف بخشتا ہے۔ اِمتثال اوامر کی راہیں اس کے لئے آسان کرتا اور نواہی سے باز رکھنے کی طاقت دیتا ہے اور اگر اس سے گناہ سرزد ہو جائے۔ تو بڑی جلدی اسے توبہ کے ذریعہ اپنے در پر جھکا لیتا ہے۔ اور فرشتوں اور اپنے دوستوں کے دل میں اس کی محبت ڈالتا ہے۔ اور کافروں، مشرکوں، ظالموں، بدعتیوں کے مقابلہ میں اس کی حمایت اور مدد کرتا۔ بلاؤں سے نجات دیتا۔ اور ابتلاؤں میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

اس سے تخلق یہ ہے۔ کہ تمام مسلمانوں سے اللہ کے لئے دوستی کریں۔ اور دین کی تائید میں کوشاں رہیں۔ اس کی دعوت سے طبیعت میں

صلاحیت آتی ہے۔

اَلْحَمِیْدُ۵۶ کی خاصیّت

الحمید — ستودہ۔ تعریف کیا گیا۔ در اصل تعریف کے لائق اللہ ہی کی ذات ہے جس میں خوبیاں ہی خوبیاں اور گن ہی گن ہیں۔ صفتیں ہی صفتیں، اور کمالات ہی کمالات ہیں۔ کوئی عیب، نقص، کجی اور خامی نہیں ہے، ازل سے ابد تک وہی تعریف اور حمد کے لائق ہے۔

اس سے یوں خلق پکڑیں۔ کہ ایسا عمدہ کردار اور اخلاق فاضلہ حاصل کریں۔ کہ خدا بھی خوش ہو اور اس کی مخلوق بھی تعریف کرنے لگے۔ اس نیت سے نیک نہ بنیں کہ لوگ تعریف کریں۔ بلکہ نیکیاں اور اعمال خیر خدا کی رضا کی خاطر کمائیں۔ اس اسم پاک کی دعوت آدمی کو پسندیدہ افعال اور صاحب کردار بناتی ہے۔

اَلْمُحْصِیْ۵۷ کی خاصیّت

المحصے — اپنے علم کے ساتھ ہر چیز کو گھیرنے والا۔ عرش سے لیکر فرش تک تمام مخلوق خدا کے علم میں ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے احاطہ علم سے خارج نہیں۔ جب وہ ذات پاک اتنی حاوی ہے اور ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ تو ہمیں ایک لمحہ اور لحظہ بھی اس سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے اور کوئی حرکت اس کی مرضی کے خلاف نہیں کرنی چاہیئے۔ شب و روز جس کے احاطہ و احصار میں ہوں۔ حلقے اور گھیرے میں ہوں۔ اس کی نافرمانی کے تصوّر سے کیوں نہ لرزہ براندام ہوں۔

المحصے کے صفاتی نور سے اپنے گناہوں کو دیکھو۔ گنو اور شمار کرو۔ اور پھر توبہ اور استغفار کرو۔ اور پھر اس کی نعمتوں کو شمار کرو۔ اور گنو۔

جب ان کے شمار اور احصار سے عاجز ہو۔ تو رو رو کر اس کی جناب میں شکر کرو، جتنا کر سکو۔

اس کی دعوت ہر طرح کے مصائب و آلام کے گھیروں سے نجات دیتی ہے۔

اَلْمُبْدِیُٔ ۵۸ اَلْمُعِیْدُ ۵۹ کی خاصیّت

المبدی المعید ــــ پہلی بار پیدا کرنے والا، اور دوبارہ پیدا کرنے والا۔ انسان کو پانی کی ایک بوند سے خدا نے پہلی بار پیدا کیا۔ جب کہ اس کا نام و نشان نہ تھا۔ اس کے مر جانے کے بعد دوسری بار پھر پیدا کرے گا۔ اس کو لوٹائے گا۔ پھر زندگی بخشے گا۔ اگر حیات بعد ممات پر تردد یا تعجب ہو۔ تو پہلی زندگی پر بھی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دونوں زندگیوں میں عدم سے وجود اور نیست سے ہست ہوا ہے۔ اگر پہلی زندگی نتیجہ ہے نیست کا۔ تو کیوں نہیں دوسری زندگی ثمرہ ہو سکتی عدم کا۔ کہ خدا دونوں زندگیوں پر یکساں قادر ہے۔

اَلْمُحْیِیْ ۶۰ اَلْمُمِیْتُ ۶۱ کی خاصیّت

المحی الممیت ۔ زندہ کرنے والا اور مارنے والا۔ موت اور حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے جسم کی موت اور حیات بھی اور دل کی زندگی اور موت بھی۔ بندہ مومن کو چاہیئے ۔ کہ خلق خدا کو قرآن اور حدیث کے علم سے زندہ کرے۔ اور شیطانی اور نفسانی خواہشوں ، اور خطروں کو خدا کے خوف سے مارے۔

اَلْحَیُّ ۶۲ کی خاصیّت

الحی ــــ ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ازلی ابدی زندگی کا مالک۔

سب سے پہلے زندہ اور سب سے بعد بھی زندہ۔ الحی کی صفاتی روشنی میں بندہ کو اس کی یاد کے ساتھ زندگی پانی چاہیئے۔ اور اپنی جان اسی کے ذکر و فکر اور حکم میں خرچ کر کے ابدی زندگی حاصل کرنی چاہیئے۔ الحی کی دعوت سے صحت اور عمر میں برکت اور ثبات اور طاقت اور قوت آتی ہے۔

اَلْقَیُّوْمُ ۶۳ کی خاصیت

القیوم —— خود قائم، اور سارے جہانوں کو قائم رکھنے والا۔ اگر ایک لحظہ کے لئے بھی وہ ذاتِ قیوم آسمان اور زمین کو تھامنے سے چھوڑ دے تو کائنات ارضی اور سماوی پاش پاش ہو جائے۔ ہر مخلوق صرف اسی کے سہارے قائم ہے۔ القیوم کے ورد سے زندگی کو جسمانی اور روحانی طور پر سہارا ملتا ہے۔

اَلْوَاجِدُ ۶۴ کی خاصیت

الواجد —— موجود کرنے والا اور پانے والا ہر چیز کو اپنے ارادہ کے ساتھ —— وہ کسی چیز کے لئے بھی کسی کا محتاج نہیں۔ ہر چیز کو پانا اور موجود کر لینا اس کی صفت ہے۔

اَلْمَاجِدُ ۶۵ کی خاصیت

الماجد —— بزرگی والا۔ شان والا۔ کوئی اس کی ازلی ابدی بزرگی کو نہیں پہنچ سکتا اس اسم کی دعوت انسان کے ظاہر اور باطن کو نورٌ علیٰ نور بنا دیتی ہے

اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ ۶۶ ۶۷ کی خاصیت

الواحد الاحد —— اکیلا تنہا ذات اور صفات میں یکا ایک اکیلا۔ بندہ مومن کو چاہیئے۔ کہ خدا کی توحید میں اس قدر مضبوط اور عبادت میں اتنا قائم اور ثابت ہو۔ کہ اپنے ہم جنسوں میں اکیلا اور تنہا ہو۔

جائے۔ عقیدۂ توحید کے کمال اور عبادت کے حسن وجمال کے اس مقام تک پہنچے۔ کہ دوسرے وہاں تک پہنچنے کی تمنا ہی کرتے رہ جائیں' ان اسمار کی دعوت سے بندہ کو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور دل سے غیر اللہ کا خوف مٹ جاتا ہے۔

اَلصَّمَدُ کی خاصیت

الصمد ۸۶ — بے نیاز — بے پرواکہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ کھانے، پینے، سونے، اونگھنے، صلاح لینے، مشورہ کرنے ہر قسم کی محتاجی اور دست نگری سے بے نیاز، خود مختار، اور آزاد ہے ماں باپ، بیوی بچوں، رشتوں ناتوں سے پاک ہے۔ نہ خود کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ نہ آپ کسی کا حصہ ہے اور نہ اس سے کوئی حصہ جدا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ سے جیسا ہے۔ سدا ویسا ہی رہے گا۔ ازل اور ابد میں بے پروائی اور استغنا اسی کا خاصہ ہے۔ ہر مخلوق اپنے قیام وبقا کے لئے اس کی محتاج اور طلب گار اور وہ ہر مخلوق سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ اس نے خود ارشاد فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۔ اے لوگو! تم سب محتاج ہو طرف اللہ کی اور اللہ وہی ہے (فقط) بے احتیاج تعریف کیا گیا۔

اللہ صمد کو ماننے والے پر لازم ہے۔ کہ وہ ہر حاجت میں اسی کی طرف رجوع کرے۔ رزق سے بے فکر رہے۔ ہاں کوشش ضرور کرے لیکن کوشش کے باوجود توکل اور بھروسہ اسی صمد بے نیاز پر رکھے۔

ل۵ (پ ۱۲ ع ۱۵)

اور خلق سے بے پروا رہے۔

بھوک ننگ اور فقر و فاقہ سے نجات پانے کے لئے اس اسم کو دو ہزار بار روزانہ پڑھنا چاہیئے۔ متواتر جاری رکھیں۔ خدا اس قدر رزق اور مال دے گا۔ کہ بندہ حیران رہ جائے گا۔ حتیٰ کہ خدا اس کو خلق سے بے نیاز کر دے گا۔

اَلْقَادِرُ اَلْمُقْتَدِرُ کی خاصیت

القادر المقتدر — قدرت والا - قدرت ظاہر کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر ارادے کو پورا کرنے پر قادر ہے کوئی چیز، بات اور امر اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے اسی طرح وہ قدرت ظاہر کرنے والا ہے۔ اس طرح کہ کوئی اس کے اقتدار کے سامنے چون وچرا نہیں کر سکتا۔ کوئی دم نہیں مار سکتا۔

اَلْمُقَدِّمُ اَلْمُؤَخِّرُ کی خاصیت

المقدم المؤخر۔ دوستوں کو اپنی درگاہِ عزت میں آگے کرنے والا اور دشمنوں کو اپنی بارگاہ جلال سے پیچھے ڈالنے والا اور خود ذات پاک سب سے مقدم — آگے ہے اور کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان کے بعد سب سے مؤخر — پیچھے ہے۔ تقدیم بھی ازل میں اسی کیلئے اور تاخیر بھی ابد میں اسی کے لئے! سب سے پہلے بھی وہی، اور سب کے بعد بھی وہی - سبحان ما اعظم شانہ! ہمیں نیکیوں میں سبقت حاصل کرنی چاہیئے۔ آگے بڑھنا چاہیئے۔ اور نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس کو پیچھے ڈالنا، مسلنا، اور کچلنا چاہیئے!

اَلْاَوَّلُ الْاٰخِرُ کی خاصیّت

الاول الآخر ــــ سب سے پہلے اور سب سے پیچھے۔

ازل بھی اس کا اور ابد بھی اس کا ہے۔ کوئی اس کی اولیت اور آخریت میں شریک؟ کوئی نہیں!! سبحان اللہ جس طرح کوئی اس کی ذات میں شریک نہیں۔ اسی طرح کسی کو اس کی صفات میں یارائے شرکت نہیں۔

اَلظَّاهِرُ الْبَاطِنُ کی خاصیّت

الظاہر الباطن۔ آشکارا۔ پوشیدہ۔ یعنی وہ ذات پاک اپنی بے شمار صنعتوں کے کمالات کے سبب آشکار اور ظاہر ہے۔ چونکہ کوئی اس کی ذات کی کُنہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ کسی کے وہم و گمان اور قیاس میں نہیں آسکتی۔ اس لئے ذات پاک بہ اعتبار، برتر از قیاس و وہم و گمان، پوشیدہ ہے۔ یوں سمجھئے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کوئی آشکار نہیں اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی شے پوشیدہ ہے۔ یہ صفات بھی اسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کون تاب لائے؟

اَلْوَالِی کی خاصیّت

الوالی ــــ مالک، کارساز، دوست، حمایتی۔ طرف دار! جس بندہ کو اللہ تعالےٰ کی کارسازی، دوستی، حمایت اور طرفداری نصیب ہو۔ وہ کس قدر خوش بخت اور دین و دنیا میں کامران ہے۔

اَلْمُتَعَالِی کی خاصیّت

المتعالی ــــ برتر ــــ بلند۔ پاک صفات کا مالک۔ یہ صفت اللہ تعالےٰ کی ہے۔ اور ازلی ابدی ہے۔ کون تصور کرسکتا ہے۔ اس کی برتری بلندی اور پاکی صفات کا!

اَلْبَرُّ کی خاصیّت

البر — نیکی اور نہایت احسان کرنے والا۔ جس قدر خدا کے احسان اس کے بندوں پر ہیں۔ کون ان کو شمار کر سکتا ہے۔ اس کی نیکیوں، اچھائیوں، بھلائیوں، سلوکوں، مہربانیوں کی کثرت اور گوناگونی کو کون گن سکتا ہے۔ معلوم ہؤا۔ خدا سے بڑھ کر کوئی نیکی اور احسان کرنے والا نہیں ہے۔

اَلتَّوَّابُ کی خاصیّت

التواب — توبہ قبول کرنے والا۔ توبہ کا مطلب ہے۔ پھرنا۔ لوٹنا اگر اس کی نسبت بندہ کی طرف ہو۔ تو مطلب ہوگا۔ پھرنا گناہ سے، اور اگر خدا کی طرف ہو۔ تو معنی ہوں گے۔ پھرنا ساتھ رحمت کے۔ لوٹنا ساتھ توفیق کے۔ التواب میں یہی معنی مراد ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ بندہ کو توفیق دیتا ہے۔ گناہ سے لوٹنے کی۔ اس کے لئے توبہ کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ اور اس کو اپنا خوف دلا کر خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ پھر بندہ نادم اور شرمندہ ہو کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہ اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ بندے کی طرف لوٹ آتا ہے۔ پس دراصل اللہ ہی توبہ (لوٹنے) میں پہل کرتا ہے۔ بندہ کی توبہ (لوٹنے) پر — جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا — پھر لوٹ آیا۔ اللہ (پہلے) ان پر تو کہ لوٹ آویں (طرف اللہ کے) وہ۔ یعنی پہلے توفیق کے ارادہ سے اللہ لوٹ آیا۔ اللہ نے رجوع فرمایا۔ تو

سلہ رپ ۱۱ ع ۳)

کہ وہ شرمسار ہو کر اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔ رجوع کریں۔ بیشک وہ توّاب ہے۔ گنہگاروں کو آپ توبہ کی توفیق دے کر پھر ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

اَلْمُنْتَقِمُ کی خاصیّت

المنتقم ــــ بدلہ لینے والا ۔ یعنی کافروں، سرکشوں، اور مشرکوں سے عذاب کے ساتھ بدلہ لینے والا۔ برائیوں کے بدلے سزا دینے والا۔ لوگوں کو خدا کی نافرمانی، بغاوت اور قانون شکنی کرتے وقت اس سے ڈرنا چاہیئے۔ اور مارے خوف کے کانپتے ہوئے جرائم کا مرتکب نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ وہ شہنشاہِ لازوال اپنے باغیوں، سرکشوں کو سزا دینے اور عذاب کرنے پر پورا پورا قادر ہے۔ اس کا انتقام بہت سخت ہے۔ کوئی اس کے پکڑے کو چھڑا نہیں سکتا۔ کوئی اس کے مقابلہ میں دم نہیں مار سکتا۔ کہ نہ اس کی گرفت جیسی کسی کی گرفت ہے، اور نہ اس کی پکڑ جیسی کسی کی پکڑ ــــ!

اَلْعَفُوُّ کی خاصیّت

العفو ــــ معاف کرنے والا۔ گناہوں سے درگزر کرنے والا۔ خطاؤں کو محو کرنے والا۔ الغفور سے العفو ابلغ ہے۔ غفر کے معنی چھپانے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ تو غفور گناہوں کا ڈھانکنے والا ہوا۔ پردہ پوش! اور عفو کے معنی معاف کرنے اور خطا بخش دینے کے ہیں۔ جو مشعر بہ محو ہے۔ تو العفو گناہوں کا محو کرنے اور مٹا دینے والا ہوا۔ پس عاصیوں اور گنہگاروں کو چاہیئے۔ کہ وہ خدا کی جناب میں استغفار کرتے رہا کریں۔ اس کے باب عفو کو شرمندگی سے

دستک دیتے رہیں۔ العفوان کے گناہوں کو معدوم اور زائل کردیگا۔ اپنے فضل سے مٹا ہی دے گا۔

اَلرَّءُوْفُ کی خاصیّت ۸۳

الرؤف ۔ شفقت کرنے والا۔ بہت ہی مہربان۔ خدا تعالیٰ کی رأفت اور شفقت بے پایاں ہے۔ خداتعالےٰ سے بڑھ کر کوئی بھی لطف، مہربانی، ہمدردی، رحم، کرم، ترس، دردمندی، محبت اور پیار کرنے والا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ والدین بھی اولاد کے لئے الرءوف کے برابر مہربان نہیں ہیں۔

مَالِكُ الْمُلْكِ کی خاصیّت ۸۴

مالک الملک ـــــ خداوند عالم۔ سارے جہان کا مالک، قابض، متصرف اور مختار۔ وہ ایسا اقتدار اور زور والا بادشاہ ـــــ مالک الملک ہے۔ کہ جہان میں جو چاہے کر ڈالے، کوئی طاقت اس کے آگے دم نہیں مار سکتی۔ شاہ کو گدا، اور گدا کو شاہ۔ آبادی کو ویرانہ اور ویرانہ کو آبادی بنا دینا مختار لم یزل کے بس میں ہے۔ دراصل ملک کا مالک صرف وہی ہے!

ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کی خاصیّت ۸۵

ذوالجلال والاکرام بزرگی اور بخشش کا صاحب۔ عزتیں، مرتبے اور بزرگیاں بخشنے والا۔ بندوں کو چاہیئے کہ اس کے جلال کے حضور نہایت تذلل سے پیش آئیں۔ بارگاہ مجد و کرم میں عجز، انکسار، منت، سماجت، بے بسی، ناچاری، کمزوری ناتوانی، ناداری اور محتاجی کا اظہار کریں۔

اَلْمُقْسِطُ ۸۶ کی خاصیت

المقسط - عدل و انصاف کرنے والا۔ اس کی ذات سے ہمیشہ عدل و انصاف ہی ظہور میں آتا ہے۔ وہ کبھی بھی ظلم نہیں کرتا۔ خدا تعالےٰ جو بھی بندوں کے حق میں کرتا ہے۔ وہ عین عدل ہوتا ہے۔ اور اسے عدل ہی ماننا چاہیئے۔

اَلْجَامِعُ ۸۷ کی خاصیت

الجامع —— جمع کرنے والا۔ قیامت کے روز سب لوگوں کو اپنے حضور اکٹھا کرنے والا۔ ہر مسلمان کو اس بات پر ایمان رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ تمام اولاد آدم کو حشر کے دن جمع کرنے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے، رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ[۱] اے رب ہمارے بشیک تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو اس دن کہ نہیں شک اس میں؛

اَلْغَنِیُّ ۸۸ کی خاصیت

الغنی - بے پروا ہر چیز سے۔ یعنی وہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں کسی سے اس کو حاجت، ضرورت، غرض اور احتیاج نہیں۔ ہر چیز سے بے نیاز و بے غرض ہے۔

اَلْمُغْنِیُ ۸۹ کی خاصیت

المغنی - بے پروا کرنے والا۔ آسودگی بخشنے والا۔ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز کرنے والا۔ انسان دنیا میں اپنی تمدنی، معیشی اور معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے کا محتاج اور ضرورت مند رہتا ہے۔ اور بعض اوقات خلق کی محتاجی اس حد تک بڑھ جاتی ہے۔ کہ آدمی کو شرمسار، خوار اور

[۱] (پ ۳ - ع ۹)

ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ رسوائی سے کمینگی اور سفلہ پن تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ خداتعالےٰ میں یہ قدرت ہے۔ کہ آدمی کو دنیا کی احتیاجوں بھری زندگی میں تمام خلق سے بے احتیاج و بے نیاز کرکے صرف اپنا ہی محتاج بنالے۔ احتیاج الی الخلق کے بے شمار دروازے بند کرکے اس کے لئے صرف اپنا دروازہ ہی کھول دے۔ ان معنوں میں وہ ذات پاک المغنی ہے۔ کہ جسے چاہے اپنے سوا سارے جہان سے بے نیاز کردے۔ فقر و استغنا کی دولت سے نواز کر صرف اپنے در کا گدا بنالے ایسے اسباب پیدا کرے کہ بندہ صرف المغنی کا ہی ہو کر رہ جائے۔

اس اسم کو ہر روز گیارہ سو بار بعد نماز صبح پڑھنے سے ظاہری اور باطنی غنا کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ متواتر جاری رکھنا چاہیئے۔

اَلْمَانِعُ کی خاصیت

المانع — روکنے والا۔ خداتعالیٰ انسان کو بے شمار نعمتیں دیتا ہے۔ بیوی بچے مال، دولت، عزت، ثروت، جاہ، منصب، روزگار، صحت، تندرستی کھانے پینے، پہننے کی بے حساب چیزیں، یہ سب کچھ اللہ ہی کی دین ہے۔ اسی کی بخشش، عطا، اور کرم و احسان ہے۔ پھر اگر وہ یہ نعمتیں کسی سے روکنا چاہے۔ تو روک سکتا ہے۔ چاہے تو کسی کو بے روزگار کردے۔ کسی کا تاج اتار لے۔ صحت چھین لے۔ منصب اور جاہ لے لے رزق تنگ کردے۔ جس طرح وہ معطی ہے۔ اسی طرح وہ مانع بھی ہے اس کے سوا نہ کوئی نعمتیں دینے والا ہے۔ اور نہ کوئی روکنے والا ہے حدیث میں حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ

لہ (نسائی۔ حصن حصین)

لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ - خداوندا - کوئی روکنے والا نہیں ہے اس چیز کو کہ تو دیوے - اور کوئی دینے والا نہیں ہے - اس چیز کو کہ تو روکے، معلوم ہوا - کہ عطا کی طرح منع بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے - اور المانع کی خاصیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو تمام غیر شرعی خواہشوں، آرزوؤں اور تمناؤں سے روکیں اور باز رکھیں -

اَلضَّارُّ النَّافِعُ کی خاصیت

الضار النافع - ضرر اور فائدہ پہنچانے والا - نفع و نقصان کا مالک - ضرر اور فائدہ پہنچانا اللہ کے بس ہی ہے - اسکے سوا کوئی نافع اور ضار نہیں - خوب یاد رکھیں - کہ اگر تمام اہل آسمان اور اہل زمین مل کر کسی کو کچھ نفع پہنچانا چاہیں - تو ــــ اگر اللہ نہ چاہے ــــ نہیں پہنچا سکتے اور اسی طرح اگر آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق مل کر کسی کو کچھ نقصان پہنچانا چاہے، تو ــــ اگر اللہ نہ چاہے ــــ نہیں پہنچا سکتے - ان میں سے کوئی بھی کسی کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا - ارشاد خداوندی ہوتا ہے - قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ط (اے محمدؐ) کہہ دے نہیں اختیار رکھتا میں واسطے جان اپنی کے نفع کا اور نہ ضرر کا - مگر جو چاہے اللہ، ثابت ہوا کہ صرف اللہ ہی الضار اور النافع ہے - مخلوق کا نفع اور نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے - پھر جو کچھ اس کی طرف سے انسان کو پہنچے - چاہیئے کہ خندہ پیشانی سے اسے قبول کرے - اس کی قضاء و قدر پر راضی رہے - حدیث قدسی میں حضور انورؐ نے کہا - کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

---

سورۃ (پ ۹ ع ۱۳)

مَنِ اسْتَسْلَمَ لِقَضَائِیْ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ وَشَکَرَ عَلٰی نِعْمَائِیْ کَانَ عَبْدِیْ حَقًّا وَّمَنْ لَّمْ یَسْتَسْلِمْ لِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعْمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ — (مظاہر)

"جو کوئی تابعدار ہوا میری قضا کا اور صبر کیا میری بلا پر اور شکر کیا میری نعمتوں پر، ہوا غلام میرا سچا۔ اور جو کوئی نہ ہوا تابعدار میری قضا کا، اور نہ صبر کیا میری بلا پر اور نہ شکر کیا میری نعمتوں پر، پس ڈھونڈے وہ رب کوئی سوا میرے۔"

یاد رہے۔ کہ گرمی اور سردی، خشکی اور تری ہیں۔ خیر و شر، نفع و نقصان درد و شفا، فرح و بلا، سب کا خالق خدائے لایزال ہی ہے۔ اور ادویات اور ماکولات اور مشروبات کی تاثیریں بنفسِ خود نہیں ہیں۔ ان کی ذاتی نہیں ہیں۔ بلکہ ہر چیز مؤثر باذن اللہ ہے۔ تمام اسباب و وسائط مسخر قدرت ازلیہ ہیں۔

اَلنُّوْرُ ۹۳ کی خاصیت

النور — روشن کرنے والا۔ خدا تعالےٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کو روشنی بخشی ہے۔ اور ان کی روشنی سے آسمانوں کو روشن فرمایا ہے۔ پھر اجرام سماوی سے زمین کو بھی منور کیا ہے۔ اور روحانی طور پر نزولِ وحی سے پیغمبروں کے ذریعہ زمین کو نورانیت عطا کی۔ نبیوں، صدیقوں شہیدوں، اور نیکوں کے سینوں میں ایمان کی شمع جگائی۔ عرش سے لے کر فرش تک ساری چہل پہل، شان و شوکت، زینت و آرائش چمک دمک، روپ رنگ — ہر چیز کی درخشانی اور خوبصورتی،

پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، جھیلوں، ندی نالوں کا حسن۔ باغوں، کھیتوں، سبزہ زاروں اور گل زاروں کی رونق ـــــ اشرف المخلوق کا ہوش ربا حسن و جمال ـــــ یہ سب کچھ النّور کے صفاتی پرتو سے ہی ضوفشاں ہے۔

النور کی ایک ہزار بار روزانہ دعوت دل کو روشن کرتی ہے۔ اور اس سے تخلق کے تقاضے سے ہر مسلمان کو ایمان و عرفان اور اعمالِ صالح کے نور سے اپنے سینے میں اجالا کرنا چاہیئے۔

اَلْھَادِیْ کی خاصیّت

الہادی ـــــ راہ دکھانے والا۔ اللہ تعالیٰ اصل ہادی اور راہنما ہے۔ اگر اس کی ہدایت شاملِ حال نہ ہو۔ تو دنیا کے طرح طرح کے اندھیروں اور پیچ در پیچ راہوں میں آدمی بھول بھٹک کر رہ جائے۔ نہ دنیا میں ہی زندگی گزارنے کا رستہ پائے اور نہ ہی عقبےٰ کا صراط مستقیم ہاتھ آئے۔ انسان کو بہشت سے دراصل دیس نکالا ملا ہوا ہے۔ اور وہ دنیا میں مسافر بن کر آیا ہے۔ اس مسافر نے یہاں سے پھر اپنے وطنِ مالوف کو جانا ہے۔ اور وطنِ مالوف ـــــ آخرت و بہشت ـــــ کی راہ دکھانے والا خدا کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ دنیا میں بھی زندگی گزارنی ہے، اور زندگی گزارنے کے اصول، طریقے اور راہیں ہیں۔ ان راہوں پر چلنا بھی بجز اس کی راہبری کے محال ہے۔ چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ـــــ اللہ وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر (اسے) راہ دکھائی۔[1]

[1] پ ۱۶۔ ع ۱۱)

غور کریں کہ اس نے بچہ کو پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتی سے دودھ پینے کی راہ بتلادی۔ اور انڈہ سے چوزہ نکلتے ہی اس کو دانہ چگنے کی راہ دکھادی اسی طرح بے شمار وحوش وطیور، بہائم وانعام اور ہر ہر ذی روح اسی کی ہدایت اور رہنمائی سے زندگی کی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزر رہا ہے۔ اس کی مخلوق کو کون گن سکتا ہے۔ مشہور ہے۔ کہ عالم اٹھارہ ہزار ہیں۔ کئی اسی ہزار بتاتے ہیں۔ لیکن خدا کہتا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ[۱] — اے پیغمبر! تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا" اس انتر دھیان اور ان گنت پیدائشوں اور لشکروں کی زندگی صرف خدائے متعال کی رہنمائی سے ہی رواں دواں ہے۔ پھر انسان اشرف المخلوقات کی دینی اور دنیاوی، روحانی اور جسمانی، صوری اور معنوی ہر طرح کی راہبری اور راہنمائی اسی ذات پاک کے بس میں ہے۔ انسان کی ہدایت کے لئے اس نے وحی اتاری، صحیفے اور کتابیں نازل کیں۔ پیغمبر بھیجے۔ با ایں ہمہ پھر بھی دل کا پھرنا، اور صراط مستقیم پر لانا اور چلانا اسی کا کام ہے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حد کوشش کی۔ کہ ان کا چچا ابوطالب مشرف بہ اسلام ہو جائے۔ صراط مستقیم پر آجائے۔ اور اپنی عاقبت سنوارے۔ حضورؐ نے توحید کی شراب طہور سے لبریز جام کئی بار اس کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے ہر بار منہ لگانے سے گریز کیا۔ ان کی بیماری میں بھی حضورؐ نے پلانے کی کوشش کی۔ پر نہ پلا سکے۔ ایک گھونٹ بھی عم رسولؐ نے نوش جان نہ کیا۔ بالآخر وہ کفر پر جان دے گئے۔ رسول اللہ

---

[۱] (پ ۲۹ - ع ۱۵)

صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس محسن اور مربی چچا کے کفر پر مر جانے کا بیحد صدمہ پہنچا۔ آپ رنج و ملال اور غم و الم سے بہت بے چین ہوئے، اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر آ گئے:۔

إِنَّكَ[1] لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

"اے پیغمبر! تحقیق تو نہیں ہدایت کرتا جس کو چاہے۔ لیکن اللہ راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو"

گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ کہ آپ ابوطالب کی موت کفر پر مغموم و پریشان نہ ہوں۔ کیونکہ ہدایت آپ کے بس کی چیز نہیں ہے۔ آپ جسے چاہیں۔ ہدایت نہیں دے سکتے۔ دلوں کو نہیں پھیر سکتے۔ مسلمان نہیں بنا سکتے۔ مَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغ ـــ آپ پر تو صرف پہنچانا اور تبلیغ کرنا فرض ہے۔ ہدایت کا مالک اللہ ہے۔ وہی حقیقی ہادی ہے۔ اَلْهَادِي جسے چاہیئے۔ ہدایت دے۔

اس اسم سے تخلق کرتے ہوئے لازم ہے۔ کہ ہم شب و روز مسلمانوں کی ہدایت کے لئے کوشاں ہوں۔ کتاب و سنت کی روشنی سے ان کی رہبری اور رہنمائی کا سامان بہم پہنچائیں۔ قرآن اور حدیث کے پہنچانے اور سنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اور ساتھ ہی ان کی ہدایت کے لئے خدا سے بھی دعا کریں۔ الہادی کی دعوت

[1] (پ ۲۰۔ ع ۹)

انسان کو خدا کا عرفان بخشتی ہے۔

اَلْبَدِیْعُ ۹۵ کی خاصیّت

البدیع — نیا پیدا کرنے والا۔ بغیر نمونہ اور مثال کے پیدا کرنے والا۔

خداتعالیٰ نے آسمان، سورج، چاند، تارے اور زمین بغیر کسی مثال اور نمونے کے بنا ڈالے۔ اس کی صنعت اور کاریگری پر قربان جائیں کوئی ایسا بدیع صانع نہیں ہے۔ لا علاج قسم کی مہم اور مشکل غم اور اندوہ میں البدیع کی دعوت، کامرانی ہیں، ہاتھوں پر سرسوں جما دینے کے مترادف ہے۔ ہر روز ہزار بار قبلہ رو ہو کر پڑھا کریں۔

اَلْبَاقِیْ ۹۶ کی خاصیّت

الباقی — باقی رہنے والا ہمیشہ رہنے والا۔ اس میں کیا شک ہے۔ کہ وہی ذات باقی رہنے والی ہے۔ اس کے سوا کسی کے لئے بقا نہیں۔ ہمیشگی اسی کے لئے ہے۔ اور سب کے لئے فنا ہے۔

اَلْوَارِثُ ۹۷ کی خاصیّت

الوارث — سب کا وارث۔ تمام مخلوقات کا مالک۔ سب موجودات کے فنا کے بعد باقی تمام بادشاہوں۔ امیروں۔ وزیروں، تاجروں، دولتمندوں، تمام روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کے مرنے اور فنا ہو جانے کے بعد۔ سب کے مال و دولت اور املاک وغیرہ۔ ہر چیز کا اللہ ہی وارث ہوگا۔ اس کی اس صفت وراثت میں کوئی شریک نہیں۔ سبحان اللہ۔ کیسا سچا وارث ہے۔ اور کیا ہی شان ہے وراثت کی!

یہ املاک واموال وغیرہ جو اس کی وراثت میں پہنچیں گے۔ دراصل اسی کی دین ہے۔ اسی نے ہی عاریۃً گدا سے لے کر شاہ تک کو فائدہ اٹھانے کے لئے دے رکھے ہیں۔ وہی مالک علی الاطلاق ہے، ازل سے لے کر ابد تک ہر چیز کا آپ ہی مالک اور وارث ہے۔ اسکی ملکیت اور وراثت میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

اَلرَّشِیْدُ کی خاصیت ۹۸

الرشید۔ نیک راہ بتلانے والا — جہان کا رہنما۔ وہ اللہ الرشید ہی ہے۔ جو نفس انسانی کو اپنی تابعداری پر لگاتا۔ اس کے دل میں معرفت بھرتا۔ اور طائر لاہوتی کو اپنی محبت کی فضا میں اڑنے کی طاقت بخشتا ہے۔ نیکیاں کرانے اور اپنی رضا کی راہ چلانے کے لئے بندہ کے دل میں الرشید ہی عزائم پیدا کرتا اور اس کے ارادوں کے خاکے میں رشد کا رنگ بھرتا ہے۔ اس اسم کی دعوت مشکلات کا حل ہے!

اَلصَّبُوْرُ کی خاصیت ۹۹

الصبور — صبر والا۔ بردبار — اللہ تعالیٰ جہاں جبر، قہر، غلبہ، اور انتقام ایسی صفات کا مالک ہے۔ وہاں وہ حلم، بردباری اور صبر کی صفات بھی رکھتا ہے۔ بڑے بڑے باغی، سرکش، مشرک کافر اور ظالم اس کے سامنے شب و روز گناہوں اور نافرمانیوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن وہ ذات پاک ان کے پکڑنے اور عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتی۔ بردباری اور حوصلہ سے کام لیتی ہے۔ الصبور سے تخلق یہ ہے۔ کہ آدمی اطمینان، آرام، سکون اور

متانت سے رہے۔ بات بات پر جوش میں نہ آجائے۔ جھٹ ہی آگ بگولہ نہ ہوجایا کرے۔ معاملات پر ٹھنڈے دل سے سوچنے، اور غور کرنے کی عادت ڈالے۔ عجلت اور جلد بازی سے بچے، اور رنج والم اور درد و فراق میں اللہ الصبور سے پناہ چاہے۔

رنج، درد، مصیبت اور مشقت میں اس اسم کو پڑھنے سے اطمینان ملتا، اور سکون حاصل ہوتا ہے!

ملاحظہ:- ایمان باللہ کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ کے ننانوے صفاتی ناموں کو مختصر تشریح کے ساتھ اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ آپ الوہیت خداوندی کے ساتھ اس کی لامثال صفات سے بھی واقف ہوجائیں۔ اور آپ کو یقین آجائے۔ کہ جس طرح کوئی اس کی الوہیت میں شریک نہیں۔ اسی طرح اس کی ان ازلی اور ابدی صفتوں میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ اور یہ کہ اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شامل سمجھنا اپنے دین وایمان اور توحید واسلام کو برباد کرنا ہے۔ اس کی وحدانیت پر تب ہی ایمان صحیح ہوسکتا ہے، کہ جب ہم اس کو صفات میں یکتا و تنہا مانیں۔

رسولؐ خدا کے نام پڑھنے

یہ تو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جو کوئی ان کو یاد کرکے پڑھتا رہے وہ جنت میں داخل ہوگا؛ اور خدا تعالےٰ نے بھی قرآن میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے نام — اسماء الحسنیٰ — ہیں۔ ان ہی کے ساتھ تم اللہ کو پکارو؛ معلوم ہُوا۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اسکے

صفاتی ناموں کے ذریعہ پکار سکتے ہیں۔ ان ناموں کا وظیفہ، ورد اور ذکر کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ دعا، ورد، وظیفہ، ذکر عبادت ہے۔ اس لئے سوائے خدا کے ناموں کے کسی اور کے نام کو پڑھنا، یاد کرنا۔ اسکا ورد وظیفہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کہ ایسا کرنا غیر اللہ کی عبادت ہو جائے گی۔ حضور انور[1] فرماتے ہیں۔ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ — افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ چونکہ ذکر عبادت ہے۔ اس لئے حضور نے آگے محمد رسول اللہ نہیں فرمایا۔ اپنے نام پاک کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں کلمہ کے اندر حضور کا نام رسالت کا حامل موجود ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ — کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں یہ عقیدہ اور ایمان رکھتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن ذکر، ورد، وظیفہ، کی صورت میں حضور نے صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کی تعلیم دی ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ ہم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا ورد وظیفہ، اور ذکر[2] نہیں کر سکتے۔ اور ایسا نہ کرنے کی تعلیم بھی آپ نے ہی دی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ امت کے "سپوتوں" نے خدا کے ننانوے ناموں کے مقابلہ میں حضور کے ننانوے نام بھی جمع کر رکھے ہیں۔ حضرت انور نے ذکر اور عبادت کی صورت میں تو محمد رسول اللہ کہنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن آپ[3] سے آگے بڑھنے والوں نے

[1] مشکوٰۃ۔ [2] ذکر سے مراد ذکر عبادت مانند ندا، دعا، دعوت، ورد، استمداد وغیرہ نہ کہ حضور کی صورت، سیرت، اخلاق اور قول و فعل کا بیان و مذکور (صادق)۔ [3] یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (پ ۲۶ ع ۱۳) اے ایمان والو مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول کے اور (ایسا کرنے میں) اللہ سے ڈرو۔"

آپ کے ننانوے نام اکٹھے کر کے ان کے پڑھنے کے فوائد بھی بتا دکھے ہیں۔
مروجہ کتابوں میں خدا کے ننانوے ناموں کے آگے حضورؐ کے ننانوے نام
بھی آپ کو ملیں گے۔ معاذ اللہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دینی چیز
بھول گئے تھے۔ جو بعد کے لوگوں نے آپ کو یاد دلائی ہے؟ بھائیو! سنو!
حضورؐ نے اپنی ذات کے متعلق بھی تمام ضروری چیزیں بتا دی ہیں۔ مثلاً
آپ نے فرمایا۔ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَاَکْرَمُ الْاٰخِرِیْنَ۔ میں اپنے
سے تمام پہلوں اور پچھلوں میں بزرگ ترین ہوں۔ پھر فرمایا۔ اَنَا سید
ولد آدم میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ پھر ارشاد ہوا۔ اَنَا قائد
الانبیاء۔ میں حشر کے میدان میں تمام نبیوں کا قائد ہوں گا۔ ولا فخر
اور فخر سے نہیں کہتا، حقیقت بیان کرتا ہوں۔ تمہیں دین کی ایک چیز
بتاتا ہوں، غور کریں۔ کہ اپنی ذات کے متعلق حضورؐ سب کچھ بتا رہے
ہیں، مسائل فضائل بیان کر رہے ہیں۔ اور اگر اپنے ننانوے نام بھی بتانے
دین کی چیز ہوتی۔ تو کیا نہ بتاتے؟ چونکہ نہیں بتلائے، اس لئے ان ناموں
کو فراہم کر کے لوگوں کو پڑھنے کے لئے کہنا اور فوائد بتانے مداخلت فی الدین
ہے۔ حضورؐ سے آگے بڑھنا ہے بس ہم بڑے خلوص اور دینی خیر خواہی
کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ خدا کے صفاتی ناموں کے
پڑھنے کے ساتھ حضورؐ کے صفاتی ناموں کا پڑھنا کسی صورت بھی جائز نہیں، اللہ
کے صفاتی ناموں کی دعوت، ذکر اور پڑھنا عبادت ہے۔ اور ایسی عبادت
کسی غیر اللہ کے لئے نہ ثابت ہے نہ جائز! خداوندا! اپنے رسول پاک پر
بارش کے قطروں، درختوں کے پتوں اور ریت کے ذروں برابر رحمتیں نازل

۱؎ مشکوٰۃ۔ ۲؎ مشکوٰۃ۔ ۳؎ مشکوٰۃ۔

فرما - کہ انھوں نے اپنے نام کو تیرے نام کے ذکر - افضل ذکر میں شامل نہ کر کے تیری توحید کو اجاگر کیا ہے - تیری یکتائی کی گواہی دی ہے -

رسولوں پر ایمان

اللہ پر ایمان لانے کے بعد رسالت پر ایمان لانا لابدی ہے - کیونکہ خدا کے احکام حاصل کرنے کا ذریعہ صرف رسالت ہی ہے - شرعی اصطلاح میں رسول اور نبی اس نیک انسان کو کہتے ہیں - جس پر خدا تعالیٰ وحی نازل کرتا اور اسے کتاب دے کر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے - تمام نبی اور رسول معصوم ---- پاک دامن ---- ہر قسم کی خوبیوں - بھلائیوں اور اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہوتے ہیں - وہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم کرتے اور بدیوں سے روکتے ہیں بہشت کی خوش خبری دیتے اور دوزخ سے ڈراتے ہیں - شب و روز لوگوں کی بہی خواہی اور ہمدردی میں مشغول رہتے ہیں - احکام الٰہی کی تبلیغ میں وہ بڑے بے خوف اور نڈر ہوتے ہیں - کوئی طاقت انہیں حق سنانے سے روک نہیں سکتی - وہ خطاؤں سے منزّہ ---- اور گناہوں سے پاک و صاف ہوتے ہیں - خدا کے تمام رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے - کہ وہ اپنے اپنے وقت میں خدا کے برگزیدہ رسول تھے -- ان رسولوں اور نبیوں کی صحیح تعداد سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا - ان میں سے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے - ان کی نبوت پر ہمارا ایمان ہونا لازمی ہے - اور بغیر خدا اور رسول کے بتائے کسی کے کہنے پر کسی کو پیغمبر نہیں ماننا چاہیئے -

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول اور نبی ہیں - خدا نے ان کو وحی کا شرف بخشا - ان پر قرآن نازل کیا اور اپنے

احکام کی تبلیغ کے لئے منصب رسالت عطا فرمایا۔ آپ کی بعثت پر تمام سابقہ ادیان۔ کتابیں اور شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ اور صرف قرآن اور آپ کا عمل بالقرآن (حدیث) ہی تا نور نیرین واجب العمل اور ذریعہ نجات قرار پایا ہے۔ حضورؐ خدا کے آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد تا قیامت خدا کی طرف سے کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔ اور اگر کوئی دعوٰے نبوت کریگا تو وہ دجّال اور کذّاب ہوگا۔

بشریت اور رسالت لازم ملزوم ہیں

یہ چیز ہمیں اپنے ایمان کا جزو سمجھنی چاہیئے۔ کہ جتنے پیغمبر خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں۔ سب کے سب آدم کی اولاد سے — انسان تھے۔ کوئی غیر انسان رسول، خدا نے نہیں بھیجا اگر ہم کسی پیغمبر کی بشریت کا انکار کریں گے۔ تو لا محالہ اس کی نبوت کا انکار کریں گے خوب یاد رکھیں۔ کہ بشریت کے انکار کو رسالت کا انکار مستلزم ہے۔

ارشاد خداوندی ہوتا ہے :۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (پ۱۴ ع ۱۲)

اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے مگر آدمی (پیغمبر بنا کر) کہ وحی بھیجتے تھے ہم طرف ان کی۔ پس اگر (یہ بات) تم کو معلوم نہیں تو (پہلی آسمانی کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے والوں سے پوچھ لو"

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو جاہل، ضدی اور ہٹ دھرم کافر اس بات پر تعجب کرتے تھے۔ کہ بشر کیونکر رسول ہو سکتا ہے۔ خدا نے انہیں فرمایا ہے۔ کہ اے مکہ کے کافرو! حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بشر

رسول ہونے پر تم کیوں تعجب کرتے ہو۔ ان کی بشریت کے سبب انکی رسالت کا کیوں انکار کرتے ہو۔ حالانکہ جتنے پیغمبران سے پہلے حضرت آدم تک ہو گزرے ہیں۔ سب کے سب آدمی اور بشر ہی تھے۔ کوئی غیر بشر رسول نہیں ہُوا۔ اور اگر تم کو رسول کے بشر ہونے میں شک ہے۔ تو تم یہود و نصاریٰ کو جن کے پاس تورات اور انجیل ہے۔ پوچھ لو۔ کہ حضرت مسیحؑ حضرت موسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت ابراہیمؑ ۔ حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ۔ جو خدا کے رسول تھے ــــ کیا آدمی، بشر اور انسان نہیں تھے؟ اہل کتاب ــــ اہل الذکر سے اپنا یہ شبہ دور کرا لو! اور پھر یقین کر لو۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک تمام رسول اور نبی آدمی، بشر اور انسان تھے، پس جبکہ قرآن کی آیت سے ثابت ہُوا۔ کہ ہر نبی اور رسول انسان اور بشر تھا۔ تو پھر جو کوئی کہے۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے۔ تو اس نے آپکی رسالت کا انکار کر دیا۔ کیونکہ رسالت کو بشریت لازم ہے، ہر رسول بشر ہی ہُوا ہے۔ کوئی غیر بشر رسول نہیں ہُوا۔ خوب سمجھ لو!

اور اگر کوئی مولوی، پیر یا واعظ آپ کو یہ کہے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے۔ یا کہے کہ حضورؐ کو بشر کہنا کفر ہے۔ تو یقین کیجئے کہ متذکرۃ الصدر آیت کی رو سے وہ آپ سے رسالت محمدیہؐ کا انکار کرا کر بے ایمان بناتا ہے۔ آپ کے ہاتھ سے حضورؐ کی رسالت کا دامن چھڑاتا ہے۔ ایک طریق سے محمد رسول اللہ کا انکار کراتا ہے۔ جب کہ خدا فیصلہ دے چکا ہے کہ ہر رسول بشر ہی ہُوا ہے۔ کوئی غیر بشر رسول نہیں ہُوا تو حضورؐ کی بشریت کے انکار سے رسالت کا انکار لازم آیا۔ اور رسالت کے انکار

سے آدمی بے ایمان ہو گیا۔ اس مسئلہ کو سورج کی طرح روشن رکھنے کیلئے خدا نے حضورؐ کی زبان پاک سے اقرار کرایا ۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ۔ کہدے کہ بلاشبہ میں بشر ہوں (پ۱۶ ع ۳)

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (پ۱۵ ع ۱۰)

کہدے! پاک ہے پروردگار میرا۔ میں تو صرف بشر رسول ہی ہوں!

حدیث میں خود حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَاتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبُ ۔ (صحیح مسلم)

لوگو! یاد رکھو۔ کہ میں ایک بشر ہوں۔ قریب ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا فرشتہ (عزرائیل) آئے۔ پھر میں اسکو قبول کرلوں"۔

اس حدیث میں حضورؐ آپ اپنے آپ کو بشر فرماتے ہیں۔ اور موت کو قبول کرنے کی وجہ اپنی بشریت بتاتے ہیں! کتنی معقول بات ہے، خوب یاد رکھیں۔

وفات سے بشریت پر استدلال

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ ٥ (پ۱۷ ع ۳)

اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ پس اگر تم (بشریت کی وجہ سے) مرجاؤ گے۔ تو کیا یہ لوگ (جو بشر ہیں) سدا جیتے رہیں گے"۔

کافر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کے خواہاں تھے خدا نے

فرمایا۔ کہ کسی بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہیں ملی۔ کوئی انسان سدا نہیں جیا۔ بشر کے لئے آخر موت ہے۔ اے میرے سچے رسولؐ! اگر تم بشر ہونے کے سبب مرجاؤ گے۔ تو کیا یہ بشر جو تمہاری موت کے منتظر ہیں۔ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ یعنی تمام بشر مرنے والے ہیں۔ اور آپ بھی بشر ہیں۔ لہذا آپ بھی مرنے والے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ آپ جنس بشر سے ہیں! ایک اور آیت میں خدا نے فرمایا۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (پ۲۳ ع۱۷) اے پیغمبر! بیشک تو مرنے والا ہے۔ اور یہ لوگ بھی مرجانے والے ہیں! بشر کے لئے انجام کار موت ہے! بالآخر حضورؐ کی وفات شریف ہو گئی جس سے بشریت ثابت ہوئی!!!

رحمت دو عالم جنس بشر سے ہیں

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ۱۱ ع۵)

البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس پیغمبر (حضرت محمدؐ) تمہاری جنس سے، شاق گزرتی ہے اس پر تکلیف تمہاری، حرص کرنے والا ہے تمہاری بھلائی پر، (اور) مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق (اور) مہربان ہے!

ملاحظہ:۔ اس آیت میں خدا نے صاف فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انسانوں کی جنس سے ہیں۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ کا ترجمہ مِنْ جِنْسِكُمْ ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ حضور انورؐ انسانی جنس سے ہیں، اور بشر ہیں۔ پھر جو کوئی حضورؐ کو بشر نہیں مانتا۔ وہ قرآن کی آیت کا منکر ہے۔

بشریت کے کہکشاں گیر کمالات

الانسان اشرف المخلوقات ہے۔ حضورؐ کا انسانی جنس

سے ہونا ہی عزت کا کمال ہے۔ آپ کا تئیس سالہ زمانہ نبوت محیر العقول کارناموں اور اعجازی کاموں سے بھرا ہوا ہے۔ اور آپ اتنے باکمال انسان رسول ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا۔۔ مادی یا روحانی کمالات کا حامل انسان ساری نسل انسانی سے آپ کے آگے دم نہیں مار سکتا۔ کوئی دعوائے مقاومت نہیں کر سکتا۔ کسی کو یارائے ہمسری حاصل نہیں۔ میدان جنگ میں آپ جیسا کوئی بہادر نہیں۔ ہجرت میں آپ ایسا کوئی بلند عزم مہاجر نہیں، وعظ، تقریر، خطاب اور کلام میں آپ کا جواب نہیں۔ صبر، عفو، حلم، ایفائے عہد، رحم، شفقت اور عدل وانصاف کے میدان میں ساری نسل انسانی سے گوئے سبقت آپ ہی لے گئے ہیں۔ آپ کے اخلاق فاضلہ اور سنہری کردار کا مہر نیمروز تمام اولاد آدم کے لئے نظارہ سوز رہا ہے۔ آپ نے ایسی نماز پڑھی، کہ کوئی اس جیسی خضوع وخشوع بھری نماز نہیں پڑھ سکا۔ آپ نے وہ روزہ رکھا۔ کہ کسی کا روزہ آپ کے روزہ کی طہارت اور پاکیزگی کو نہیں پہنچ سکا۔ ساری اولاد آدم کے حج آپ کے حج اکبر کے "وزن" کو ہلا نہیں سکے، صدقات وخیرات میں آپ کے ہاتھوں کی فراخی کو کوئی پا نہیں سکا۔ نو بیبیوں۔ بیٹوں۔ بیٹیوں۔ خسروں۔ دامادوں۔۔ چچوں ۔۔ خالوؤں ۔۔ پھوپھیوں ۔۔ ان کی اولادوں ۔۔ قریبیوں ۔۔ رشتہ داروں، ہمسایوں ۔۔ دوستوں ۔۔ ملاقاتیوں کے فرائض کو آپ نے ایسی حسن وخوبی سے پورا کر کے صلہ رحمی کا وہ ریکارڈ قائم کیا ہے، کہ جسکو حسن عمل سے آج تک کوئی توڑ نہیں سکا۔ توحید کو اپنانے اور پھیلانے میں آپ نے جس جرأت، ہمت، استقلال اور جوانمردی سے اپنا سرمایۂ حیات تبلیغ میں لگایا۔ کسی نے ہنوز ایسے ایثار کا خواب بھی نہیں دیکھا۔ دنیا کے

بے شمار مشاغل سے بھی خدا کی مرضی کے مطابق عہدہ برآ ہوئے ہیں، اور آخرت کے لاتعداد کاموں۔ خدا کی ہر قسم کی عبادتوں کو ایسی حسن و خوبی اور خوش اسلوبی سے پورا کیا ہے۔ کہ خدا نے آپ کی عبادتوں کی طرز ادا کو سارے انسانوں کے لئے نمونہ بنا دیا ہے۔ تمدنی، معیشی، معاشرتی، اصلاحی، اور اخلاقی زندگی کا عملی سبق سکھاتے ہیں آپ اتنے بڑے دنیادار اور گرہست کے ایسے عظیم الشان معمار ہیں۔ کہ آپ سے بڑا کوئی کامیاب گرہستی، اور خوشحال دنیادار نہیں ہے۔ اور دینداری اور قرب الٰہی میں اتنا اونچا مرتبہ رکھتے ہیں۔ کہ شب معراج میں خدا تعالیٰ ساتوں آسمانوں سے بہت آگے تک آپ کو لے گیا۔ سورج، چاند، ستاروں اور آسمانوں کا طلسم توڑ کر بشر کہاں پہنچ گیا ؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفٰےؐ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (اقبال)

غور کریں۔ کہ اگر یہ تمام لامثال کمالات ایک بشر رسول میں مانے جائیں۔ تو وہ رسول بے شک اس لائق ہے۔ کہ اسے سید البشر کہا جائے ــ اکرم الاولین اور اکرم الآخرین تسلیم کیا جائے۔ اس کے مراتب کی بلندی کے آگے ہر بلندی پست نظر آئے۔ تمام انبیاء کی امامت۔ سیادت اور فضیلت کا تاج اسے پہنایا جائے۔ اور تاج کو "بعد از خدا بزرگ توئی" کے "ہیرے" سے سجایا جائے۔ یہ عزت، بزرگی، لامثال عظمت و شان اور ستائشوں بھری قدر و آن صرف آپ کے بشر رسول ہونے کے سبب سے ہی ہے کہ انسان ہو کر ایسے ایسے کارہائے نمایاں کئے۔ اور وہ وہ معرکے انجام دیئے کہ انہیں دیکھ کر دنیا جہان کے سب انسان انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور بشر رسول

کی کہکشاں گیریوں کو سب نے عقیدت و ستائش کا خراج پیش کیا۔

غالیوں کا زہریلا عقیدہ

اس کے برعکس غالیوں نے شریعت کی حدود پھاند کر حضورؐ کو کہا ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر!
اتر پڑا مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

یعنی وہ خدا جس نے عرش پر قرار پکڑا تھا۔ وہی مصطفےٰ بنکر مدینہ میں آگیا۔ گویا صریحاً حضرت انورؐ کو خدا کہہ دیا۔ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کہا۔ قرآن کہتا ہے:۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط البتہ تحقیق کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ وہی ہے مسیح ابن مریم (پ۶ ع ۷)

اگر مسیح ابن مریم کو خدا کہنے سے وہ لوگ بروئے قرآن کافر ہو گئے۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کہنے سے یہ ننگِ امت مسلمان ہی رہے؟ پھر کہتے ہیں۔ کہ آپؐ احمد بلا میم (احد) اور عرب بلا عین (رب) ہیں خدا ہی میم کے گھنگھٹ اور عین کے پردے میں آیا تھا۔ حضورؐ کو بشر کہنے والے بے ادب اور کافر ہیں۔ . . . آہ! کس قدر اندھیر ہے۔ کہ رحمت للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا کفر اور خدا کہنا عین ایمان اور عشق کا نشان ہے۔ حضورؐ کو خدا کہنے والے غالی —— حضرت مسیح کو خدا کہنے والے عیسائیوں کے ساتھ الوہیت مسیح کے مسئلہ پر کس طرح کلام کر سکتے ہیں اور اسی طرح کرشن کو خدا کا اوتار ماننے والے ہندوؤں کو کونسا منہ دکھا سکتے ہیں۔ اور کیا غیر مذاہب کے سامنے توحید کا دعوے کر

سکتے ہیں؟ ایسے لوگوں کو شرم آنی چاہیئے۔ کہ وہ اسلام کے اندر بگڑی ہوئی عیسائیت، مسخ شدہ یہودیت اور شرک زدہ ہندویت کو رواج دے رہے ہیں۔

کلمۂ شہادت سے استدلال

مسلمانو! ہوش کرو۔ اس قماش کے مولویوں اور پیروں، واعظوں اور خطیبوں سے بال بال بچو۔ یہ لوگ حضور پُرنور سید البشر جناب رحمت للعالمینؐ کی غیر شرعی جھوٹی محبت کے دھوکے میں سے آنکھوں میں آنسو لاکر آپ کو پھنساتے، مال ہتھیاتے اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ آپ ایک بار کلمۂ شہادت پڑھیں :- اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط اس کلمہ میں دو شہادتیں ہیں۔ جو آپ اللہ کے حضور تشہد میں بیٹھ کر دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ شہادت دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کو کہتے ہیں پہلی شہادت اللہ تعالیٰ کی توحید کی ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی قولی، بدنی اور مالی عبادت کے لائق نہیں ہے اور دوسری شہادت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق ہے۔ کہ آپ اللہ کے عبد، بندے اور رسول ہیں۔ اگر دل کی تصدیق کے ساتھ اقرار ہو۔ تو شہادت عین اسلامی اور سچی ہوتی ہے اور اگر دل تصدیق اور یقین نہ کرے۔ اور یونہی زبان سے ادا کر دی جائے۔ تو اس کو منافقت اور پوشیدہ کفر کہتے ہیں۔ اب آپ بتائیں۔ کہ کیا آپ دلی تصدیق اور یقین کے ساتھ زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ حضرت انورؐ خدا کے عبد (غلام ــ بندے) اور اس کے رسول ہیں؟ اگر دلی تصدیق کے ساتھ حضورؐ کی عبودیت اور رسالت کا اقرار ہے۔ تو آپ مومن مسلمان ہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں۔ کہ حضورؐ رسول تو ہیں۔ لیکن عبد نہیں ہیں تو کیا آپ مومن

ہونے کا دعوٰے کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! پس آپ کا ایمان اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے۔ جب آپ حضورؐ کو رسول کے ساتھ عبد بھی مانیں، اور عبد خدا کے غلام اور بندے کو کہتے ہیں۔ جب حضورؐ خدا کے عبد اور غلام ہوئے، تو خدا کس طرح ہوئے؟ اب آپ کو یقین آ گیا ہوگا۔ کہ جو کوئی یہ کہے کہ حضور انورؐ بشر نہیں۔ وہ آپ کو کلمہ شہادت کا منکر بنا رہا ہے۔ در پردہ کلمہ چھڑا رہا ہے۔ اور گمراہی کی تاریک غار میں دھکیل رہا ہے۔ مقتداؤں کی اندھی ارادت، نابینی عقیدت اور کورانہ تقلید سے ہر حال میں بچو۔ علم حاصل کرو۔ اور تحقیق کی روشنی میں علی وجہ البصیرت مذہب کو مانو!

رسول انسان ہوتا ہے

اگر ایک شخص دوسرے کو کہے۔ کہ آپ تو انسان نہیں ہیں! تو وہ شخص یہ کلمہ سن کر بہت ناراض ہوگا۔ اور اپنی ہتک عزت اور بے آبروئی جانے گا۔ کیونکہ انسان ہونا بنی آدم کی کرامت اور بزرگی کا ثبوت ہے اور انسان نہ ہونا اشرف الخلائق کی برادری سے خارج ہونا ہے۔ پھر حیف ہے ان بدبختوں پر جو جناب سید البشر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو انسان یا بشر نہیں سمجھتے یا کہتے۔ اور سمجھنے یا کہنے والوں کو برا جانتے ہیں۔ خبردار! حضورؐ کو انسان یا بشر نہ ماننا آپ کی استخفاف شان ہے یاد رہے کہ آپ ہی ایک ایسے انسان — کامل انسان ہیں۔ جن کے مرتبہ کا کوئی انسان نہ ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ کو پتہ ہے۔ کہ پتھروں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ریلوے لائن پر بے شمار پتھر پڑے ہوتے ہیں۔ کوئی پوچھتا نہیں۔ بازار میں پنساریوں کے ہاں زہر مہرہ، سنگ یشب، سنگ جراحت، عقیق وغیرہ چار آنے،

آٹھ آنے روپیہ تولہ کے حساب سے بکتے ہیں۔ صرافوں کے پاس لعل، زمرد یاقوت وغیرہ آٹھ دس روپیہ تولہ کے بھاؤ سے ملتے ہیں! جوہریوں کے پاس جواہرات سینکڑوں روپیہ تولہ کے نرخ کے ہوتے ہیں۔ اور ہیرے کی ایک کنی ہزاروں روپیہ قیمت پاتی ہے کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہیرے کی کنی چونکہ ہزاروں روپیہ قیمت پاتی ہے۔ اس کی چمک دمک، آب وتاب اور جلا وضیا لامثال ہے۔ اس لئے ہیرا پتھر کی جنس سے نہیں ہے؟ جناب ہیرا ضرور پتھر ہے۔ اپنے گنوں اور خوبیوں کے سبب اپنی جنس حجر سے خارج نہیں ہو گیا ہے، اس کی حجریت ہر کہ ومہ کے نزدیک مسلم ہے۔ بلکہ حجریت ہی اس کے اصل ہونے کا ثبوت ہے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ ہیرا پتھر نہیں ہے۔ تو جوہری اسے نقلی ہیرا کہیں گے۔ اسی طرح حضور سید المرسلین اپنے مدارج عالیہ اور صفات کمالیہ کے سبب جنس انسان سے خارج نہیں ہو سکتے۔ باوجود معراج میں ساتوں آسمانوں سے بہت آگے نکل جانے کے حضورؐ ہنوز عبدہٗ ہی ہیں! ڈی سی، ایس۔ پی، وزیر، گورنر، گورنر جنرل بادشاہ وغیرہ اپنے مدارج ومراتب کے باعث کیا نوع انسانی سے نکل جاتے ہیں؟ کوئی مختل الحواس بھی نہیں کہتا کہ اپنی نوع سے خارج ہو جاتے ہیں؟ ایسے ہی یاد رکھیں۔ کہ ایک انسان رسالت کا عالی منصب پا کر بھی ہرگز اپنی جنس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ انسان رسول ہی بنتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

عبد و بشر کا رنگ و نور

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ (پ۱۵ ع۷)

لہ سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (پ۱۵ ع۱)

اور البتہ تحقیق عزت دی ہم نے بنی آدم (بشر) کو ۔"
یعنی تمام مخلوق میں جنس بشر معزز اور مکرم ہے۔ اشرف الخلائق ہے"
ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

وَالتِّیْنِ ○ وَالزَّیْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ○
وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ○ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ
فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ (پ۳۰ ع ۲۰)

انجیر اور زیتون اور طور سینین اور اس امن والے شہر (مکہ)
کی قسم ۔ کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا"
یعنی انسان اپنی ترکیب اور ساخت میں خدا کی تمام مخلوق میں بہتر سے
بہتر ہے ۔ اس سے اعلےٰ اور افضل کوئی پیدائش نہیں۔ یہی اشرف المخلوقات
ہے ۔ آفرینش کی بزرگی کا تاج اسی کے سر پر رکھا گیا ۔ یہی زمین میں خدا کا
نائب اور خلیفہؔ ہے ۔

ارشاد خداوندی ہوتا ہے :-

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ق

(پ۱ ع ۳) وہی ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے پیدا کیا تمہارے لئے
جو کچھ زمین میں ہے سارا "

اس آیت میں خدا نے صاف فرمادیا ۔ کہ دنیا و مافیہا سب کچھ انسان ہی
کے نفع اور فائدہ کے لئے بنایا گیا ۔ ساری کائنات اسی کی خدمت کے لئے
تخلیق ہوئی ۔ سورج، چاند، ستارے، سیارے، بادل، اور ہوا ۔ سب
ہی اس کے آستانۂ شرف کے ملازم اور خادم ہیں ۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد

لہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (پ۱ ع ۳)

ہوتا ہے :-

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ج وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ۝ (پ ۱۳ ع ۱۷)

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور اتارا آسمان سے پانی، پھر نکالا ساتھ اس کے میووں سے رزق تمہارے لئے اور مسخر کیں تمہارے لئے کشتیاں کہ چلتی ہیں دریا میں اسکے حکم سے اور مسخر کیا تمہارے لئے نہروں کو۔ اور مسخر کیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو ہمیشہ (خدمت میں) پھرنے والے اور مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کو۔

اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ عرش سے لیکر فرش تک آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق۔ کیا چھوٹی اور کیا بڑی سب کی سب انسان ہی کی خدمت اور منفعت کے لئے بنائی گئی ہے۔ جو بشر کی تسخیر اور فرماں برداری میں رہ کر اس کی فضیلت کی شہادت دے رہی ہے۔ کہئے کہیں یہ بھی خدا نے فرمایا ہے کہ فلاں چیز فرشتوں یا جنوں کی تابعداری کی خاطر بنائی ہے؟ اس نے یہ کہیں نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ انسان اور بشر ہی CROWN CREATION اشرف المخلوقات ہے۔ پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان اور بشر ماننا ہی آپ کی بے حد عزت کرنا ہے حضورؐ کو اشرف الخلائق سے یقین کرنا ہی آپ کی بے پایاں بزرگی اور شرف کا اقرار کرنا ہے ــــ عبدہٗ ورسولہٗ کا عقیدہ رکھنا ــــ بشریت

اور رسالت کے حسین سنگم سے ایمان پانا ــــ دراصل مسلمان ہونا ہے اخوب یاد رکھیں! اور کسی ایسے "عبدالدینار" کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ جو آپ کو اس قرآنی عقیدہ سے پھسلا کر رسالت کا منکر بنا دے۔ اور اسکے بین السطور میں جعلی محبت کا جادو جگا کر کیسہ بری پر اتر آئے۔

حضورؐ انور بنی ہاشم سے ہیں

ان اللہ اصطفٰی کنانۃ من ولد اسماعیل واصطفٰی قریشا من کنانۃ واصطفٰی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بیشک خدا تعالےٰ نے چن لیا کنانہ کو اسماعیلؑ کی اولاد سے، اور چن لیا کنانہ سے قریش کو اور چن لیا بنی ہاشم کو قریش سے اور چن لیا مجھ کو بنی ہاشم سے!

ملاحظہ:۔ رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ نبیوں کی وفات کے بعد پہلی امتیں بگڑ گئیں۔ کسی نے اپنے نبی کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ کسی نے خدا بنا دیا۔ اور کوئی تثلیث کی خندق میں گر گئی۔ حضورؐ نے اپنی امت کو بد عقیدگی سے بچانے کے لیے جہاں اپنی ذات سے متعلق اور کئی باتیں بتائیں وہاں اپنا نسب اور خاندان بھی بتا دیا۔ اپنی نسل و نژاد کا بھی پتہ دیا۔ تاکہ یہ امت دوسری امتوں کی طرح گمراہ ہو کر اپنے نبیؐ کو خدا نہ کہہ دے۔ جنس بشر سے خارج نہ جانے۔

آپ حدیث مذکور میں غور فرمائیں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ حضورؐ کئی واسطوں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اور حضرت اسماعیلؑ کے بشر اور انسان ہونے میں کس کو شک ہے؟ پس لامحالہ حضرت انورؐ بھی اولاد

اسماعیل میں سے ہونے کے باعث بشر اور انسان ہوئے۔ آگے چلئے — اولاد اسماعیل سے بنو کنانہ بھی بشر ہی تھے۔ بنو کنانہ سے قریش ہوئے پس قریش بھی بشر ہی ٹھیرے، پھر قریش سے بنو ہاشم چلے تو بنو ہاشم بھی بشر ہی ہوئے۔ اور بنو ہاشم سے جناب رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب رسالت بن کر ضو فشاں ہوئے۔ تو دودمان آدم میں آپ بھی ضرور ضرور بشر۔ سیّد البشر ہوئے۔ سمجھ گئے آپ — حضرت انور نے اپنا نسب اور خاندان بیان کر دیا ہے کہ کوئی نصرانیت کی راہ پر چلنے والا غالی آپ کی جنس پر حرف نہ لا سکے!۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر آپ کے نسب کو بگاڑنے والے ہیں، احمد بلا میم کہنے والے آپ کے خاندان کو گم کرنے والے ہیں۔ مسلمانو! ایسے گمراہ غالیوں سے بچو۔ کہ یہ آپ کے دین و ایمان کے دشمن ہیں!!

روضۂ اقدس کی حفاظت

آپ جانتے ہیں۔ کہ بےشمار پیغمبر دنیا میں آئے۔ کیا آپ ان کی قبریں یقیناً دکھا سکتے ہیں؟ نہیں! ہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کے متعلق یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال سے خدا تعالیٰ نے آپ کی قبر کی خاص طور پر حفاظت کر رکھی ہے؟ اور انشاءاللہ تاقیامت تربت اقدس محفوظ رہے گی، اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پہلے انبیاء سے متعلق جو غلو لوگوں نے کیا۔ قرآن اور پیغمبر اسلام نے اس کی اصلاح کر دی حضرت انورؐ کے بعد نہ کوئی آسمانی کتاب آنی ہے اور نہ کوئی رسول — اس لئے قرآن و حدیث میں بھی

رسول خدا کی شخصیت بے حد اُجاگر کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی مزار پاک کو بھی محفوظ کر دیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی غالی قرآن اور حدیث سے آنکھ موند کر جہلا میں حضورؐ سے ایمان رہا محبت کا یوں اظہار کرے ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

تو اسے کہا جائے۔ کہ مدینہ منورہ میں گنبد خضرا کے نیچے قبر کس کی ہے؟ حجرۂ عائشہؓ میں کون مدفون ہے؟ معاذ اللہ ــــ خدا ــــ؟ توبہ.... استغفر اللہ! بے علم اور جاہل بھی پکار اٹھیں گے۔ کہ وہ تو پیغمبروں کے سردار نبیوں کے امام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ــــ بشر رسول کا مرقد اطہر ہے! تو روضہ پاک کے محفوظ اور قائم رکھنے میں حکمت یہ ہوئی کہ بے علم۔ جاہل اور ان پڑھ لوگ بھی حضورؐ کی بشریت کے متعلق دھوکہ نہ کھا سکیں گے! اور لیلائے ایمان کو مجانین فن کار سے بچالینگے!

سادات سے بشریت پر استدلال

پھر آپ جانتے ہیں۔ کہ حضورؐ کے والد عبداللہ، دادا عبدالمطلب۔ پردادا ہاشم اور ہاشم کے باپ عبد مناف تھے۔ حضورؐ کی والدہ، نانی اور پرنانی بھی تھیں،.... آپ کے چچا، پھوپھا، خالو، خسر بیبیاں، بیٹے، بیٹیاں، داماد، نواسے، نواسیاں، کنبہ، قبیلہ، اور بے شمار رشتہ دار تھے۔ اور یہ سب کے سب انسان اور بشر تھے۔ سیّد تو آپ کے سامنے موجود ہی ہیں۔ جب یہ بشر ہیں۔ تو حضرت امام حسینؓ اور حضرت امام حسنؑ ہیں سے ان کی نسل چلی ہے ــــ ضرور وہ بھی بشر تھے۔ پھر لامحالہ حسنینؓ کی والدہ حضرت فاطمہ الزہراؓ بھی بشر ہوئیں۔

اور پھران کے والد جناب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر رسول ہوئے۔ حضورؐ سے اوپر حضرت آدم تک سب بشر، اور آپؐ کی نسل پاک جو آج تک چلی آئی ہے۔ یہ بھی بشر ——— لیکن بقول غالیاں حضورؐ خود بشر نہیں ——— کیا عجیب منطق ہے!! اور کیسی دیدہ دلیری ہے!!! ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حنفی مذہب کی کتب عقائد

علامہ ابن ہمامؒ حنفیوں کے ایک جلیل القدر امام ہیں۔ آپ کی علم عقائد میں ایک مشہور کتاب مسایرہ ہے، اس کتاب میں نبی کی تعریف (DEFINITION) یہ لکھی ہے:-

اَلنَّبِیُّ اِنْسَانٌ بَعَثَہُ اللّٰہُ لِتَبْلِیْغِ مَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ (مسایرہ)

نبی انسان ہوتا ہے۔ جسے خدا اپنی وحی کی تبلیغ کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

علامہ نسفیؒ اپنی مایۂ ناز کتاب عقائد نسفی میں تحریر فرماتے ہیں:-

قَدْ اَرْسَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی رُسُلًا مِّنَ الْبَشَرِ اِلَی الْبَشَرِ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ۔ ۔ ۔ ۔ (عقائد نسفی)

بے شک خدا تعالےٰ نے بشر رسولوں کو بشروں کی طرف بھیجا۔

آگے آپ لکھتے ہیں:-

اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ اٰدَمُ وَاٰخِرُھُمْ مُحَمَّدٌ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ (عقائد نسفی)

ان بشر رسولوں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور

سب سے آخر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بشر رسول ہیں۔

آپ نے غور فرمایا۔ کہ حنفی مذہب کی عقائد کی کتابوں میں نبی اور رسول کا جنس بشر سے ہونا ایمان اور عقیدہ میں داخل کیا گیا ہے۔ پھر جو شخص حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو انسان اور بشر نہ مانے اسکا عقیدہ گندہ، اندھا، تاریک اور ملحدانہ ہے۔ اور ایسے شخص کا حنفی مذہب یا اہل سنت و الجماعت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوسکتا۔ یہ غالی ملحد یقیناً بے ادب رسول ہے۔ جو حضورؐ کو انسانی جنس سے خارج کرتے ہوئے آپ سے نبوت کا تاج چھینتا ہے۔ کیونکہ کوئی غیر بشر کبھی نبی نہیں ہوا۔

امام بوصیریؒ کا ایمان

امام بوصیریؒ نے حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک لاجواب قصیدہ لکھا ہے۔ جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس قصیدہ میں امام صاحب حضورؐ کی بے حد تعریف فرماتے ہیں۔ جناب رحمت للعالمینؐ کی شان کو ان دو شعروں میں " دریا بہ حباب اندر " کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ ناظرین پڑھیں اور کیف ایمان پائیں ۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ

وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِمِ

"جو (محبت کا) دعوٰی عیسائیوں نے اپنے پیغمبر (حضرت عیسےؑ) کے متعلق کیا تھا۔ (کہ وہ خدا ہیں) اے مسلمان اپنے پیغمبر حضرت محمدؐ کے متعلق، تو وہ چھوڑ دے۔ اور اس (دعوٰی) کے سوا آپ کی (نبوت کی) جس قدر تو مدح و تعریف چاہتا ہے کر اور اس پر جم جا۔"

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ
وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّھِمِ

حضورؐ کے بارے میں ہمارے علم و شعور کی انتہا یہ ہے کہ آپ یقیناً بشر ہیں۔ اور خدا کی ساری خلقت سے افضل ہیں ؏

دیکھا آپ نے — یہ ہیں سلف صالحین — جو حضورؐ کے سچّے فدائی اور شیدائی تھے۔ افراط تفریط سے بچتے اور اعتدال کی راہ پر گامزن تھے۔ اور ان کے برعکس آج ایسے — فرقہ پرست، گروہ ساز، دین فروش، مذہبی گداگر — کرائے کے واعظ اور پیشہ ور مشائخ پیدا ہو گئے ہیں۔ جو قرآن، حدیث فقہ — صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ۔ فقہاءؒ، اور ائمہ اربعہؒ کی تعلیم کے خلاف — حضورؐ کے متعلق "رولڈ گولڈ" محبت اور "آرٹی فیشل" عقیدت کا اظہار کر کے سادہ لوح مسلمانوں کی متاع ایمان لوٹتے اور انہیں غلو و فساد کے بے آب و گیاہ سنسان کی راہ دکھاتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے ماحول سے دور لے جا کر تغیرِ دین کی بھول بھلیوں میں پھنسا کر نفس کے ارمان نکالتے ہیں ؎

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی "ہری ہری"

مجھ کو حد سے نہ بڑھاؤ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ (بخاری مسلم)

(خبردار) مجھ کو حد سے نہ بڑھانا۔ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو

(بشریت سے خارج کرکے خدا کہہ کر، حد سے بڑھایا تھا دیسی رکھو) مجھے تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔

سبحان اللہ ـــ کیسی ایمان افروز پاک تعلیم ہے کہ حضورؐ کو حدِ رسالت اور بشریت سے نہیں بڑھانا چاہیئے۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسےٰؑ کو حد بشریت سے بڑھا کر خدا کہہ دیا تھا۔ یہ عقیدہ رکھنے کا حکم ہم کو رسولؐ خدا نے دیا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ جو شخص حضورؐ کو بشریت کی حد سے بڑھا کر اُحد کے مقام پر لے جاتا ہے۔ وہ رسولؐ خدا کا پکا نافرمان اور بگڑی ہوئی عیسائیت کی راہ پر گامزن ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بشریت پر ایمان

حضرت عائشہ رضؓ حضور کے انسان اور بشر ہونے کو کس خوب صورتی سے بیان کرتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بکری کو آپ دوہ لیتے تھے۔ کپڑا پھٹ جاتا تو خود سی لیتے تھے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے اور گھر کے کام اسی طرح کر لیتے جس طرح تم کرتے ہو۔ قَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ ـــ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے حضورؐ تو ایک بشر تھے۔ (مشکوٰۃ)

نوٹ:۔ آپ نے غور کیا۔ کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت انورؐ کو بشر کہا۔ اگر آپ کو بشر کہنا بے ادبی یا کفر ہوتا۔ تو ام المومنین جیسی بزرگ ہستی جن کا مدینہ منورہ میں فتوے چلتا تھا ـــ اپنی زبان سے بشر نہ نکالتیں۔ ثابت ہوا کہ حضور پر نورؐ کو بشر ماننا یا کہنا ہی ایمان کا نشان ہے اور یہی مذہب اہل سنت کا ہے آپ کو "روپ دھاریوں" کی تیر آگیں تعلیم سے بچنا چاہیئے!

حضرت انورؐ نور ہیں

نام نہاد حنفی مولویوں نے قرآن وحدیث اور کتب فقہ کے خلاف سادہ لوحان امت کو یہ بات بھی بطور عقیدہ کے بتا رکھی ہے۔ کہ خدا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں نور کہا ہے۔ جب آپ نور ہوئے۔ تو بشر نہ ہوئے۔

خدا جانے ایسے لوگوں کو مرنا یاد نہیں۔ یا یوم الحساب پر اعتقاد نہیں کہ دانستہ حقیقت کو چھپاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے :۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (پ۶ ع ۷)

بے شک آئی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرنے والی۔

اس آیت میں کئی مفسرین نے اگرچہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن مجید لی ہے۔ ایک صفت کو دوسری صفت پر معطوف کرتے ہوئے۔ ملاحظہ ہو تفسیر علامہ نسفی حنفیؒ۔ لیکن نور سے مراد حضرت انورؐ کی ذات بھی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ حضورؐ نور ہیں۔ پر معنوی، اخلاقی، روحانی، وصفی اور حکمی نور ہیں۔ شرک، کفر، ضلالت اور جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے والے نور ہیں۔ آپ کے اقوال و افعال کی روشنی سے صدیوں کی برائیوں کی ظلمتیں مٹ گئیں "اندھیری رات"۔ "روزِ روشن" میں تبدیل ہو گئی۔ سارا عرب ہدایت کی روشنی سے بقعہ نور بن گیا۔ بے شک حضورؐ نور ہدایت ہیں۔ ان ہی معنوں میں خدا نے قرآن کو بھی نور فرمایا ہے :۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ـــــ (پ ۶ ع ۴)

اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نورِ واضح ۔

وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا ـــ (پ ۲۵ ع ۶)

اور لیکن بنایا ہم نے اس کو نور ۔

مُلاحظہ :- ان آیتوں میں خدا نے قرآن کو نور (روشنی) کہا ہے فرمایئے ۔ کیا رات کی تاریکی میں قرآن چراغ کی طرح جلتا ہے ؟ نہیں ! پھر نور کیسے ہوا ؟ اسی طرح رات کے وقت جب آپ قرآن پڑھتے ہیں ۔ تو باوجودیکہ قرآن نور یعنی روشنی ہے ـــ آپ چراغ روشن کرکے کیوں پڑھتے ہیں ؟ اس لئے کہ اندھیرا ہوتا ہے ۔ اور اندھیرے میں قرآن نہیں پڑھا جا سکتا ۔ پس ثابت ہوا ۔ کہ قرآن روحانی ، باطنی اور اخلاقی اندھیروں کو دور کرتا ہے ۔ دل کی تاریکی کو کافور کرتا اور سینے میں اجالا کرتا ہے ۔ وصفی اور معنوی نور ہے ۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی طرح روحانی نور ہیں ۔ آپ کی سیرت اور اخلاق کی روشنی گمراہوں کو سیدھی راہ دکھاتی ہے ۔ نہ قرآن کے نور سے جسمیات اور بدنیات چراغ کی طرح روشن ہوتی ہیں ۔ اور نہ حضورؐ کی ذات سے رات کو ظواہر روشن ہوتے تھے ۔ مطلب یہ کہ حضرت انورؐ سورج کی طرح ظاہری اندھیرے کیلئے نور نہیں تھے ۔ بلکہ باطنی تاریکیوں کے حق میں نور تھے ۔ امید ہے آپ حضورؐ کے نور ہونے کا مفہوم سمجھ گئے ہوں گے ۔ پھر جو شخص یہ کہے ۔ کہ حضورؐ نور ہیں ۔ اس لئے بشر نہیں ۔ اس سے بڑھ کر بصیرت کا اندھا اور کون ہو سکتا ہے ؟ غور کریں ۔ کہ جب آپ کسی بڑے نیک انسان کو " فرشتہ " کہہ دیتے ہیں ۔ تو کیا وہ انسان نہیں ہوتا ؟ ضرور انسان ہی ہوتا ہے ۔ اس کی بجد

نیکی کی تعریف میں آپ "فرشتہ" کہتے ہیں۔ اسی طرح بڑے نیک، راست باز، تہجد گزار مومن متقی کو "نوری بندہ" کہہ دیا جاتا ہے۔ تو کیا وہ "نوری بندہ" بشر نہیں ہوتا؟ ضرور بشر ہوتا ہے۔ صرف وصفی طور پر اسے نوری بندہ کہا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح رسول خدا کی ذات پاک وصفی نور ہے۔ نبوت اور رسالت کا نور ہدایت ہے۔ جس کا جواب نہیں ہے! پھر حضورؐ نور ہو کر کیسے بشر نہ ہوئے؟ یاد رکھیں۔ جو شخص آپ کو یہ تعلیم دے کہ حضورؐ نور ہونے کے سبب بشر نہ تھے ۔ وہ آپ کو گمراہ کرنے والا ہے۔ اس سے بچیں۔ "کیسہ بر" ہے!

حضرت اکرمؐ چراغ ہیں

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ (پ ۲۲ ع ۳)

"اے پیغمبر ہم نے بیشک تجھ کو بھیجا ہے (قرآن کے الہامی ہونے پر) گواہ اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور پکارنے والا (لوگوں کو) اللہ کی طرف ساتھ اس کے حکم کے اور چراغ روشن۔"

نوٹ:۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حضور انورؐ کو چراغ فرمایا ہے۔ اور سورج کو بھی چراغ کہا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ذیل:۔

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۔ (پ ۲۹ ع ۹)

"اور بنایا (اللہ نے) سورج کو چراغ۔"

ملاحظہ:۔ حضرت انورؐ کو بھی خدا نے چراغ فرمایا، اور سورج کو بھی چراغ ان دونوں چراغوں کی نوعیت علیحدہ علیحدہ ہے۔ سورج تو ظاہری اندھیروں کو دور کرنے کے لحاظ سے چراغ ہے۔ اور حضورؐ باطن، روح اور سینے

کی ظلمتوں کو سیماب پا کرنے کی صورت میں چراغ ہیں۔ گویا آپ کے نور اور چراغ ہونے کا ایک ہی مطلب ہے۔ خوب یاد رکھیں۔ کوئی شخص آپ کو کسی "انوکھے عقیدے" کے جال میں نہ پھنسا لے!!

نُورٌ مِّنْ نُورِ اللّٰہ ملا ازم نے مسلمانوں کو یہ عقیدہ بھی سکھایا ہے۔ کہ خدا نے اپنے نور سے کچھ نور جدا کر کے اس نور سے حضورؐ کو بنایا۔ اللہ بھی نور اور حضورؐ بھی نور۔ حضورؐ کا نور اللہ کے نور کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کو اس بیہودیانہ اور مشرکانہ عقیدے سے بچنا چاہیئے۔ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ حضورؐ نور ہیں۔ اور نور کا مطلب اور مفہوم بھی آپ خوب سمجھ چکے ہیں۔ حضرت انورؐ مخلوق بشر ہیں اور وصفی نور ہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ بیشک نور ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا نور ازلی اور ابدی ہے۔ اور غیر مخلوق ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ غیر مخلوق، مخلوق کی صورت اختیار کرے۔ گھڑا پانی کا بھرا ہوا ہو۔ اور آپ ایک گلاس پانی گھڑے سے نکال لیں۔ تو جو حیثیت اور خاصیت گھڑے کے پانی کی ہے۔ وہی اس گلاس کے پانی کی ہے۔ جو نور خدا کے نور سے معاذ اللہ جدا ہوا۔ اس جدا شدہ نور میں اور اللہ کے نور میں ہرگز کوئی فرق نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ خدا کی ذات کا ایک حصہ ہیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا پرلے درجہ کی زندقیت اور الحاد ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:-

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ (پ ۳۰)

"نہیں جنا اس نے اور نہیں جنا گیا"

معلوم ہوا۔ کہ نہ خدا کسی کا حصہ ہے اور نہ ہی کوئی خدا کا حصہ ہے

تو جو کہے ۔ کہ حضورؐ کا نور خدا کے نور سے جدا ہوا۔ پس اس نے کم یلد ـــ کا انکار کر دیا ۔ آپ کو خدا کے نور کا حصہ مان کر بے دین ہو گیا بیٹا یقیناً باپ کے خون سے ہوتا ہے ۔ باپ کا حصّہ اور لختِ جگر ہوتا ہے۔ عیسائیوں نے کہا کہ عیسےٰ خدا کا بیٹا ہے۔ اور یہودیوں نے کہا۔ کہ عزیزؑ خدا کا بیٹا ہے ۔ اس پر خدا نے از راہ غضب فرمایا :۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ

(پ ۱۰ ع ۱۱) اور یہود نے کہا۔ کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے ۔ اور نصاریٰ نے کہا۔ کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے (سنو) یہ ان کی منہ کی بات ہے، لگے ہیں ان کافروں کی سی باتیں بنانے جو ان سے پہلے (ہو گزرے) ہیں۔ خدا ان کو غارت کرے۔ کدھر کو (شیطان کے بھٹکائے ہوئے) بھٹکے جا رہے ہیں۔

جب یہودی اور عیسائی خدا کے نبیوں حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا (حصہ ۔ جز۔ ٹکڑا) کہنے کے سبب کافر ہو گئے ۔ خدا نے ان کو غارت کیا تباہ اور برباد کیا ۔ تو جو لوگ رسول خدا ؐ کو خدا کا حصّہ، ٹکڑا ـــ نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ ـــ نور سے نور جدا ہوا ـــ کہتے ہیں ۔ وہ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ کی پھٹکار سے کس طرح بچ سکتے ہیں؟

مسلمانو! ہوش کرو ۔ اسلام کو اپناؤ ۔ اسلام کی آغوش میں آؤ ۔ اور ملائیت کے "طلسم ہوش ربا" کا شکار نہ بنو!

اس بارے میں ایک بناوٹی حدیث بھی مولوی لوگ عوام کو سناتے ہیں

جو یہ ہے۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری۔ میں اللہ کے نور میں سے ہوں۔ اور ساری خلقت میرے نور سے ہے۔ ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں۔ کہ یہ ہرگز ارشاد رسولؐ نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔ بناوٹی اور موضوع حدیث ہے۔ یار لوگوں کی گھڑنت ہے۔ نہ اس کا کوئی راوی ہے اور نہ ہی کسی حدیث کی کتاب کے اندر موجود ہے۔ پھر ان ہی معنوں میں یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے۔ انا من اللہ والمومنون منی۔ میں اللہ کے نور) سے ہوں۔ اور تمام مسلمان میرے (نور) سے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ گھڑنت مذکور کی طرح یہ بھی ایجاد بندہ ہے۔ ہرگز حدیث رسولؐ نہیں ہے۔ نہ اس کا کوئی راوی ہے۔ نہ کسی حدیث کی کتاب کے اندر موجود ہے۔ علامہ ملا علی قاری حنفیؒ نے اپنی کتاب "موضوعات علی القاری" میں اس کو موضوع لکھا ہے۔

ظلِ رحمت للعالمین

یہ بات بھی لوگوں کو بتائی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔

غور کریں۔ جب قرآن اور حدیث اور بہت سے دوسرے طرق سے حضورؐ کا بشر اور انسان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسان کا سایہ نہ ہو؟ آپ کا سایہ نہ ماننا حضورؐ کے سید البشرؐ ہونے کی شان کے لائق نہیں۔ جب آپ ہندوؤں، سکھوں عیسائیوں، یہودیوں اور یورپ کے پڑھے لکھے لوگوں — سینکڑوں علوم وفنون کے ماہروں کے آگے اپنے پیغمبر پاک کی لامثال خوبیاں اور عالم گیر اخلاق حسنہ پیش کریں گے۔ تو ان کی گردنیں اس انسان کاملؐ کی ثریا بر دوش عظمتوں کے آگے جھک جائیں گی۔ اور ساتھ ہی جب آپ کہیں گے،

کہ حضورؐ کا سایہ نہیں تھا۔ تو تمام دنیا کے خیال میں حضرت انورؐ کا انسان ہونا مشکوک ہو جائے گا۔ سب کے نزدیک آپ کی بشریت محل نظر ٹھہرے گی۔ اور وہ سوچیں گے۔ کہ حضورؐ کون تھے؟ سایہ نہ ہونے کے سبب بشر نہ تھے۔۔۔ تو پھر غیر بشر، بشروں کی طرف رسول نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اسکی زندگی بشروں کی زندگی کے مختلف شعبوں میں پیروی کے لئے نمونہ بن سکتی ہے۔ حاصل کلام حضورؐ کا سایہ نہ ماننا آپ کی خیر البشریؐ اور سید الرجالیؐ کے لئے کوئی خوبی، مدح اور تعریف نہیں ہے۔

جہان والوں کے سامنے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بشر رسولؐ کی حیثیت دینا، اور ساتھ ہی آپ کے سایہ کا انکار کرنا ـــــ دراصل حضورؐ کو (معاذ اللہ) معما (MYSTERY) بنا کر پیش کرنا ہے کہ آپ سمجھے ہی نہ جائیں۔ جب ذات اقدس بنی نوع انسان کی سمجھ اور عقل سے بالاتر ہو گئی۔ تو لوگ بجائے قریب آنے کے دور ہو جائیں گے تو بتائیے کہ ہم نے اسلام کی کیا خدمت کی۔ اور رسالت کی کیا قدر جانی؟ پڑھے لکھے لوگوں کو خوب سوچ سمجھ کر، دلائل کی روشنی میں مذہبی باتوں کو ماننا چاہیئے۔ عقل اور

ملہ ہاں حضورؐ کے تمام معجزات آپ کی نبوت اور رسالت پر دلیل اور برہان ناطق ہیں معجزات دراصل خدا کا فعل ہوتا ہے۔ جو کبھی کبھی پیغمبروں کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہو کر ان کی نبوت کی گواہی دیتا ہے۔ اور اگر کوئی کہے۔ کہ حضورؐ کا سایہ نہ ہونا معجزہ تھا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ معجزہ خرق عادت کو کہتے ہیں۔ اور ساری زندگی آپ کا سایہ نہ ہونا داخل فی العادت ہے۔ بس معجزہ نہ ہوا۔ اور عادت میں سایہ نہ ہونا انسان نہ ہونے کو چاہتا ہے اور عدم انسان عدم رسول کو مستلزم ہے۔ خوب سمجھ لو کہ سایۂ کے انکار سے کیا نتیجہ نکلتا ہے! (صادق)

نقل کے خلاف ـــ اندھی تقلید کرتے ہوئے ـــ نابینی ارادت کی بناپر بلاتحقیق دینیات کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ ہاں تو یہ چیز آپ کی عقل نے باور کرلی ہوگی۔ کہ حضرت انور بحیثیت بشر رسول ہونے کے ضرور اپنا سایہ رکھتے تھے۔ کہ سایہ رکھنا ہی آپ کی رسالت، بشریت اور کمال انسانیت کا ثبوت ہے۔

اور پھر حضورؐ کے سایہ نہ ہونے کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث بھی قطعاً موجود نہیں۔ جو محدثین کے اصول کے مطابق معیار پر پوری اترے۔ آجتک کوئی روایت جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو ـــ کسی نے پیش نہیں کی! رطب ویابس کے طومار سے بھی کوئی ایسا اثر نہیں دکھایا گیا۔ جس کو کوئی محدث پہچانتا ہو۔

پھر جب کوئی بات بن نہیں پڑتی۔ تو کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نور تھے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ نور سے متعلق اوپر کافی تشریح ہوچکی ہے۔ کہ آپ روحانی نور تھے۔ روحانی نور ہونا بشریت کے منافی نہیں ہے۔ جب بشریت کے منافی نہ ہوا۔ تو سایہ کے عدم پر بھی دلیل نہیں ہوسکتا۔ اچھا بتائیے۔ کہ نور (روشنی) کے ماں، باپ، بیوی، بچے، لڑکے، لڑکیاں وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ نور روٹی کھاتا۔ پانی پیتا، سوتا، جاگتا۔ بولتا ہے؟ جنگوں میں لڑتا ہے۔ نور کا دانت شہید ہوسکتا ہے؟ مسلمان بھائیو! سوچو کہ یہ مولوی لوگ خدا انہیں ہدایت دے۔ حضورؐ کے متعلق کیسی لایعنی باتیں بیان کرتے ہیں۔ جو نہ عقل اور فکر میں آسکتی ہیں۔ اور نہ ان کا ثبوت کہیں قرآن اور حدیث میں ملتا ہے۔ آپ نے اکثر سنا ہوگا۔ کہ جب کوئی بہت بڑا عالم باعمل ـــ ولی اللہ فوت ہو

جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک نور تھا۔ آہ! چراغ بجھ گیا!! کہئے۔ اُس "نور" یا "چراغ" کا سایہ نہ تھا؟ ضرور تھا۔ وہ روحانی نور ــــ اور چراغ تھا۔ ایسے ہی سرورِ رسولاں، ختمِ نبیاں، جنابِ رحمت للعالمین ؐ اپنی حیثیت کے مطابق ایک نور تھے۔ روحانی نور ــــ جن کا سایہ تھا ایسا پاک سایہ کہ جس کے آگے حورانِ خلد کی عصمت فرشِ راہ ــــ اور دوعالم کی تقدیس قربان!!

ادبِ رسول ؐ

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان، بزرگی، عزت اور دستورِ ادب جو قرآن اور حدیث نے بیان کئے ہیں ــــ ان میں استخفاف ــــ (DEROGATION) کا خیال بھی باعثِ بربادیٔ اعمال اور وجہ اتلافِ ایمان ہے۔ اسی طرح حضور ؐ کی ذات کو شرع کی حد سے بڑھانا دین وایمان کے منافی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ[1] ــــ اپنے دین میں زیادتی نہ کرو۔ اور حضور فرماتے ہیں۔ لَا تُطْرُوْنِیْ[2]۔ مجھے (شریعت کی) حد سے نہ بڑھاؤ۔ افسوس! غلو کرنے والے کہتے ہیں۔ کہ ہم حضور ؐ کی شان بڑھاتے ہیں۔ ان لوگوں کو خوف نہیں آتا۔ کہ کیا حضور ؐ کی شان میں خدا نے کمی چھوڑی تھی۔ جو یہ بڑھاتے ہیں۔ پھر عزتیں، مرتبے اور شانیں بخشنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا کون ہے۔ جو حضور ؐ کی شان بڑھائے؟

یاد رہے کہ ہمیں یہ بھی حق حاصل نہیں۔ کہ حضور ؐ کی عزت وادب کے معیار خود قائم کرکے دوسروں کے ایمان کو ان پر پرکھیں۔ امروز و فردا کے "پیمانوں" اور "گزوں" سے لوگوں کی مسلمانی ناپیں۔ اور ان کے اعتقاد و

---

[1] دپ ۶ ع ۳) [2] بخاری ومسلم۔

ایقان کے جوہر کو خانہ ساز "کسوٹی" پر پرکھیں ـــ اور جو پورا نہ اترے، اسے
بے ادب، گستاخ یا بے ایمان کہہ دیں۔ کہ ایسا کرنے سے مذہب کے اندر
"دکان داریوں" "اجارہ داریوں" "گروہ سازیوں، فرقہ بندیوں اور جماعتی
تعصبوں کا بازار گرم ہوتا ہے، فتنے اور فساد سر اٹھاتے ہیں۔ اور ملت پارہ پارہ
ہو کر رہ جاتی ہے۔ خانہ ساز کسوٹی یا گز کی ایک مثال سنئے۔ کہ کئی پیر یا مولوی
کہتے ہیں۔ جو بزرگوں کے آگے قیام تعظیمی نہیں کرتا ۔ وہ بے ادب ہے۔
اور پھر لوگوں کو باادب بنانے کے لئے ان سے قیام تعظیمی کی بھینٹ لی
جاتی ہے۔ اب جو شخص قیام تعظیمی نہ کرے۔ لوگ اسے بزرگوں کا منکر اور
بے ادب کہتے ہیں۔ اور اپنے پیر یا مولوی کے پکڑائے ہوئے "گز" سے
لوگوں کے ادب کو جانچتے، پرکھتے اور ناپتے ہیں۔ آؤ تحقیق کریں کہ اسلام
اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ سنئے! حضرت انورؐ ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَہُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّأْ
مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی) جو شخص اس بات کو پسند کرے۔
کہ لوگ اس کے آگے تعظیماً کھڑے رہیں۔ تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ
میں تجویز کر لینا چاہیئے"۔ (ترمذی)

حضرت اکرمؐ کے ارشاد پاک سے ثابت ہوا۔ کہ بزرگوں کے لئے قیام کرنا
ناجائز اور حرام ہے اور قیام کرانے والے "بزرگوں" کو دوزخ کی وعید سنائی
گئی ہے۔ اب آپ خدا سے ڈر کر، رسول خداؐ کی محبت کا دم بھر کر انصاف سے
بتائیے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہوئے، بزرگوں
کے لئے قیام تعظیمی کرنے والے ادب والے ہیں۔ یا رحمت دو عالمؐ کے حکم
کو مان کر، قیام نہ کرنے والے باادب ہیں؟ کیوں نہیں کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ

کے فرمان کی پرواہ نہ کر کے قیام کرنے کرانے والے بے ادب ہیں! دیکھا جب آپ نے تحقیق کی۔ تو بزرگوں کے ادب کو جانچنے کا پیمانہ جعلی نکلا۔ اسی طرح اور بہت سے خانہ ساز "پیمانے" مذہب کی دنیا میں مروّج ہیں۔ آپ کو بہت محتاط ہو کر "سرکاری پیمانوں" (کتاب وسنت) اور "خانہ ساز پیمانوں" — (گھر ملو مسئلوں) میں تمیز کرنی چاہیئے۔ ایسے ہی یہ مسئلہ بھی گھڑ رکھا ہے کہ حضورؐ کو بشر کہنے والے بے ادب ہیں۔ اس کے متعلق بھی جب آپ تحقیق کریں گے۔ اور قرآن وحدیث اور تمام امت کا بشریت اور رسالت کے لازم ملزوم ہونے پر استشہاد پائیں گے۔ تو پکار اٹھیں گے کہ ادب رسولؐ کے جانچنے کا یہ بھی "خانگی معیار" ہے۔ جو اس لئے تخلیق کیا گیا ہے، کہ سادہ لوح حبِ رسولؐ کے جذبہ سے متاثر ہو کر فرضی بے ادبوں کیخلاف مشتعل ہوں۔ اور اس اشتعال کی آگ پر "برادران یوسف" اپنی "روٹی" پکائیں — الحاصل حضور پر نور کی شرعی عزت و آبرو اور ادب واحترام ہر مسلمان کے ایمان کی جان ہے۔ خدا اس روسیاہ کو دین ودنیا میں ذلیل ورسوا کرے۔ جس کے دل میں قرآن وحدیث کی بیان کردہ شانِ پیغمبرؐ کی تخفیف کا خیال بھی گزرے۔ جو سرورِ دو عالمؐ کی سنتوں اور حدیث سے دانستہ اعراض کر کے بے ادب بنے!

فرشتوں پر ایمان

قرآن اور حدیث میں فرشتوں کا بکثرت ذکر آیا ہے اس لئے ان کے وجود کو ماننا ایمان میں داخل ہے

فرشتے خدا کی پاک اور برگزیدہ مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا۔ وہ خدا کے تابعدار — مطیع — منقاد اور اس کے حکم کے بندے ہیں۔ بعض لوگ فرشتوں کے وجود کا انکار کرتے ہوئے انہیں تاویلوں، تصوروں

اور خیالات کی تاریکی میں کھو دیتے ہیں۔ خبردار! فرشتے ضرور ہیں۔ یقیناً ہیں۔ اور ان کا انکار قرآنی آیات کا انکار ہے۔ وہ آیات جن میں ان کا ذکر و بیان ہے۔

خدا کی کتابوں پر ایمان

قرآن مجید کو خدا کی الہامی کتاب ماننا ضروری ہے۔ جو بذریعہ وحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ یہی کتاب اب ضابطہ عمل ہے۔ اور اس کے سوا کوئی کتاب کتابِ ھدیٰ نہیں ہے۔ اور جو کتب حدیث ہیں۔ ان میں بھی رسول خدا کا عمل بالقرآن ہی مسطور ہے۔ قرآن کو الہامی ماننے کے ساتھ اس سے قبل کی تمام آسمانی کتابوں کو بھی منزل من اللہ یقین کرنا لابدی ہے، اگرچہ نزول قرآن کے ساتھ وہ سب کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن اپنے وقت کے لئے وہ برحق تھیں۔ نور علیٰ نور تھیں۔

تقدیر پر ایمان

قضا و قدر کا مسئلہ بھی اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یعنی تقدیر کو ماننا ایمانیات میں داخل ہے۔ لازم اور فرض ہے۔

قضا کے معنی فیصلہ کرنا ہے۔ اور قدر اندازہ کرنے کو کہتے ہیں۔ قضا و قدر یعنی تقدیر کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے پیدا کرنے بنانے، بڑھانے، پروان چڑھانے — بگاڑنے، مٹانے اور فنا کرنے، سے پہلے اپنے ازلی اور قدیم علم میں ارادہ، فیصلہ اور اندازہ فرمایا تھا۔ مخلوق کو درپیش آنے والے رنج و راحت، دکھ سکھ، فتح و شکست، خوش حالی و بدحالی، کامرانی و ناکامی، سعادت و شقاوت، افلاس و غنا، اور مرض و شفا — کے متعلق ایک منصوبہ (INTENTION) بنایا تھا

جس کے ماتحت عالم کون و فساد میں حالات اور واقعات رونما ہوتے ہیں نیرنگِ زمانہ، گردشِ دوراں، تغیر و تبدل، آسمان و زمین کے انقلاب شمس و قمر کا نظام، لیل و نہار کا اختلاف، انشائے سحاب، نزولِ باراں، احیائے ارض، تصریف ریاح، بہار و خزاں، افعالِ خیر و شر، اثراتِ نیک و بد، قوموں کی موت و حیات، ظہورِ اقبال و ادبار، دنیا جہان کے تمام ظاہری اور پوشیدہ، جسمانی اور روحانی امور — اللہ واحد القہار کے ازلی ارادے، فیصلے، اختیار اور حکمت سے ظہور میں آتے ہیں۔

مخلوقات کی تقدیریں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ...... (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خدا تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں (اندازوں) کو لکھ دیا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کُلُّ شَیْءٍ بِقَدَرٍ حَتّٰی الْعَجْزُ وَالْکَیْسُ (مسلم)

ہر چیز ساتھ تقدیر (خدائی فیصلے) کے (ظہور پذیر ہوتی) ہے۔ حتیٰ کہ نادانی اور دانائی (کے متعلق بھی ازل میں فیصلہ ہو چکا ہے)

نوٹ: حضرت انورؐ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا۔ کہ آسمان و زمین کی ہر چیز مشیت ایزدی اور حکمت خداوندی کے ساتھ پیوستہ و وابستہ ہے کوئی چیز

اس کے اختیار اور ارادے سے باہر نہیں ہے۔ فلک الافلاک سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر شے اس کے ازلی ضبط، نظام، بندوبست، قابو، اور بس میں ہے۔ تقدیر سے کسی کو مفر نہیں!

ایمان بالقدر کی تاکید

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ وَیُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا۔ جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے۔ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور یقیناً میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں۔ بھیجا ہے اس نے مجھ کو ساتھ حق کے، اور ایمان لائے ساتھ مرنے کے (کہ دنیا فنا ہونے والی ہے) اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔ اور ایمان لائے ساتھ تقدیر کے"۔

نوٹ:۔ اس حدیث میں جتنا ضروری توحید و رسالت اور قیامت کو ماننا بتایا گیا ہے۔ اتنا ہی ضروری تقدیر پر ایمان لانا آیا ہے۔ یعنی تقدیر کا منکر ایماندار نہیں ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ تقدیر کو ماننا لازمہ ایمان ہے!

چھ لعنتی شخص

حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ چھ طرح کے شخص ہیں کہ میں ان پر لعنت کرتا ہوں۔ (کیونکہ) لعنت کی ہے ان پر اللہ نے اور نبی مستجاب الدعوات ہے۔ (یعنی میرے لعنت کرنے پر ضرور یہ چھ شخص لعنتی ہیں)

(۱) ۔۔۔ اَلزَّائِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ ۔ اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔

نوٹ :۔ خواہ لفظوں میں زیادتی کرے۔ یا معنوں میں یا مفہوم بدل ڈالے۔ یا ترجمہ مرضی کے مطابق کرے۔ ہر طرح ملعون ہے!

(۲) ۔۔۔ وَالْمُکَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰہِ ۔ اور اللہ کی تقدیر کو جھٹلانیوالا۔

نوٹ :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی تقدیر الٰہی کا منکر ہے، تقدیر کو نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسولؐ کی زبان پر ملعون ہے!

(۳) ۔ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِیُعِزَّ مَنْ اَذَلَّہُ اللّٰہُ وَیُذِلَّ مَنْ اَعَزَّہُ اللّٰہُ ۔۔۔ جو غالب ہو جائے زبردستی سے کہ عزت دے اس کو جس کو ذلیل کیا ہو اللہ نے، اور ذلیل کرے اس کو جس کو عزت دی ہو اللہ نے"۔

نوٹ :۔ متسلط سے مراد جابر بادشاہ اور ظالم حاکم ہے۔ جو نفسانی، حیوانی، دنیوی خواہشوں اور فائدوں کی بنا پر حکومت کے زور سے مشرکوں بدعتیوں، فاسقوں، فاجروں، زانیوں، شرابیوں، بے دینوں، ملحدوں۔ دہریوں، زندیقوں اور لامذہبوں کو اپنے ہاں عزت دے۔ مرتبے اور عہدے بخشے، ان کے کام سنوارے۔ حالانکہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ذلیل وخوار ہیں۔ اور اس کے برعکس مسلمانوں، مومنوں، صالح عمل والوں، باعمل عالموں، دینداروں، پرہیزگاروں کو ذلیل جانے، بے عزت اور رسوا کرے۔ ان کی شکل دیکھنے کا روادار نہ ہو۔ حالانکہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک عزت والے آبرومند ہیں۔ حاصل کلام جس حاکم کے عہد حکومت میں سچ مچ کے نیک خدا رسولؐ کے تابعدار متقی اور پرہیزگار لوگ، ذلیل وخوار ہوں۔ اور بدکار اور فاسق فاجر لوگ معزز اور شریف کہلائیں وہ حاکم

یا بادشاہ ملعون ہے!

(۴) وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰہِ ۔ اور حلال کرنے والا اللہ کے حرم میں۔

نوٹ:۔ مکہ مکرمہ اللہ کا حرم ہے۔ جو کام اللہ کے حرم میں منع اور حرام ہیں۔ جو کوئی وہاں ان کاموں کو کرے۔ وہ لعنتی ہے!

(۵) وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ۔ اور حلال جاننے والا میری اولاد سے اس چیز کو جسے حرام کیا اللہ تعالیٰ نے۔

نوٹ:۔ حضورؐ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے۔ کہ جن کاموں کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ میری اولاد (سیدوں) سے جو کوئی ان کاموں (گناہوں) کو حلال جان کر کریگا۔ وہ ملعون ہے۔ سیدوں کو حضورؐ کی اس تخویف سے کانپ اٹھنا چاہیئے۔ اللہ کی حدوں کو توڑتے، بدیوں، بدکاریوں اور گناہوں کے دجلہ میں تیرتے وقت لرز جانا چاہیئے۔ کہ بد کردار، بداعمال سیدوں پر حضورؐ نے لعنت بھیجی ہے، اور خدا نے بھی انہیں ملعون کہا ہے، ہاں تو ان لوگوں کو بھی شرم آنی چاہیئے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ سیدوں کے نام کو ماننا چاہیئے، چاہے ان کے عمل کیسے ہی ہوں۔ لاکھوں درود وسلام ہوں اس نبی رحمت پر۔ جس نے اپنی اولاد۔ بداعمال سیدوں کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا۔ اور تقوٰے کے معیار پر انہیں کھوٹا پاکر راندہ درگاہ ایزدی قرار دے دیا۔ حضورؐ نے اپنی پھوپھی صفیہؓ اور اپنی بیٹی فاطمہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ اِعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللّٰہِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ۔ تم دونوں اللہ کے ہاں کام آنے والے نیک عمل کر لو۔ کل قیامت کو میں تمہارے کام نہیں آؤنگا۔ (طبقات ابن سعد)

(۶) وَالتَّارِکُ لِسُنَّتِیْ ۔ اور میری سنت کا تارک۔ (مدخل امام بیہقی)

نوٹ:۔حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میری سنت کا تارک لعنتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کسل و کاہلی اور سستی سے آپ کی سنت چھوڑ دے۔ وہ گنہگار ہے اور جو آپ کی سنت کو ہلکا اور حقیر جان کر ترک کرے، وہ یقیناً کافر ہے اور ملعون دونوں ہیں۔ اول الذکر زجراً ملعون ہے اور مؤخر الذکر حقیقتاً لعنتی ہے۔ اور جو اتفاقاً اور احیاناً سنت ترک کرے وہ گنہگار تو نہیں ہوتا۔ مگر برائی ضرور ہے! غور کریں۔ کہ تارکِ سنت کو تو حضورؐ نے ملعون فرمایا ہے اور جو لوگ نبی برحق کی سنت رفع سبابہ (تشہد میں انگلی اٹھانے) کو برا جانتے ہیں۔ بلکہ مارتے تک ہیں، آمین بالجہر کی سنت پاک پر لڑتے جھگڑتے روکتے ٹوکتے نفرت اور حقارت کرتے ہیں۔ اور رفع الیدین کی سنت برحق کو دیکھ کر لال پیلے ہوتے اور غیظ و غضب میں آتے ہیں۔۔ ایمانداری سے کہئے، کیا وہ رسول خداؐ کی مستجاب الدعوات زبان پر ملعون نہیں ہیں؟ مسلمان بھائیو! ڈر جاؤ! حضورؐ پر نور کی کسی سنت کو ترک کرنا ملعون ہونا ہے۔ اور جو آپؐ کی سچی، صحیح سند سے ثابت شدہ سنتوں کو برا جانے، چڑے، اور مٹانے کے درپے ہو۔ وہ کتنا بڑا ملعون ہوگا۔ اگر آپ کے دل میں حضرت انورؐ کی محبت اور عزت ہے، تو آپ کی سنت سے بھی محبت کرو۔ اس کی عزت کرو۔ پھر سنو! حضورؐ فرماتے ہیں۔ میری سنت کا تارک لعنتی ہے۔ خود سوچو۔ کہ سنت کا تارک تو لعنتی ہے، اور سنت سے نفرت کرنے والا، اسے بُرا اور حقیر جاننے ۔۔ مٹانے والا کس درجہ ملعون ہوگا!!! اسادہ دل مسلمانو! دیناری مولویوں کے بھرے ہیں نہ آؤ۔ یہ آپ کو جُل دے رہے ہیں، بدعات کی ظلمات میں رحمت دو عالمؐ

کی سنتوں کو گم کر کے آپ کو سبز باغ دکھا رہے ہیں۔ دراصل سب سے بڑے مجرم یہی مولوی لوگ ہیں جنہوں نے سادہ لوحوں کو سنتوں اور حدیثوں سے نفرت دلا رکھی ہے۔ اور باوجود اس "رسولؐ دشمنی" کے عاشقِ رسولؐ بنتے ہیں ؎

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکاریگا آستیں کا

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے :-

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ (پ ۱۹ ع ۱)

اور جس دن (رسولؐ کا) نافرمان (آدمی مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا (اور) کہے گا۔ اے کاش میں نے رسولؐ (کی سنت) کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی! کاش میں فلاں (سنت چھڑانے والے مولوی، پیر، دین سے برگشتہ کرنے والے ملنگ) کو دوست نہ بناتا۔"

غور فرمایا آپ نے۔ حشر کے میدان میں رسولؐ کی راہ، سنتِ مصطفٰےؐ کی قدر یاد آئیگی۔ جب دوزخ کے شعلے اور بھڑکتی ہوئی آگ نظر آئے گی۔ اُس وقت رسولؐ کا نافرمان۔ بقول قرآن "ظالم"۔ حدیث اور سنت کا دشمن، تارک و قاتل، مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا۔ اور زبان سے کہے گا۔ ہائے افسوس۔ میں نے سبیلِ رسولؐ اختیار کی ہوتی۔ رسولؐ کی راہ پر چلا ہوتا۔ سنت اور حدیث پر عمل کیا ہوتا ــــ !!

پھر کہے گا ــــ آہ! میری بدبختی! میں نے کیوں فلاں کو یار بنایا ــــ اس

"مولوی" "پیر" - "فقیر" - "ہادی" - "صوفی" - "ملنگ" کے ساتھ نشست برخاست رکھی - کیوں فلاں "حضرت صاحب" کا مرید بنا — ہائے! کیوں اُس "مجلس" میں بیٹھا کیا - کیوں فلاں اہل بدعت کے پیچھے چلا - جس نے مجھے حدیثوں سے نفرت دلائی - اور سنتوں کا تارک بنایا - شرکیہ عقیدے سکھائے - اور بدعتوں پر چلایا - جس کے نتیجہ میں آج جہنم میں جھونکا جانے لگا ہوں -
بھائیو! آج رسول پاکؐ کی قدر کر لو - اس طرح کہ آپ کے اسوۂ حسنہ پر چلو - آپ کے قول و فعل کی شمع کے نور سے اپنی زندگی کے "ظلمت کدوں" میں اجالا کر لو - حضورؐ کی سنتوں اور حدیثوں پر چلو - انہیں اپنا و جان سے زیادہ عزیز جانو - جتنی محبت حضورؐ سے ہے - بالکل اتنی ہی الفت آپ کے قول و فعل سے کرو - اور حضورؐ کی جن سنتوں سے یہ "مولوی لوگ" آپ کو روکتے اور منع کرتے ہیں - خود تحقیق کرو - کہ کیا وہ فی الواقع حضورؐ کی سنتیں ہیں؟ اگر حدیث کی کتابوں سے وہ سنتیں ثابت ہوں - تو پھر ان "برادرانِ یوسف" کی باتوں کی کچھ پرواہ نہ کرو - اور ان سنتوں پر عمل شروع کر دو - تاکہ حشر کے میدان میں آپ کو کفِ افسوس ملنا نہ پڑے - یاد رکھو! خدا صرف اسی عمل کو قبول کریگا - جو آپ نے سنت کے مطابق کیا ہوگا - غیر مسنون اعمال منہ پر مارے جائیں گے - عنداللہ مردود ہوں گے - اور یہ اصول — دینیات کے ہر ہر شعبہ میں کارفرما ہے ؎

خلافِ پیغمبرؐ کسے راہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

ملاحظہ: مسئلہ تقدیر کے بیان میں حضورؐ نے تقدیر کی تکذیب کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے - اور ساتھ ہی پانچ طرح کے اور شخصوں کو بھی ملعون

فرمایا ہے۔ مکذّب بالقدر کے ساتھ ہم نے ضمناً دوسرے بدبختوں کا ذکر بھی بالتشریح کردیا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام کی مذہبی معلومات میں اضافہ ہو۔ اور وہ تکذیب بالقدر کی لعنت سے بچتے ہوئے۔ دوسرے موجب نفرین کاموں سے بھی مجتنب رہیں۔

قضاء و قدر کے سلسلہ میں جب معلوم ہوگیا۔ کہ تقدیر کا منکر لعنتی ہے۔ اور ایمان دار بھی نہیں ہے۔ تو نہایت ضروری ہوا۔ کہ ہم تقدیر الٰہی پر ایمان رکھیں۔ کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر، تا صور اسرافیل سب کچھ ہونے والا خدا نے اپنے علم غیب سے لکھ رکھا ہے۔ اور سب کچھ اس کی مشیت کے تحت وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ ہر شے اس کے ارادے کی پابند ہے۔ ایک ذرہ تک اس کے اختیار سے باہر نہیں ہے۔

منکرین تقدیر

تقدیر کے منکر کو قدریہ کہتے ہیں۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں۔ اَلْقَدَرِیَّۃُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ (ابوداؤد)

فرقہ قدریہ کے لوگ اس امت کے مجوس ہیں۔ اگر بیمار ہوں۔ تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو۔ اور اگر مرجائیں۔ تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدَرِ بھی آیا ہے۔ کہ تقدیر کے منکروں کے ساتھ ہم نشینی نہ کرو۔

مسئلہ تقدیر کی نزاکت

مسئلہ تقدیر کو ماننا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے تقدیر کے منکر کی بیمار پرسی، اور اس کی میت پر جنازہ کے لئے حاضر ہونے سے منع کیا ہے۔ چونکہ تقدیر کو کما ینبغی سمجھنا اور اس پر حاوی ہونا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس لئے حضرت انورؐ

نے تقدیر پر بحث مباحثہ کرنے، جھگڑنے اور اسے کریدنے کھودنے سے سختی سے روکا ہے۔ کہ گمراہ ہو جانے کا خدشہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایک دفعہ مسئلہ تقدیر پر بحث کر رہے تھے۔ کہ حضرت انورؐ تشریف لے آئے۔ اور (ہمارے تقدیر پر بحث مباحثہ کے سبب) غصے ہوئے۔ حتیٰ کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ گویا کہ رخساروں پر انار کے دانے نچوڑے گئے ہیں۔ پھر فرمایا ــــ (سنو!) جب تم سے پہلے لوگ تقدیر پر بحث کرنے لگے تھے۔ تو وہ یقیناً ہلاک ہو گئے تھے۔ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ۔ لَا تَتَنَازَعُوْا فِیْہِ۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں (پھر) میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ کہ تقدیر میں بحث نہ کیا کرو"۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

نوٹ :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ تقدیر پر ایمان لے آنے کے بعد اس پر سرسری گفتگو کے سوا دقیق بحث میں نہیں جانا چاہیئے۔ جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے۔ وہ کریں۔ اور جن کاموں سے بچنے کو کہا گیا ہے۔ ان سے باز رہیں۔ پھر سن لیں۔ کہ تقدیر میں بحث و جھگڑا نہ کریں۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا۔ تقدیر کی وضاحت کیجیئے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ خطرناک راہ ہے۔ نہ بیٹھ اس میں! اس نے پھر کہا۔ تقدیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ گہرا سمندر ہے۔ نہ داخل ہو اس میں! اس نے پھر پوچھا۔ آپ نے کہا۔ یہ خدا کا بھید ہے۔ اس کی چھان بین نہ کر!

تقدیر کو ماننا خدا کو ماننا ہے

اگر کوئی کہے، کہ زمین و آسمان کا تمام نظام، تغیرات عالم، انقلابات زمانہ واقعات و حادثات، عناصر کی ترکیب، چیزوں کے اثرات، خیر و شر کا ظہور، موسموں کی نمود، بحر و بر کے شب و روز، اندوہ و آلام، آفات و مصائب ــــ یہ سب

کچھ آپ سے آپ ہی معرض وجود میں آتا ہے۔ اس کا کوئی نگران، ضابطہ، اور ناظم نہیں ہے۔ تو یاد رکھیں۔ کہ ایسا خیال دہریت اور الحاد ہے، گمراہی اور بے دینی ہے۔ اور جب یہ مانا جائے۔ کہ ایک واجب الوجود کی مشیت اور ازلی ارادے کے ماتحت زمین و آسمان کا کارخانہ چل رہا ہے۔ سب کچھ خدائے لایزال کے اختیار اور اس کی قضا و قدر کی جلوہ گری ہے۔ تو ایسا ایمان دراصل خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان ہے۔ اس کی ہستی کا صدق دل سے اقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تقدیر کو ماننا فرض قرار دیا گیا ہے۔ کہ ایمان بالقدر دہریہ اور ملحد ہونے سے بچاتا ہے۔ حسد، بغض، اور اشتراکیت سے باز رکھتا اور قانع بناتا ہے۔

تقدیر کا غلط مفہوم

بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ جب خدا نے ہماری تقدیر میں جو ہونا ہے وہ لکھ دیا ہے، پھر ہمارا ہاتھ پاؤں مارنا اور کوشش کرنا بے کار ہے۔ اس خیال سے کئی لوگ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور کرتے کراتے کچھ نہیں، تقدیر کے لکھے کا انتظار کرتے ہیں۔ سن لیں۔ کہ یہ تعلیم دراصل برہمنیت اور خانقاہیت کی تعلیم ہے۔ جس نے مسلمانوں کو ناکارہ، کاہل، جاہل اور بے دست و پا کر کے رکھ دیا ہے۔ یاد رہے کہ تقدیر کا یہ مفہوم غلط ہے، اور اسلام نے ایسی تعلیم ہرگز نہیں دی!

تقدیر اور فولادی عزم

کیا آپکو معلوم ہے کہ آپ کی تقدیر میں کیا لکھا ہے، کل کیا ہوگا، پرسوں کیا پیش آئے گا۔ مہینہ اور سال کے بعد آپ کے حالات کیسے ہوں گے؟ یقیناً آپ کو پتہ نہیں! تو پھر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنا کس قدر جہالت، بیوقوفی،

اور خدا کی دی ہوئی صحت، طاقت، عقل و شعور اور زندگی کا ماتم کرنا ہے۔ جو کچھ آپ کی تقدیر میں ہے، ہوا کرے۔ آپ ادھر قطعاً دھیان نہ کریں آپ کا فرض یہ ہے۔ کہ اپنی بہتری، بہبودی، خوش حالی، آسائش، اور ترقی کے لیے خوب کوشش کریں۔ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ کامرانیوں، اور شادمانیوں کی "ایورسٹ" پر پہنچنے کے لیے خون پسینہ ایک کردیں، زندگی بھر ہر قدم ترقی کی طرف لے جانے کے لیے عزم بالجزم کریں۔ تکلیفیں مصیبتیں رکاوٹیں، ناکامیاں آئیں۔ تو آپ کے فولادی عزم کے پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں، جدوجہد کا قدم آگے ہی آگے بڑھے۔ کوشش کی پرواز تیز سے تیز تر ہو۔ رخشِ جستجو کے آگے صحرائے مقصود سمٹ کر رہ جائے۔ بہار رنگ و تاز ریگ زارِ آرزو کو لہلہاتے گلستان میں تبدیل کردے۔ شاہینِ مدعا نچلی فضا میں پرواز کرنا اپنی کسرِ شان جانے —— ہر لمحہ وسعت اور رفعت کی طرف بڑھے —— اور ریگ بیابان ماندگی سے بھی ذوق کہکشاں گیری میں فرق نہ آئے۔ جو کام بھی آپ شروع کریں۔ اس نیت اور قصد سے کریں کہ آپ نے اس کی انتہا کو پہنچنا ہے —— کمال حاصل کرنا ہے، دستکاری ہو یا کارخانہ داری، تعلیم ہو یا تعلّم، تجارت ہو یا ملازمت —— سینکڑوں علوم و فنون اور صدہا ترقیوں کی راہوں —— دشوار گزار راہوں میں سے جو بھی آپ اختیار کریں، اس فولادی عزم اور آہنی ارادہ سے قدم اٹھائیں۔ کہ جب تک سرحدِ مقصود قدم بوس نہ ہو۔ آپ گامزن رہیں گے ؎

دست از طلب ندارم تا کامِ من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

کوشش کا نتیجہ تقدیر ہے | تقدیر کے سرہانے بیٹھ کر رونے والو!

خوب یاد رکھو۔ کہ انسان کی محنت شاقہ اور سعیٔ پیہم کا نتیجہ ہی اس کی تقدیر ہے۔ ایک مزدور شام کو بڑی مشقت کے بعد دو روپے کماتا ہے۔ دوسرا تین روپے، ایک دستکار پانچ روپے حاصل کرتا ہے۔ دوسرا دس روپے۔ کوئی "دماغ" بیس روپے روز لاتا ہے۔ کوئی سَو روپے۔ — ان سب کی اپنی اپنی کوشش اور اپنی اپنی تقدیر ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی تقدیر پر راضی اور قانع ہونا ضروری ہے۔ کسی کو کسی سے حسد اور بغض نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ ہر ایک کو ترقی کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں ضرور مارنے چاہئیں۔ آگے ہی آگے بڑھنے کے لئے سوچنا اور عمل کرنا چاہیئے۔ نامساعد حالات سے لڑکر اور ناموافق زمانہ سے نبرد آزما ہوکر کشمکش حیات کو اپنی فوز و فلاح کی راہیں کھولنی اور اوج وعروج کے مرحلے طے کرنے ضروری ہیں ؎

میاسا بزم بر ساحل کہ آنجا ٭ نوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و با موجش درآویز ٭ حیاتِ جاوداں اندر ستیز است (اقبالؒ)

خدانخواستہ اگر آپ ایک کوشش میں ناکام ہوئے ہیں۔ آپکو دوبارہ میدانِ سعی میں قدم رکھنا چاہیئے۔ اب بھی اگر گوہر مقصود ہاتھ نہیں آیا۔ تو تقدیر کے ماتم میں سیاہ لباس نہ پہن لیں۔ بلکہ عزم وارادہ کی مے نوش جان کرکے دیوانہ وار تگ و دو میں لگ جائیں۔ اور اس طرح پیکرِ عمل بن جائیں۔ کہ ہر ناکامی کی شام کے دھندلکے سے صبح کامرانی کا اجالا نظر آئے۔ اگر ایک تقدیر ناموافق ہے۔ دوسری نامساعد، تیسری بھیانک اور چوتھی تاریک ہے۔ تو سعی مسلسل کے نتیجہ میں ایک ایسی تقدیر ضرور جلوہ فرما ہوگی۔ جس کی تابانی کے سامنے ماہ چہاردہم بھی

نگاہیں نیچی کرے گا۔ ؎

گر زیک تقدیر خوں گردد جگر!
خواہد از حق حکمِ تقدیرِ دِگر
تو اگر تقدیرِ نو خواہی رواست
زانکہ تقدیراتِ حق لا انتہاست (اقبالؒ)

اپنی دنیا آپ پیدا کر

مومن جس طرح اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے نہیں تھکتا۔ عبادات کی بجا آوری میں کاسل و کاہل نہیں ہوتا۔ ہر روز عزمِ نو، ذوقِ فراواں، اور بڑھتے ہوئے ایمان کے ساتھ قربِ خداوندی کی منزلیں طے کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں — زندگی کے فرائض پورے کرنے، تمدنی، معیشی، معاشرتی، اصلاحی اور اخلاقی قدروں کو نکھارنے اور بلند کرنے کے لئے ہر بلندی کے بعد دوسری بلندی کی تلاش میں رہتا ہے۔ ؎

مومنے بالا ئے ہر بالا ترے
غیرتِ او بر نتابد ہمسرے

مردِ مومن کی حیثیت دنیا میں جمادات، نباتات اور حیوانات کی طرح نہیں ہے۔ گھاس پھوس، درخت پودے، اینٹ پتھر — تو تقدیر کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لیکن مومن کی پابندیِ تقدیر احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں ہے یعنی مومن کو تقدیر کے تصور اور خیال میں نباتات اور جمادات کے مانند سکوت وجمود کی زندگی نہیں گزارنی چاہیئے۔ بلکہ قرآن میں خدا کے بیان کردہ لائحہ عمل کے مطابق بسر کرنی چاہیئے۔ غیر معلوم تقدیر کے غم میں گھلنے کی بجائے اسلام کے اصولوں پر عمل کریں۔ شریعت پر چلیں، شب و روز خدا

کی اطاعت میں گزاریں - اس کی غلامی کا دم بھریں - اس کے آئین وقانون کے پابند رہیں - تقدیر پر ایمان لانے کی عملی صورت ہی یہ ہے کہ احکام خداوندی پر عمل کر کے اپنی تقدیر آپ بنائیں - اپنی دنیا آپ پیدا کریں - ؎

تقدیر کے پابند نباتات وجمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند (اقبالؒ)

افسوس مسلمانوں کو فقر خانقاہی نے توکل اور تقدیر کا وہ غلط سبق پڑھایا ہے - خدا کے بھروسے اور قسمت کے لکھے پر ہاتھ توڑ کر بیٹھ رہنا سکھایا ہے - کہ جس سے مسلمان زندہ درگور ہو کر رہ گئے ہیں - آہ ! مادہ پرست یورپ غیر مسلم ہو کر اسلامی احکام کو اپنا کر بحر و بر سے اپنی سعی پیہم کا کلمہ پڑھوا رہا ہے - فضائیں اس کی مسخر، ہوائیں اس کی منقاد، سمندر مطیع، دریا فرماں بردار، زمین اس کے حضور میں خزانے اگلتی ہے، اور آسمان اس پر من برساتا ہے - تمام نباتات، جمادات، حیوانات اور کائنات کا ذرہ ذرہ اپنی کیمیاوی، جوہری اور افادی خدمات کی دنیا لئے ہوئے یورپ کے "معمارانِ تقدیر" کی اطاعت میں حاضر ہے - وہ - جد وجہد اور سعی و عمل کے پیکر - ایسے لوگ ہیں - کہ ہر روز اپنی سینکڑوں "تقدیریں" بناتے ہیں - حور وشِ تقدیریں - دلربا قسمتیں ! - اور مسلمان اپنی تقدیر کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے راکھ و رماد کا ڈھیر ہو گئے ہیں - حالانکہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اور مسلمان کو سبق پڑھایا ہے - لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی - آدمی کو (دین و دنیا میں) اتنا ہی (پھل) ملے گا - جتنی کہ اس نے کوشش کی ! کتاب زندہ - بغل میں رکھنے والے مسلمان سے

خاک شو نذر ہوا سازد ترا
سنگ شو بر شیشہ اندازد ترا
شبنمی! افتند گی تقدیر تست
قلزمی! پائند گی تقدیر تست (اقبال رح)

قیامت پر ایمان

مومن اور مسلمان ہونے کے لیئے قیامت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اعمال کی جزا سزا کے روز کو بھی ماننا لازمی ہے۔ یوم القیامت، یوم النشور، یوم التناد اور یوم الحساب برحق ہے۔

قبر (نیکوں کے لیئے) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور (بدوں کے لیئے) دوزخ کے گڑھوں میں ایک گڑھا ہے۔ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور خدا کے حضور اپنے عملوں کا حساب دینا ہے۔ اچھے اور بُرے عمل میزان میں تولے جائیں گے۔ اور پھر کامیاب لوگ خدا کے فضل سے بہشت میں چلے جائیں گے۔ اور خسارہ پانے والے دوزخ میں دھکیلے جائیں گے۔

قرآن مجید نے توحید و رسالت کے بعد آخرت اور معاد پر ایمان لانے کے لیئے بہت زور دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب یہ یقین کر لیا جائے کہ ایک دن ہم نے خدا کے سامنے جا کر اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کا حساب دینا ہے۔ عمر رفتہ کی کارگزاری اللہ کے آگے پیش کرنی ہے۔ تو پھر ہم اپنی عملی زندگی کی طرف دھیان کریں گے۔ جائز ناجائز حلال و حرام کی تمیز کرینگے اوامر پر چلیں گے۔ اور نواہی سے باز رہیں گے اور اگر کسی حساب کے دن کا یقین نہ ہو۔ پوچھ گچھ اور امتحان کی گھڑی پر ایمان نہ ہو۔ تو پھر زندگی

شتر بے مہار کی طرح گزرتی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور دیگر اعمالِ خیر عبث اور بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ جب اعمال کی پرسش ہی نہیں ہوتی ان کا کوئی نتیجہ ہی نہیں نکلتا۔ کسی کے سامنے پیش ہی نہیں ہونا۔ تو پھر جس طرح جی چاہے۔ زندگی گزاریں۔ جونسا عمل چاہیں کریں۔ نہ کسی مذہب کی ضرورت ہے، نہ دین کی حاجت، نہ کوئی عقیدہ لازمی اور نہ ایمان لابدی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے آخرت کے منوانے اور یوم الحساب پر ایمان لانے کیلئے بیحد زور دیا ہے۔ تاکہ انسان دنیا میں بغاوت اور سرکشی کی زندگی نہ گزارے۔ من مانی کاروائیاں نہ کرے۔ شتر بے مہار ہو کر فتنہ و فساد پر نہ اتر آئے۔ بلکہ احکام الٰہی کا پابند ہو کر رہے کہ اسے ایک دن ضرور ضرور پوچھا جائیگا۔ پھر جو شخص آخرت قیامت، اور حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ یا شک کرتا ہے۔ وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے۔ قرآن کافروں کا قول بیان کرتا ہے۔ وہ کہتے تھے:

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝

(پ۱۸ ع ۳)

کیا یہ (پیغمبر) تم سے کہتا ہے۔ کہ جب تم مر جاؤ گے۔ اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے۔ تو تم (دوبارہ زندہ کر کے زمین سے) نکالے جاؤ گے۔ یہ بات جو تم سے کہی جاتی ہے (عقل سے) دور (اور قیاس سے) بعید ہے۔ (دوبارہ پیدا ہونا کیسا) یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اور بس۔ کہ (یہاں) ہم مرتے ہیں۔ اور جیتے ہیں۔ اور ہم قیامت کو نہیں اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت سے پتہ چلا۔ کہ قیامت کا انکار کافروں کا عقیدہ ہے۔ جو کفر ہے۔ پھر اگر کوئی شخص خدا، رسول، اور قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کو نہیں مانتا۔ تو یاد رہے۔ کہ ایسا شخص شرعاً خدا، رسولؐ اور قرآن کا بھی منکر ہے۔ اس الحاد کے دور میں بعض مسلمانوں کا ایمان آخرت سے متعلق بڑا کمزور، متزلزل، لرزاں اور اکھڑا اکھڑا سا ہے۔ بحیثیت مسلمان انہیں آخرت کو بھی اسی یقین کے ساتھ ماننا چاہیئے۔ جس یقین سے وہ توحید و رسالت اور قرآن مجید کو مانتے ہیں۔

ایمان کے درخت کی نورانی شاخیں

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَۃً اَعْلَاھَا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَ الْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (بخاری)

ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ سب سے اعلےٰ وارفع توحید خداوندی یعنی لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور سب سے ادنیٰ ایذا رساں چیزوں کو راستے سے ہٹانا۔ اور شرم وحیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

ایمان کا اوج کمال

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں۔ پس جو شخص ایمان کے اوج و کمال کو پانا چاہتا ہے۔ ایمان کا لبریز جام نوش جان کرنا چاہتا ہے۔ اسے ان تمام امور ایمان کو دھیان میں رکھنا چاہیئے۔ مامورات پر عمل کرے

اور منہیات سے بچے - فرائض و نوافل کو بجالائے - اور محرمات و مکروہات سے نفرت کرے - ایمان کی یہ تمام شاخیں قرآن و حدیث میں بکھری پڑی ہیں ہم انہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور فتح الباری وغیرہ سے فراہم کرکے یہاں بیان کرتے ہیں - آپ انہیں غور سے پڑھیں - اور عمل میں لاکر ایمان کی معراج کو پائیں

ان امورِ ایمان سے چھ چیزیں تو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں - جنہیں کافی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے - اور وہ یہ ہیں :-

(۱) اللہ پر ایمان (۲) رسولوں پر ایمان (۳) فرشتوں پر ایمان (۴) الہامی کتابوں پر ایمان (۵) تقدیر پر ایمان (۶) قیامت کے دن پر ایمان - اب آپ آگے چلیں :-

(۷) مر کر جی اٹھنے پر ایمان - (۸) میدان محشر میں جمع ہونے پر ایمان (۹) مومنوں کے جنتی اور کافروں کے دوزخی ہونے پر ایمان (۱۰) اللہ کی محبت کے واجب اور ضروری ہونے پر ایمان (۱۱) اللہ کے خوف کے واجب ہونے پر ایمان (۱۲) خدا سے نیک امید رکھنے پر ایمان (۱۳) خدا کی ذات پر بھروسہ رکھنے پر ایمان (۱۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے واجب ہونے پر ایمان (۱۵) رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کے واجب ہونے پر ایمان (۱۶) دین اسلام پر جم جانے پر ایمان (۱۷) علم طلب کرنا - (۱۸) علم دین کی نشر و اشاعت کرنا - (۱۹) قرآنؔ مجید کی سیکھنے سکھانے

لہ قرآن کی عزت یہ ہے کہ اس کے حکموں اور حدوں کی حفاظت کریں - اسکے حلال و حرام کو پہچانیں - اسکے اوامر پر چلیں اور نواہی سے بچیں، قرآن کے باعمل عالموں اور حافظوں کی توقیر کریں - اور قرآنی مطالب واحکام کو دنیا کمانے کی غرض سے اپنی مرضی کے مطابق بنانا اسے دنیا حاصل کرنے کیلئے سیکھنا اس کی عزت و تعظیم کے منافی ہے - (محمد صادق)

ہیں عزت و تعظیم کرنا۔ (۲۰) طہارت[1] اور پاکیزگی۔ (۲۱) پانچوں نمازوں کو ارکان اور وقت کی پابندی سے ادا کرنا (۲۲) زکوٰۃ ادا کرنا (۲۳) روزہ رکھنا۔ (۲۴) اعتکاف کرنا۔ (۲۵) حج کرنا (۲۶) جہاد کرنا (۲۷) جہاد کے لئے تیار رہنا (۲۸) دشمن سے لڑتے وقت ثابت قدم رہنا (۲۹) مال غنیمت سے پانچواں حصہ بیت المال کو دینا (۳۰) غلام آزاد کرنا۔ (۳۱) کفارہ (جو کسی گناہ پر واجب ہوا ہو) ادا کرنا (۳۲) نذر (اللہ کے نام کی مانی ہوئی) ادا کرنا۔ (۳۳) اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔ (۳۴) زبان کی نگرانی کرنا۔ (۳۵) امانتوں[2] کو ادا کرنا (۳۶) کسی کو ناحق قتل کرنے یا دکھ دینے سے بچنا (۳۷) زنا کاری سے باز رہنا (۳۸) حرام مال سے گریز کرنا۔ (۳۹) کھانے پینے میں حلال حرام کو نگاہ رکھنا۔ (۴۰) خلاف شرع لباس اور طرز معاشرت سے اجتناب کرنا۔ (۴۱) باجوں گاجوں، راگوں، کھیل تماشوں کو حرام جاننا (۴۲) مال باطل کو حرام سمجھنا اور خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔ (۴۳) حسد، بغض، خیانت اور مخادعت کو ترک کر دینا۔ (۴۴) لوگوں کی ہتک عزت اور آبرو ریزی کو حرام سمجھنا (۴۵) ریا و نمود سے بچ کر عملوں کو خالص اللہ ہی کے لئے بجا لانا۔ (۴۶) نیکی سے خوش اور بدی سے رنجیدہ ہونا۔ (۴۷) ہر گناہ کا مداوا توبہ سے کرنا (۴۸) خدا کے نام کی قربانیاں دینا (۴۹) اولی الامر

---

[1] حضور فرماتے ہیں. پاکیزگی آدھا ایمان ہے (مسلم) [2] حضورؐ فرماتے ہیں جو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی کرنے، اور امانت میں خیانت کرنے کی عادت رکھتا ہو۔ وہ منافق ہے۔ اگرچہ نمازی ہو۔ روزہ دار ہو۔ اور خود کو مسلمان کہتا ہو (بخاری۔ مسلم)

امیر المؤمنین، خلیفہ، حاکم، بادشاہ کی (معروف میں) فرماں برداری کرنا۔ (۵۰) مسلمانوں کی سلف صالحین کی جماعت (صحابہؓ۔ تابعینؒ۔ تبع تابعینؒ) جس بات پر متفق ہو۔ اسے مضبوط پکڑنا۔ (۵۱) لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرنا۔ (۵۲) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیک کاموں کا حکم کرنا۔ اور بری باتوں سے منع کرنا۔ (۵۳) پرہیزگاری اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ (۵۴) حیا اور شرم کرنا۔ (۵۵) ماں باپ کی فرماں برداری اور ان کے ساتھ احسان کرنا۔ (۵۶) رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھنا۔ (۵۷) لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ (۵۸) ماتحتوں کے ساتھ احسان اور سلوک کرنا۔ (۵۹) مالک کا حق ادا کرنا۔ (۶۰) بیوی اور بال بچوں کے حقوق پورے کرنا۔ (۶۱) نیکوں دینداروں۔ اور اللہ والوں سے (اللہ کے لئے) دوستیاں پیدا کرنا۔ (۶۲) سلام کا جواب دینا۔ (۶۳) بیماروں کی عیادت کرنا۔ (۶۴) مسلمان کا جنازہ پڑھنا۔ (۶۵) جو چھینک آنے پر الحمد للہ کہے، اسے یَرحَمُکَ اللہ کہنا (۶۶) کافروں، مشرکوں اور فسادیوں سے کنارہ کش رہنا (۶۷) ہمسایوں کی عزت اور اکرام کرنا (۶۸) مہمانوں کی ضیافت کرنا (۶۹) مسلمان بھائیوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنا (۷۰) مصیبتوں پر صبر کرنا۔ (۷۱) دنیا سے بے رغبتی کرتے ہوئے امیدوں (حرصوں) کو کم کرنا (۷۲) غیرت کر کے بےحیائی ڈھٹائی اور بے حمیتی چھوڑ دینا۔ (۷۳) لغویات اور فضولیات سے اعراض کرنا۔ (۷۴) سخاوت اور خیرات کرنا (۷۵) چھوٹوں پر رحم اور بزرگوں کا ادب کرنا۔ (۷۶) آپس میں اصلاح رکھنا (۷۷) مسلمان بھائی کیلئے ہر اس چیز (نفع، فائدہ) کو پسند کرنا جو اپنے لئے پسند ہو۔ اور ہر اس چیز (نقصان وغیرہ) کو ناپسند کرنا جو

اپنے لئے ناپسند ہو (۸۰)، ایذا دینے والی چیز کو راستے سے دور کرنا (بخاری مسلم فتح الباری)

نوٹ:۔ یہ ہیں ایمان کی شاخیں، ڈالیاں — امورِ ایمان۔ جن پر عمل کرنے سے دوزخ سے نجات اور بہشت کی سند ملتی ہے۔ اگر کسی کے ایمان کے درخت میں یہ سب شاخیں موجود ہوں۔ تو وہ مومن کامل ہے۔ اور جتنی کم ہوں — اسی قدر ایمان میں نقصان ہے۔ کوشش کریں۔ خدا توفیق دے — کہ یہ شجرۃ الایمان خوب پھلے پھولے۔ شاخوں، ٹہنیوں اور ڈالیوں سے گھنا ہو — کہ اس کے سائے میں ملائکہ رحمت بیٹھنے کی آرزو کریں۔

شرک کی جہنم خیزیاں

خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں فیصلہ کر دیا ہے:—

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ (پ۵ ع ۱۵)

خدا یقیناً نہیں بخشتا یہ کہ شریک ٹھیرایا جائے اسکے ساتھ (کسی کو) اور اس سے کم جس (گناہ) کو چاہے معاف کر دے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھیرایا۔ وہ (راہ توحید سے بہت) دور بھٹک گیا!

قرآن مجید کو غور و خوض کے ساتھ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سارا قرآن تقریباً شرک کے استیصال اور توحید کے اثبات و استحکام سے بھرا پڑا ہے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض و غایت ہی شرک کو مٹانا اور توحید کی شمع جگمگانا تھا۔ پھر جب شرک کی لعنتیں ہوشربا — اور

آفتیں جہنم خیز ہیں تو ضروری ہے۔ کہ شرک سے بال بال بچیں اپنے عقائد اور اعمال کو اس سے پاک رکھیں۔ دوئی کی ہر قسم کی ظلمت کو پیغام خجالت دیں۔

شرک کسے کہتے ہیں

خدا کی ذات، صفات اور اس کی ہر قسم کی عبادت میں کسی کو شریک (CO-SHARER) جاننا شرک (PARTNERSHIP) کہلاتا ہے۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں۔ ہم انہیں یہاں علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ آپ غور سے پڑھیں۔ جانیں بوجھیں اور عمل کریں۔

خالص عبادت کا حکم

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (پ۱۷ ع۱)

اور (اے پیغمبرؐ) ہم نے تجھ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا۔ تو اس پر ہم نے یہی وحی نازل کی۔ کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں پھر (اے لوگو) ہماری ہی (خالص) عبادت کرو۔"

اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ جتنے پیغمبر خدا کی طرف سے دنیا میں آئے سب خدا کی طرف سے توحید کا پیغام ہی لے کر آئے۔ کہ خدا کی ذات و صفات اور اس کی عبادات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ (صحیح مسلم)

میں بڑا بے نیاز ہوں شریکوں میں شرک سے، جو کوئی ایسا کام کرے

کہ اس میں میرے ساتھ کسی کو شریک لائے۔ تو میں چھوڑ دیتا ہوں
اس کو اور شرک کو اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں؛

نوٹ:۔ یہ حدیث قدسی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تو اپنی شراکت کی چیزیں آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں کرتا۔ وہ بے پروا ہے۔ جو عمل بھی اللہ کے لئے کیا جائے۔ اور اس میں غیر اللہ کو شریک کیا جائے۔ تو ایسے عمل سے خدا اپنا حصہ بھی قبول نہیں کرتا بسارے کا سارا ہی رو کر دیتا ہے، اور اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔ یعنی شرک کے عقیدے کے ساتھ جو عبادت بھی کی جائے۔ وہ خدا کے ہاں غیر مقبول اور مردود ہے۔ اور خدا ایسی عبادت اور مشرک عابد سے ناخوش و ناراض، خفا اور بے زار ہے۔ مثلاً کوئی شخص مانگتے وقت کہے۔ کہ نذر اللہ[1] نیاز حسینؓ دو۔ اور دینے والا نذر اللہ نیاز حسینؓ سمجھ کر خیرات کر دے۔ تو لینے اور دینے والا —— دونوں مشرک ہو گئے۔ کیونکہ نذر یا نیاز عبادت ہے۔ نذر اللہ کہہ کر نذر کو خدا کے لئے بھی عبادت جانا۔ اور نیاز حسینؓ کہنے سے نیاز ونذر حضرت حسینؓ کے حق میں بھی عبادت ہو گئی۔ پس خدا تعالےٰ اس شراکت حسینؓ کے سبب یہ نذر قبول ہی نہیں کرے گا۔ اور اس عبادت سے بیزار اور ناراض ہو جائے گا۔

حضرت معاذ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی:۔

(۱) لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ۔ (معاذ!) اللہ کے ساتھ (اس کی ذات، صفات، اور عبادات میں) کسی کو شریک نہ کرنا،

[1] نذر، نیاز، منت، چڑھاوا کے ایک ہی معنی ہیں (صادق)

اگرچہ تو مارا جائے اور جلایا جائے"۔

(۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا، اگرچہ حکم دیں تجھ کو کہ اپنے اہل اور مال سے الگ[1] ہو جا"

(۳) فرض نماز کو عمداً نہ چھوڑنا۔ کیوں کہ جس نے نماز فرض عمداً چھوڑ دی تو اس سے اللہ کا ذمہ الگ ہو گیا" (یعنی اللہ کے امن و امان میں نہ رہا۔ دنیا اور دین میں مستوجب تعزیر و عذاب ہو گیا)۔

(۴) شراب نہ پینا کہ وہ ہر برائی کا سر ہے۔

(۵) گناہ سے بچنا کیونکہ اس کے سبب خدا کا غضب نازل ہوتا ہے"

(۶) کفار سے لڑتے وقت نہ بھاگنا۔ اگرچہ لوگ (جنگ میں) مر رہے ہوں۔

(۷) جب (وبا کے باعث) لوگ مرنے لگیں۔ تو وہیں ٹھیرے رہنا۔ (یعنی موت سے ڈر کر وہاں سے بھاگ نہ جانا)

(۸) اپنے اہل و عیال پر مقدور بھر خرچ کرنا" (یعنی مال رکھتے ہوئے انہیں کھانے پینے میں تنگ نہ کرنا۔ فراخی سے کھلانا۔ پلانا اور پہنانا)

(۹) اور ان سے ادب کی لاٹھی اٹھا نہ رکھنا" (یعنی ادب سکھانے کے لئے اہل و عیال کو ضرورتاً سزا وغیرہ دیتے رہنا۔ کہ بگڑ نہ جائیں۔ ان کے اخلاق خراب نہ ہو جائیں)

---

[1] یہ حکم والدین کی اطاعت کے لئے تاکید اور مبالغہ ہے، ہاں اگر کوئی عورت اخلاق باختہ ہو جائے۔ اور خاوند اور اس کے والدین کی بے عزتی کرے۔ مہینوں اور برسوں فتنہ و فساد اور بغاوت برپا رکھے۔ اور کسی صورت نشوز و فساد کو نہ چھوڑے تو پھر والدین کے حکم پر اس سے الگ ہو جانا چاہیئے۔ (صادق)

(۱۰) اور اللہ کے حکموں کے بارے میں انہیں ڈراتے رہنا"۔ (یعنی اپنے گھر کے لوگوں کو نیکیوں کا حکم کرنا۔ اور برائیوں سے روکتے رہنا۔ انہیں احکام الٰہی کا پابند رکھنا)

نوٹ :۔ حضورؐ کی ان وصیتوں میں پہلی وصیت شرک کے بارے میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ کے ساتھ (ہرگز ہرگز تا زیست کبھی) شریک نہ لانا۔ صرف معاذ رضؓ کو ہی نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ حکم حضورؐ کا اپنی ساری امت کے لئے ہے۔ کہ کوئی بھی کسی قسم کے شرک کا کام نہ کرے۔

حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو:۔

(۱) اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ ۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

(۲) جادو کرنا۔

(۳) کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔

(۴) سود کھانا۔

(۵) یتیم کا مال کھانا۔

(۶) میدان جنگ سے بھاگ آنا۔

(۷) ایمان والی پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانی۔ (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اَیُّ الذَّنْبِ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ خدا کے نزدیک کونسا گناہ بہت بڑا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّ هُوَ خَلَقَكَ ۔ ٹھہرائے تو اللہ کے لئے شریک اور حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔

نوٹ :۔ جب یہ مان لیا۔ کہ اللہ ہمارا خالق ہے تو پھر مخلوق میں سے کسی کو

خالق کی طرح ٹھیرانا شرک ہے۔ اللہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ غیب جانتا ہے دور نزدیک سے یکساں دیکھتا اور سنتا ہے۔ امیری، غریبی، مالداری، مفلسی، مرض، صحت عزت، ذلت، شاہی گدائی، رحمت، زحمت، دکھ، سکھ، شادی، غمی، فراخی تنگی، اور منع وعطا ___ صرف اللہ ہی کے بس اختیار اور قبضہ واقتدار میں ہے، وہاں کسی کی رائے سفارش، مشورہ اور وسیلہ نہیں چل سکتا۔ تمام امور متذکرہ الصدر میں کسی کو شریک جاننا اس کو اللہ کی طرح ماننا ہے۔ شرک کی شعلہ زن آگ کی لپیٹ میں آنا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ لَقِيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً (ترمذی)

"حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ کہ خدا تعالے نے فرمایا۔ اے ابن آدم! اگر تو دنیا بھر کے گناہ لے کر مجھ سے ملے، پھر ملے مجھ سے (اس حال میں)، کہ تو نہ شریک جانتا ہو میرا کسی کو تو یقیناً آؤں میں تیرے پاس دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ۔"

نوٹ:۔ اس حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دنیا بھر کے گناہ لے کر اللہ کے حضور حاضر ہو۔ لیکن ان گناہوں میں شرک نہ ہو تو خدا تعالے دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ اس گنہگار سے پیش آئے گا۔ یہ کامل توحید کی برکت ہے۔ کہ مومن موحد کے دنیا بھر کے گناہوں کو دنیا بھر بخشش اور رحمت اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور رائی برابر شرک دنیا بھر نیکیوں کا نام ونشان مٹا کر رکھ دیتا ہے۔

قوم عاد، ثمود وغیرہ پر جب ان کے شرکیہ اعمال وعبادات کے سبب عذاب

آیا۔ تو دم واپسین انہوں نے بارگاہِ لایزال میں یوں مناجات کی، قرآن کہتا ہے:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ (پ۲۴ ع ۱۴)

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب (آتا) دیکھا۔ تو کہنے لگے، ایمان لائے ہم ساتھ اللہ اکیلے کے (عقیدہ توحید کے ساتھ) اور جن چیزوں کو ہم اللہ کا شریک ٹھیراتے تھے (اب) ہم ان کو (شریک) نہیں مانتے؛

نوٹ:۔ اس آیت میں قابل غور بات یہ ہے۔ کہ جن لوگوں پر عذاب آیا۔ وہ اللہ کو مانتے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن عقیدہ شرک کے ساتھ۔ پھر جب ان پر عذاب آیا۔ تو مرتے وقت کہنے لگے۔ ایمان لائے ہم اللہ وحدہٗ پر۔ جو صرف اکیلا ہی ہر قسم کی عبادت کے لائق اور شراکت سے پاک ہے۔ ہم نے اللہ کی توحید کو مان لیا۔ ہم اپنے موحد ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس بات کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ کہ جس جس غیر اللہ کو ہم نے خدا کا شریک بنایا ہوا تھا۔ ان سب کی شراکت باطل تھی۔ کوئی بھی بزرگ، ولی، قطب، شہید، پیر، پیغمبر — خدا تعالےٰ کی مشیت، ارادے، مرضی، منشار، قضا، قدر، حکم، فیصلے، علم، حکمت، تصرف، میں دخل دینے کا مجاز و مختار نہیں۔ کسی کا خدا پر زور اور بس نہیں۔ اثر رسوخ نہیں۔ غلبہ اور دباؤ نہیں۔ قولی۔ بدنی اور مالی عبادات صرف اسی وحدہ لاشریک کی ملکیت اور امانت ہیں۔ الحاصل شرکیہ عقیدوں کے ساتھ خدا کو ماننے اور اس کی عبادت کرنے والے عذاب کے چنگل میں آکر توحید کا اقرار اور شرک کا انکار کرتے ہیں۔ موحد بن جاتے ہیں۔ لیکن مرتے وقت ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔ خدا فرماتا ہے:۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ

اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِہٖ ج وَخَسِرَ ھُنَالِکَ الْکٰفِرُوْنَ ۞ (پ۲۴ ع ۱۴)

جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا۔ (اور مرنے لگے) تو اس وقت ان کا (توحید پر) ایمان لانا کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوا۔ یہ دستور الٰہی ہے۔ جو ہمیشہ سے) اس کے بندوں میں جاری ہے۔ اور زیاں پایا اس جگہ (عذاب کے وقت) منکروں نے"

اس آیت سے مسلمانوں کو سبق سیکھنا چاہیئے۔ اور جو کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور عقائد و اعمال میں شرک بھی رکھتے ہیں۔ انہیں لرز جانا اور کانپ اٹھنا چاہیئے۔ اور موت سے پہلے پہلے ہر قسم کے شرک سے توبہ کر کے قرآن و حدیث کی پیش کردہ توحید پر ایمان لے آنا چاہیئے۔ آپ حیران ہوں گے۔ کہ کیا مسلمان بھی شرک کرتے ہیں۔ جی ہاں — مسلمان، کلمہ گو شرک کرتے ہیں۔ اور بعض تو اشراک باللہ میں مشرکین مکہ کے کان کتر لیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ (پ۱۳ ع ۶)

اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔

اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا۔ کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کی اکثریت ہے۔ پھر سب مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اپنی حالت پر خوب غور کرنا چاہیئے۔ اپنے عقائد اور اعمال کا قرآن اور حدیث کی روشنی میں جائزہ لینا — اپنے ایمان اور اسلام کو اسلامی توحید کی کسوٹی پر جانچنا — اور جانچنے پرکھنے میں خوب بال کی کھال اتارنی چاہیئے۔ تاکہ شرک کی پوری پوری پہچان اور توحید کی اچھی طرح شناخت ہو جائے۔ دوئی کی تاریک رات اور وحدت کے روز روشن میں شبہ نہ رہے۔ اشراک باللہ کا آتش بار دوزخ اور توحید الٰہی کی بہار

آفرین جنت ــــ دونوں آنکھوں کے سامنے آجائیں۔ اور ناظرین کلمہ کی لاج
رکھتے ہوئے علی وجہ البصیرت توحید ــــ قرآنی توحید کو اپنائیں۔ شرک کے
آتش زار سے بچیں ــ اپنے معتقدات و عبادات کو مُخلِصِینَ لَهُ
الدِّیْنَ کے تقاضوں سے پورا کریں۔

شرک اللہ سے بغاوت ہے

جو کسی ملک کا بادشاہ ہوتا ہے
اس کی رعایا بھی ہوتی ہے۔

ملک کے نظم و نسق اور رعایا کے امن و امان کے لئے قانون بھی ہوتا ہے،
جو لوگ قانون پر نہیں چلتے۔ وہ مجرم ہوتے ہیں۔ انہیں مختلف قسم کی سزائیں
ملتی ہیں۔ کسی کو بید زنی۔ کسی کو جرمانہ۔ کسی کو قید کی سزا دی جاتی ہے، یہ
لوگ مجرم کہلاتے ہیں۔ باغی نہیں۔ کیوں کہ وہ بادشاہ کی حکومت کو تسلیم
کرتے ہیں۔ اور خود کو اس کی رعایا۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص بادشاہ
کے مقابلہ بادشاہ ہونے کا دعوٰے کردے۔ اپنی متوازی حکومت بنالے
اپنا سکہ جاری کرے۔ بادشاہ کے اختیارات برتنے لگے۔ تو وہ شخص باغی
کہلائے گا۔ اس کی سزا یقیناً قتل ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا کی قولی۔
بدنی۔ مالی۔ عبادات میں شریک ہوتا ہے۔ خدا کی مخصوص صفات، اور
اختیارات میں شرکت کا دم مارتا ہے۔ وہ کام جو اللہ ہی کے لئے خاص
ہیں۔۔۔ اپنے لئے جائز سمجھتا ہے۔ تو یہ شخص خدا کا باغی ہے۔ عبد ہونے کے
مقام سے نکل کر خدا سے ٹکر لیتا ہے۔ اس کی خدائی اور حکومت سے جنگ
کا اعلان کرتا ہے۔ یہ خدا کا مجرم اور گنہگار ہی نہیں۔ بلکہ مساوی، برابر، حریف
مقابل اور باغی (MUTINEER) ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو غیر اللہ کو
خدا کا مقام دیتے ہیں۔ پیغمبروں، شہیدوں، بزرگوں، ولیوں، درویشوں،

صوفیوں ..... میں خدا کی مخصوص صفات اور اس کا اختیار و اقتدار خیال کرتے ہیں۔ جو کام خدا تعالے کے لئے مخصوص ہیں۔ وہ خدا کے سوا غیروں کے لئے بھی بجالاتے ہیں ـــــ ایسے لوگ مشرک ہیں۔ اللہ کی حکومت میں فساد اور بغاوت (MUTINY) کرنے والے ہیں۔ خدا کی حکومت کے متوازی اور حکومتیں کھڑی کر کے معبودِ برحق کے مقابل معبودانِ باطل کی فرمانروائی کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ واحد القہار سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ کس قدر گندی اور نجس ذہنیت ہے ان لوگوں کی۔

عبادات میں شرک

جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص اس مکان کا واحد مالک ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس مکان میں کسی دوسرے کی شراکت نہیں ہے۔ اگر شراکت ثابت ہو جائے تو وہ شخص اس مکان کا واحد مالک متصور نہیں ہوگا۔ واحد مالک ہونے کے لئے عدم شرکت لازمی ہے۔

جب یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ کہ عبادت صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ صرف اسی کا ہی حق ہے۔ تو یہ اللہ کا حق اور اس کی ملکیت اسی صورت ہی صحیح اور ثابت رہ سکتی ہے۔ جب ہم اس میں کسی غیر اللہ کو شریک نہ کریں۔ خدا کی ہر قسم کی عبادت کی صورتیں، طریقے، قاعدے، دستور اس کے سوا کسی غیر کے لئے عمل میں نہ لائیں۔ اللہ کی تعظیم کے برابر کسی کی تعظیم نہ کریں۔ اور اگر ہم خدا کی تعظیم، بزرگی اور عزت کی طرح دوسروں کی تعظیم، عزت اور بزرگی بجا لائیں۔ خدا کی عبادت کے کام ـــــ اعتقاداً، قولاً، عملاً ـــــ غیروں کے لئے بھی تسلیم کریں۔ تو پھر عبادت صرف اللہ کا حق اور اس کی ملکیت بغیر شرکت غیرے نہ رہے گی۔ دوسرے بھی اس کی عبادت

میں شریک ہو جائیں گے۔ حالانکہ عبادت صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کا حق اور ملکیت ہے۔ اور جن کو ہم اس کی عبادت میں شریک کریں گے۔ انکو گویا ہم خدا کے مقابل خدا اور معبود بنائیں گے۔ اگرچہ زبان سے ہم ان کے خدا اور معبود ہونے کا اقرار نہ کریں۔ بروئے قرآن[1] ہم معبودانِ باطل کے پرستار قرار پاکر کفر و شرک کی تاریک وادیوں میں بھٹکنے والے ہونگے۔

تشہد نماز کے اندر آپ التحیات پڑھتے ہیں۔ یہ التحیات حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک کے کلمات ہیں۔ شروع میں حضورؐ فرماتے ہیں۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰةُ وَالطَّیِّبَاتُ ــــ ہر قسم کی زبان کی عبادت، ہر قسم کی بدن کی عبادت، اور ہر قسم کی مال کی عبادت صرف اللہ (معبود برحق) کا حق اور اس کی ملکیت ہے۔ اب آپ غور فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو چھیننے اور اس کی ملکیت میں تصرف کرنے والے سے بڑھ کر اور کون اس کا معاند۔ مقابل، ہمسر، ثانی، اور شریک ہو سکتا ہے۔ پھر جو لوگ مختلف عقیدوں، قولوں، فعلوں، اور عملوں کی صورت میں اللہ کے سوا دوسروں کو اسکا مقابل، ہمسر، ثانی، اور شریک ٹھیراتے ہیں۔ ان کی "بوجہلی" میں

---

[1] وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ط وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝ (پ ۱۳ ع ۸) اور وہ لوگ جو اس (اللہ) کے سوا (دوسرے معبودوں کو حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کیلئے) پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ نہیں سنتے مگر جیسے ایک شخص (پیاسا) اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تاکہ پانی (کنویں سے خودبخود) اس کے منہ میں (اچھل کر) آجائے۔ حالانکہ پانی (کسی طرح) اس کے منہ تک آنے والا نہیں ہے۔ اور (غیر اللہ کو پکارنے والے) کافروں کی پکار (یوں ہی بیسود) بھٹکی پھرتی ہے۔"

کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے۔ اور ان کے کلمہ پڑھنے کا کیا اعتبار ہے!

افعال شرک کی تفصیل

غیر اللہ کے لئے قیام

آپ نماز میں قیام کرتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۔ قیام کرو اللہ کے لئے فرماں بردار ہو کر۔ معلوم ہوا۔ کہ قیام اللہ کی عبادت ہے۔ اب جو شخص نماز کی طرح کسی کے آگے ۔۔۔ یا کسی مزار پر جاکر قیام کرے۔ تو اس کے اس فعل کے شرک ہونے میں کچھ شک نہ رہا۔ کیونکہ اس نے قیام کو ۔۔۔ جو عبادت ہے۔ خدا اور غیر اللہ میں بانٹ دیا۔ یعنی اللہ کی عبادت بھی کی۔ اور بعینہ وہی عبادت پیر اور مزار والے کی بھی کرلی!

ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف لائے تو صحابہؓ (اپنی جگہ پر دست لبستہ) کھڑے ہوگئے۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا (ابوداؤد)

مت تعظیماً کھڑے ہوا کرو تم جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے تھے"

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت انورؐ نے قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ کے خدائی حکم کے ماتحت قیام کو اللہ کا حق (عبادت) جانتے ہوئے اس میں خود کو شریک نہیں کیا۔ اور یہاں تک امت کو ڈرایا۔ ارشاد فرمایا:۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی) جس شخص کو یہ بات خوش لگے۔ کہ لوگ اس کے آگے (ہاتھ باندھ کر ادب سے) کھڑے رہیں۔ تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں تجویز کر لینا چاہیئے۔

چونکہ قیام میں ہاتھ باندھ کر، نہایت ادب سے، چپ چاپ، بغیر ہلے جلے

آدمی اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے۔ اور یہ ہیئت اور تعظیم کی صورت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے جو شخص یہ ہیئت اور صورت اپنے لئے پسند کرے حضورؐ نے اس کو دوزخ کا سزاوار ٹھیرا دیا۔ کیونکہ اس نے خدا کے مقام کو چھینا ہے۔ اور جو لوگ تصویر اور بت بن کر پیر و مرشد یا مزار کے روبرو قیام کرتے ہیں۔ وہ بھی شرک کی خاردار وادی میں گامزن ہوتے ہیں۔

غیر اللہ کے لئے سجدہ

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔
لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٥

(پ۲۴ ع ۱۹) — (خبردار!) نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ اور اگر تم نے اللہ (ہی) کی عبادت کرنی ہے تو (صرف) اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ سجدہ عبادت ہے۔ اور صرف اللہ ہی کا حق ہے اور اللہ کا حق — عبادت ہونے کے سبب کسی مخلوق کے لئے بجا اور روا نہ رہا۔ پھر جو شخص — قیام کی طرح — کسی زندہ بزرگ یا قبر کو سجدہ کرے۔ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے کے باعث شرک کے آتش زار میں گر گیا۔

جو لوگ زبان سے کہتے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اللہ کے سوا کوئی سجدے (عبادت) کے لائق نہیں، پھر قبروں پر جا کر سجدہ کرتے ہیں۔ اپنے پیروں اور مرشدوں کے قدموں پر سر رکھتے ہیں۔ ان کے کلمہ پڑھنے کا کیا مطلب ہوا۔ اور کلمے سے انہوں نے کیا حاصل کیا۔ آپ اوپر حدیث قدسی پڑھ آئے ہیں جس میں خدا نے فرمایا ہے:۔

میں بڑا بے نیاز ہوں شریکوں میں شرک سے۔ جو کوئی ایسا کام کرے کہ

اس میں میرے ساتھ کسی کو شریک لائے۔ تو میں چھوڑ دیتا ہوں اس کو اور شرک کو۔ اور اس سے بے زار ہو جاتا ہوں۔ (مسلم)

یعنی جو عبادت اللہ کے لئے بھی کی جائے۔ اور وہ غیر اللہ کے لئے بھی کی جائے۔ تو خدا تعالیٰ اپنا حصہ بھی قبول نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہؤا۔ کہ جو شخص پانچوں نمازیں پڑھتا ہے۔ تہجد وغیرہ گزارتا ہے۔ اور ان سے نمازوں میں بڑے پر خلوص سجدے کرتا ہے۔ تو اگر وہ شخص کسی مزار پر جا کر بھی سجدہ کرتا ہے۔ یا اپنے مرشد کے پاؤں پر سر رکھتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ اس کی نمازوں کے سجدوں کو قبول نہیں کرتا۔ یعنی تمام نمازیں باطل اور مردود ہو جاتی ہیں۔ کسی شراکت والی عبادت کو قدوس لازوال شرف قبول نہیں بخشتا۔ ایسے ہی غیر اللہ کے لئے قیام کرنے والوں کے نمازوں کے قیام بھی یقیناً مردود اور نامقبول ہیں۔ ہمارے کہنے سے نہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے۔ جو اوپر مذکور ہے۔

شیطان کا فریب اور وسوسہ

بعض بندگانِ ہوا کہتے ہیں۔ کہ فرشتوں نے حضرت آدم کو اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو سجدہ کیا تھا۔ اس لئے بزرگوں کو سجدہ کرنا روا ہے۔ واضح رہے۔ کہ یہ استدلال باطل ہے۔ کیونکہ پہلی شریعتیں اور کئی احکام اللہ کے حکم سے منسوخ ہو چکے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت اپنی بہنوں سے نکاح جائز تھا۔ کیا آپ اب اپنی بہنوں سے نکاح کرتے ہیں؟ نہیں! کیوں نہیں کرتے؟ اس لئے قرآن (سورۃ النساء) میں خدا نے وَاَخَوَاتُکُمْ فرما کر بہنوں سے نکاح حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ کا حکم دے کر سجدہ صرف اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے۔

قیس بن سعد نے حضورؐ سے عرض کیا۔ شہر حیرہ کے سردار کو لوگ سجدہ

کرتے ہیں۔ اور آپ اس سے لائق تر ہیں۔ کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ اس پر حضورؐ انورؐ نے فرمایا:۔

لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ

(ابوداؤد) — اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورتوں کو حکم دیتا۔ کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ کیونکہ مردوں کا اللہ تعالٰی نے عورتوں پر بڑا حق مقرر کیا ہے "

غور کیجئے! کہ جب سجدہ حضورؐ نے اپنی ذات کے لئے جائز نہ فرمایا۔ تو امت میں اور کس کے لئے روا ہو سکتا ہے؟ جو لوگ اپنے لئے یا قبروں کیلئے سجدہ کو جائز جانتے ہیں۔ دراصل وہ خدا بنتے ہیں۔

غیر اللہ کے لئے رکوع

قرآن مجید میں ہے۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ[1]۔ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ "

آپ نماز میں رکوع کرتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ رکوع اللہ کی عبادت ہے، اسلئے رکوع کی صورت کسی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ اچھی طرح محتاط رہیں۔ کسی کی تعظیم کے لئے کمر کو دوہرا نہ کریں۔

غیر اللہ کے لئے طواف

طواف کے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ[2]۔ اور طواف کریں بیت اللہ کا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ بیت اللہ کا طواف کرنا — اس کے گرد پھرنا خدا کی عبادت ہے۔ جو مخصوص خانہ کعبہ کے لئے ہے۔ پھر جو شخص کسی قبر پر جاکر ادباً اس کے گرد پھرتا ہے۔ وہ اس صاحب مزار کے لئے وہی کام

---

[1] (پ ۱ ع ۵) [2] (پ ۱۷ ع ۱۱)

کرتا ہے۔ جو بیت اللہ میں خدا کے لئے کیا جاتا ہے۔

بھائیو! سوچو اور غور کرو۔ جو طریقے اور آداب خدا اور رسولؐ نے بتائے ہیں۔ ان پر عمل کرو۔ قبروں کی زیارت کرنی سنت ہے۔ ضرور آپ قبروں پر جا سکتے ہیں۔ وہاں جاکر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ جو اہل قبور کی بخشش اور مغفرت کے لئے تریاق ہے۔ نہ کہ وہاں جاکر پہلے قبر کا طواف کریں۔ اس کے گرد پھر کر وہ کام کریں۔ جو خانہ کعبہ میں خدا کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ ہم آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو یہ دین کی ضروری چیز بتا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے بزرگوں کی قبروں پر میلے لگا کر قبروں کی کمائی کھانی ہے۔ وہ سب سے پہلے آپ سے قبر کا اداب کرائینگے۔ سنت کے مطابق نہیں۔ حدیث کی سند سے نہیں۔ بلکہ اپنے ذاتی حکم سے "جب کسی بزرگ کے مزار پر آؤ۔ تو اس کے گرد پھر کر بیٹھا کرو" قبروں کی زیارت کے متعلق تمام ضروری چیزیں تو حضورؐ نے بتا دیں۔ کہیں قبروں کے آداب میں ان کے گرد پھرنا بھی آیا ہے؟ ارشاد خداوندی سنئے:۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَالْقَآىٕمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

(رکوع ۱۱) اور جس وقت مقرر کر دیا ہم نے واسطے ابراہیم کے مکان کعبے کا۔ اس شرط پر کہ نہ شریک لا ساتھ میرے کسی چیز کو اور پاک رکھ گھر میرے کو واسطے طواف کرنے والوں کے، اور قیام کرنے والوں کے اور رکوع۔ سجدہ کرنے والوں کے"

اس آیت میں طواف (گرد پھرنا)، قیام، رکوع اور سجدہ صاف طور پر خدا کی عبادتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ جس طرح قیام، رکوع، سجدہ، غیر اللہ کیلئے حرام ہے۔

اسی طرح گرد پھرنا بھی حرام ہے۔ پھر کس قدر ظالم ہیں وہ لوگ جو سادہ لوح مسلمانوں کو قبروں کے گرد پھرنے کا سبق سکھاتے ہیں۔ پھر صاحب قبر کے حضور نذر پیش کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد حاجت مشکل کے لئے عرض کرنے کا اذن دے کر اسے "ٹھکانے لگاتے" ہیں۔

اوثان پرستی شرک ہے

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِی الْاَوْثَانَ۔ (ترمذی)

حضرت ثوبان رضہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے آنے سے پہلے میری امت سے کئی گروہ مشرکوں سے مل جائینگے۔ اور میری امت سے کئی جماعتیں بتوں کو پوجنے لگیں گی۔

ملاحظہ:۔ اس حدیث میں حضورؐ نے اپنی امت کی خرابی اور بربادی کی لرزہ خیز خبر دی ہے۔ کہ امت کے کئی قبائل مشرکوں سے مل جائینگے۔ اس سے مرتد ہونا بھی نکلتا ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ مشرکوں کے سے طور طریقے، عقیدے اور رسم ورواج کے پابند ہو جائیں گے۔ مشرک کے ماتھے کے اوپر مشرک لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان اپنے اقوال و افعال اور کردار کے لحاظ سے ہی مشرک بنتا ہے، زبان سے خواہ اسلام کا دعوےٰ کرتا رہے اور مسلمانوں میں بود وباش رکھے۔

پھر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میری امت سے کئی جماعتیں اوثان (بتوں) کو پوجنے لگیں گی۔ اوثان وثن کی جمع ہے۔ اور وثن بتان کو کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایک صنم ہوتا ہے اور ایک وثن۔ اگر کسی جنّ، فرشتے، پیغمبر، شہید، بزرگ،

اور ولی کی صورت بناکر اس کی پرستش کی جائے۔ تو اس کو صنم پرستی کہتے ہیں، اور اگر کسی مکان، جگہ، پہاڑ، دریا، جنگل، ٹیلہ، درخت، پتھر، کاغذ، لکڑی وغیرہ کو کسی غیر اللہ کے نام کا مقرر کر کے اس کو پوجیں۔ اس کے لئے وہ وہ کام کریں جو اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔ تو یہ فعل وثن پرستی کہلاتا ہے۔ اور ان چیزوں کو وثن یعنی تھان کہا جاتا ہے۔ جس طرح پیغمبروں اور بزرگوں کی مورتیں، اور مورتیں بنا کر ان کے نام کی نذر نیاز دینا۔ انہیں خدا کے ہاں سفارشی جاننا۔ حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کے لئے وسیلہ ماننا شرک ہے۔ اصنام پرستی یا بت پوجا ہے۔ اسی طرح تھانوں، مکانوں، جگہوں، چیزوں کو پیغمبروں، بزرگوں، شہیدوں اور ولیوں کے نام کا ٹھیرا کر وہاں نذر نیاز دینا۔ انہیں مشکلوں حاجتوں، تنگیوں، بیماریوں، اور مصیبتوں میں ذریعہ نجات سمجھنا بھی شرک ہے قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے:-

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ (پ۱۷ع ۱۱)

"پس بچو اوثان (پرستی) کی گندگی (کے شرک) سے۔"

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ۷ع ۱۵)

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر کو، کیا پکڑتا ہے۔ تو اصنام (بتوں) کو معبود، تحقیق میں دیکھتا ہوں تجھ کو اور قوم تیری کو صریح گراہی میں۔

اس آیت میں صنم پرستی کا ردّ ہے۔ اور اسی طرح اس سے اوپر کی آیت میں وثن پرستی کی تردید ہے۔ اور دونوں چیزیں بت پرستی میں داخل اور شرک ہیں بت پوجا اور تھان پوجا ایک ہی شے ہے!

اوثان کی نشان دہی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر اپنے چودہ سو صحابہؓ سے ایک درخت کے نیچے جہاد کی بیعت لی تھی۔ جسے بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ........ (پ ۲۶ ع ۱۱)

البتہ تحقیق اللہ تعالےٰ مسلمانوں سے راضی ہوا۔ جب بیعت (جہاد) کرتے تھے تجھ سے درخت کے نیچے"

درخت کے نیچے اللہ کی راہ میں جان دینے کی بیعت خدا کے نزدیک بڑی مقبول ہوئی۔ خدا نے ان سب بیعت کرنے والوں کو اپنی رضامندی کی سند عطا کی اور سب کو اہل بہشت سے کر دیا۔ جس درخت کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی لوگ اس درخت کو متبرک خیال کرنے لگے۔ اور تبرکاً اس کے نیچے بیٹھنے لگ گئے۔ عہد فاروقی میں دور دور سے لوگ چل کر اس درخت کی زیارت کرنے اور اس کے سایہ میں بیٹھنے کے لئے آنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا۔ کہ اب لوگ اس درخت کو بڑا متبرک اور قابل تعظیم جان کر اس کے نیچے بیٹھتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آگے چل کر لوگ اس جگہ لیپا پوتی کر کے چراغ جلانا شروع کر دیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس درخت کے نیچے نذر نیاز چڑھاوے اور سجدے شروع ہو جائیں۔ میلہ، عرس، اور بھنڈارہ ہونے لگے۔ اور بالآخر یہ درخت وثن بن کر رہ جائے۔ حضرت امیر المومنین جناب عمر فاروق رضؓ نے وثن پرستی کے خطرے کا یہ علاج کیا۔ کہ اس درخت کو بُن و بیخ سے اکھاڑ دیا۔ کہ کہیں پھر پھوٹ نہ پڑے۔ اور اس جگہ کو بے نشان کر دیا۔ تاکہ وہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ رہے۔ غور کیا آپ نے۔ کہ

لہ (مجالس الابرار، فتح البیان)

جناب فاروق اعظمؓ نے وثن پرستی کے خوف سے اس درخت کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔ جس کے نیچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جلوہ فرما ہو کر چودہ سو بہشتیوں سے راہ خدا میں خون بہانے کا عہد لیا تھا۔ کیا آپ حضرت عمرؓ کو معاذ اللہ بے ادب کہیں گے۔ کہ انہوں نے اتنے بڑے متبرک درخت کو اکھاڑ دیا؟ ساری امت میں سے کوئی شخص بھی جناب فاروق اعظم کو بے ادب کہہ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ ان کی روح پاک پر خدا کی رحمتوں کی بارش کی دعا کرے گا۔ کیونکہ آپ نے قیامت تک کے لوگوں کو اوثان پرستی سے اجتناب کرنے کا ایک لازوال درس دیا۔ کہ کوئی بھی شہیدوں، ولیوں، بزرگوں، پیروں مرشدوں اور اولیاء اللہ — کی جگہوں، تھانوں، مقاموں، نشست گاہوں، نشانیوں ....وغیرہ کی چوما چاٹی نہ کرے۔ وہاں نذریں، نیازیں اور چڑھاوے نہ چڑھائے۔ عرس میلے اور بھنڈارے نہ کرنے لگے — ان بزرگوں کے نام، منسوب شدہ تھانوں، مکانوں اور چیزوں کو تقربؒ الی اللہ کا ذریعہ نہ جانے۔ ہموم و غموم، آفات و بلیات اور مشکلات و مصائب میں خدا کے حضور ان چیزوں اور جگہوں کا واسطہ نہ دے، وسیلہؒ نہ ٹھیرائے —!

جس درخت کے نیچے آفتاب رسالتؐ جلوہ بار ہوا ہو۔ چودہ سو بہشتی

---

[۱] مشرکین مکہ بھی اپنے بزرگوں کے اصنام واوثان کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ جانتے تھے۔ قرآن ان کا قول بیان کرتا ہے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی۔ ہم تو ان (اصنام) کی پوجا پاٹ صرف اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ (اللہ کے پیارے) ہمیں اللہ کے نزدیک کردیں۔ (پ۲۳ زمر)

[۲] وَیَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ — اور کہتے ہیں (مشرکین مکہ) کہ یہ (اصنام) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (پ۱۱ یونس)

مسلمان جہاد جیسے نیک مقصد کیلئے اکٹھے ہوئے ہوں۔ اگر امیرالمومنین حضرت عمرؓ جیسے شمع نبوت کے پروانے کے ہاتھوں وہ درخت اوثان پرستی یا آثار پرستی کے خوف سے اکھاڑا جاسکتا ہے۔ تو حضرت انورؐ اور صحابہؓ سے اور کون بزرگ بڑا ہے۔ جس کے مکان، تھان وغیرہ کو متبرک جان کر وہاں مجلسیں کی جائیں۔ میلے لگائے اور عرس رچائے جائیں۔ اس جگہ کھانے پکا کر متبرک بنا کر لوگوں میں بانٹے جائیں۔ اور پھر کیوں نہ جناب عمرؓ کی پیروی میں ایسے تھانوں، مکانوں، جگہوں، اور نشست گاہوں کو اوثان پرستی سے بچنے کے لئے بے نشان کر دیا جائے۔ رحمت دو عالمؐ کی وفات سے چند برس بعد ہی اوثان پرستی کے ڈر سے درخت اکھاڑ دیا جاتا ہے۔ اور آج تقریباً چودہ سو برس کے بعد — "لات" و "منات" — کے دور، اور — "ودّ" و "سواع" — کے زمانے میں، ضروری طور پر اوثان پرستی کا قلع قمع کر دینا چاہیئے۔ کہ عہد فاروقی کی بہ نسبت آج اشراک باللہ کا بے شمار گنا زیادہ خطرہ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اوثان و اصنام کا کون خاتمہ کرے؟ جواب یہ ہے۔ کہ یہ کام حکومت کے فرائض سے ہے۔ جیسا حضرت عمرؓ نے بحیثیت خلیفہ ہونے کے کیا تھا۔ اور اگر حکومت کو استیصالِ شرک کی توفیق میسر نہ ہو تو پھر؟ پھر وہ لوگ جو خود اوثان و اصنام کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کی آمدنیاں کھاتے ہیں انہیں خدا کے خوف سے کانپ کر آپ ہی یہ کاروبار چھوڑ دینا چاہیئے۔ کہ ایک روز خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے!

اوثان کی فہرست میں داخل ہے:۔

(۱) تعزیہ — حضرت امام حسین علیہ السلام کی تربت کی نقل جو بانس اور کاغذ وغیرہ سے محرم کے ایام میں بناتے ہیں۔ اس کی بے حد تعظیم اور بزرگی بجا

لاتے ہیں۔ اس پر نذر نیاز چڑھاتے ہیں۔ اور منتیں مانتے ہیں۔ تعزیہ کے آگے حضرت امام کا نام لے کر حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کے لئے عرض کرتے ہیں۔ روپیہ، پیسہ، سونا، چاندی، آٹا، دانہ، کپڑا وغیرہ چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ یہ سب کام شرک اور وثن پرستی میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ نقلی قبر کی زیارت کرنی بت پرستی ہے۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں۔ مَنْ زَارَ مَزَارًا بِلَا مَقْبُوْرٍ فَكَاَنَّمَا عَبَدَ الصَّنَمَ (ترمذی) جس نے ایسی قبر کی زیارت کی۔ جس میں مقبور، (مدفون) نہ ہو۔ تو گویا اس نے بت پوجا" اور یہ ظاہر ہے کہ تعزیہ نقلی قبر ہے۔ اس میں مقبور نہیں ہوتا۔

(۲) قبر — کسی قبر پر قیام یا سجدہ کرنا۔ وہاں بیٹھ کر اعتکاف کرنا۔ نذر نیاز دینا۔ منتیں ماننا۔ قبر پر میلے لگانا۔ عرس کرنا۔ صاحب قبر سے دکھوں، دردوں، غموں، اندوہوں، حاجتوں، مشکلوں وغیرہ کے لئے استمداد کرنا، شرک ہے۔ اس صورت میں وہ قبر وثن ہو گی۔ اسی وثن پرستی کے ڈر سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا تھا۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ (مسلم شریف)

حضرت جابر رضہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر عمارت کھڑی کرنے، اور اس پر (معتکف، مجاور وغیرہ بن کر) بیٹھنے سے منع فرمایا۔

اور اگر قبریں پختہ بنی ہوں۔ ان پر قبے، گنبد وغیرہ تعمیر ہوئے ہوں۔ تو ان کو گرا دینے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا۔ لَا تَدَعْ قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ — ہر اونچی پختہ قبر کو گرا کر (اس کی اصل کچی اونچائی کے) برابر کردو" (مسلم)

(۳۱) چلّہ ـــــ وہ مکان جہاں کسی بزرگ نے بیٹھ کر چلہ کشی کی ہو اور بعد کے لوگ وہاں تبرکاً بیٹھنے لگ جائیں ۔ اس جگہ اجتماع کرنے لگیں ۔ اس مقام کو خدا کے قرب کا ذریعہ جانیں ۔ صاحب چلہ کے نام کا کھانا پکا کر تقسیم کریں ۔ اس تھان کو حاجت روائی کیلئے خدا کے حضور وسیلہ بنائیں ـــ یہ چلّہ وثن ہے ۔

اسی طرح ـ کسی بزرگ کے نام کی چھڑی ـــ جھنڈا ـــ عَلَم ـــ امام کا چبوترہ ـــ امام قاسم کی مہندی ـــ سخی سرور کا ٹل ـــ قدم ـــ پیروں کے بیٹھنے کے مکان ـــ استادوں کی جگہیں ـــ شہید کے نام کی محراب ـــ تیر ـــ توپ ـــ نشان ـــ سیتلا کا تھان ـــ خواجہ خضر کی ناؤ ـــ کہ ان چیزوں کی لوگ عبادت کے درجہ تک تعظیم کرتے ہیں ۔ نذریں نیازیں بکرے چڑھاتے اور منتیں مانتے ہیں ۔ ان کے نام کی قسمیں کھاتے ہیں ۔ بعض لوگ شیطانی وساوس کی بنا پر اپنے گھروں میں فرضی مزار بنا کر وہاں چراغ جلانا شروع کر دیتے ہیں ۔ اس کمرے میں جوتی لے کر نہیں جاتے ۔ حائضہ عورت وہاں قدم رکھتے ہوئے ڈرتی ہے ۔ پھر وہاں نذریں نیازیں چڑھانی شروع کر دیتے ہیں اور مرادیں مانگنے لگ جاتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ کوئی بڑے بزرگ یہاں ظاہر ہوتے ہیں یہ سب وثن پرستی ہے ۔ شرک ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کے زمانہ کی یہی خوفناک خبر دی ہے ۔ کہ مسلمان اوثان پرست بن کر مشرک ہو جائینگے ، تھانوں کو مان ، پوج کر اشراک باللہ کی بربادی کا شکار ہو جائینگے ۔

مسلمانو ! ہوش کرو ۔ تھان پوجا کو چھوڑ دو ۔ وثن پرستی سے باز آؤ ۔ ہندوؤں کی اصنام پرستی اور آپ کی اوثان پرستی میں بہ لحاظ شرک کے کوئی فرق نہیں ہے !

لات اور عزیٰ کی پرستش

حضرت عائشہ رضہ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَ الْعُزّٰى ...... فَتَوَفّٰى كُلُّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَّا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ (مسلم)

قیامت کے آنے سے پہلے (مشرکوں کے مشہور رب) لات اور عزیٰ پوجے جائینگے (اس طرح کہ) وہ لوگ جن کے دل میں رائی کے دانہ بھر (بھی) ایمان ہوگا (جب)، فوت ہو جائینگے۔ تو بالکل بھلائی سے خالی لوگ رہ جائینگے اور وہ اپنے باپ دادوں کے (شرکیہ) دین پر لوٹ جائینگے :

مزاحظہ :حضور کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ قیامت کے نزدیک رفتہ رفتہ مسلمانوں میں سے نیک، صالح اور توحید کے ماننے والے لوگ فوت ہو جائینگے اور وہی لوگ رہ جائینگے۔ جن میں کچھ بھلائی نہ ہوگی۔ نہ وہ اللہ کی قدر جانینگے اور نہ ہی پیروی رسول کا خیال کریں گے۔ وہ نام کے مسلمان قرآن اور حدیث سے ناآشنا اور بے بہرہ ہوں گے۔ اور برائے نام مذہب میں اپنے مشرک آبا و اجداد کے طریقوں پر چلیں گے ۔ ان کی رسموں اور ریتوں پر عمل کرینگے۔ کتاب و سنت کے خلاف شرکیہ رواجوں اور کاموں کو اپنائیں گے ـــ اس طرح لات و عزیٰ کو پوجیں گے۔ اس حدیث کے پیشِ نظر مسلمانوں کو ڈرتے ہوئے، بیاہ، شادی، موت، فوت، پیدائش، اپنے تہواروں اور زندگی کے تمام موڑوں اور موقعوں پر ـــ مشرکوں، کافروں، ہندوؤں اور مجوسیوں کی رسموں اور رواجوں کو ترک کر دینا

چاہیئے۔ ان کی طرح نہ کوئی مشرکانہ عقیدہ رکھیں۔ اور نہ کوئی عمل کریں۔ اور یقین جانیں کہ جاہلیت کی رسموں پر چلنا اور کتاب و سنت کی سند کے بغیر کسی کام کو مذہبی اور دینی سمجھ کر کرنا ۔۔۔ لات وعزیٰ کو پوجنا ہے۔

شیطان کا تلبیسی وعظ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ (قرب قیامت کے زمانہ میں جب) رائی بھر ایمان رکھنے والے لوگوں تک فوت ہو جائیں گے اور پرندوں اور درندوں سے بدترین لوگ رہ جائیں گے۔ جو نیکی بدی میں کچھ تمیز نہ کریں گے (شب و روز فسق و فجور، ظلم و ستم، بدی، بدکاری، فساد، خون ریزی اور عیش پرستی میں گزاریں گے)، پھر شیطان ان کے سامنے روپ بھر کر آئے گا اور کہے گا۔ اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ ۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی؟ (کہ اس قدر فسق و فجور اور ظلم و ستم کر رہے ہو) اس پر لوگ کہیں گے۔ (اے حضرت صاحب!) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ (ارشاد فرمائیں۔ ہم کیا کام کریں؟) فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ۔۔۔ پھر وہ ان کو اوثان پرستی کا حکم دے گا۔ اور اس حالت بد میں فراخ ہوگا رزق ان کا۔ اور اچھی گزرے گی زندگی اُن کی۔ (مسلم)

ملاحظہ:۔ اس حدیث میں دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں پہلی یہ کہ پرندوں اور درندوں سے بدترین لوگوں کے فسق و فجور اور ظلم و ستم بھرے فعلوں کو دیکھ کر شیطان کہے گا۔ تم کو شرم نہیں آتی۔ کہ رات دن گناہوں، بدیوں، بدکاریوں اور شہوت رانیوں میں زندگی گزار رہے ہو۔ حیا کرو۔ خدا کو کیا جواب دو گے ۔۔۔ تمہیں مرنا یاد نہیں؟

جب لوگ اس خضر صورت بزرگ کا زلفِ ایاز سے پیچیدہ تر وعظ سنیں گے۔

تو متاثر ہو کر رو کر عرض کریں گے۔ حضور ارشاد فرمائیں۔ ہم اپنے حال کی کس طرح اصلاح کریں۔ وہ کون سے اچھے عمل ہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ آپ کے بیان سے ہم کانپ گئے ہیں جسم پر لرزہ طاری ہو گیا ہے۔ روح کانپ اٹھی ہے۔ "وعظ شریف" کے آئینہ میں ہم اپنی بدکرداریوں کا شعلہ زن دوزخ دیکھ کر اوسان گم کر چکے ہیں۔ ہم شراب، زنا، ظلم، ستم اور فسق و فجور پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خدارا آپ ہمیں خدا رسی کا کوئی طریقہ بتائیں۔ اللہ کو خوش کرنے کی کوئی صورت دکھائیں۔ باز آئے ہم — اپنی روش بد سے ......

مکر و فریب کا مجسمہ — زانیوں، شرابیوں، فاسقوں، فاجروں، ظالموں اور بدکرداروں کو ایک بار پھر ان کے افعال بد ملامت کرے گا۔ ان کرتوتوں کو ترک کرنے اور تیاگنے کا رولڈ گولڈ وعظ سنائے گا۔ نصیحتیں اور تقریریں کر کر انہیں رلائے گا۔ اور بالآخر انہیں شرک کی تعلیم دے گا۔ اوثان پرستی سکھائیگا۔ کہے گا۔ تم گنہگار ہو۔ فاسق فاجر اور خدا کے نافرمان ہو۔ اس لئے — تم براہ راست خدا کو نہیں مل سکتے۔ فسق و فجور اور کثرت معاصی کے سبب خدا تمہاری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا۔ بدیوں اور گناہوں کی وجہ سے وہ تمہاری طرف التفات نہیں فرماتا۔ اور پھر بندہ بشر ہے۔ بھول چوک اس کی سرشت میں ہے۔ ساری عمر اس سے تھوڑی بہت غلطی اور خطا ہوتی ہی رہتی ہے۔ پھر کس طرح خدا بندے گنہگار سے راضی ہو سکتا ہے۔ اور اس کی مرادیں پوری کر سکتا ہے .... ؟

عزیزو! گھبراؤ نہیں۔ غم نہ کرو! سنو! خدا کو راضی کرنے اس سے ملنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے — بزرگوں کے مزاروں پر جاؤ۔ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں۔ ولیوں۔ بزرگوں اور اولیاء اللہ کے روضوں

پر پہنچو۔ ان کے گرد پھر کر بوسہ دو۔ پھر سجدہ کر کے تعظیم بجا لاؤ۔ اور حسب حیثیت — آنہ، دونی، چونی، اٹھنی، روپیہ، اشرفی — حلوہ، کھیر، پلاؤ — مرغ، بکرا، اونٹ — اطعمہ، اشربہ، البسہ سے جو میسر آئے۔ ان بزرگوں کے حضور نذر گزارو — نذر گزارنے پر وہ تم سے خوش ہو جائیں گے۔ ہاں تو نذر نیاز دینا ان کی جناب میں اس لئے ضروری ہے کہ انہوں نے خدا کے ہاں تمہارا وسیلہ بننا ہے۔ تمہاری سفارش کرنی ہے تم گنہگاروں کا جو کام خدا نے نہیں کرنا — انہوں نے خدا سے کرا کر دینا ہے۔ عزیزو! سنو! نذر نیاز پیش کرنے کے بعد پھر گڑ گڑا کر ان بزرگوں کی جناب میں اپنی مصیبت، مشکل، حاجت تنگی، بے روزگاری، بیماری، بے اولادی اور فقر و فاقہ وغیرہ — سے نجات و فلاح پانے کے لئے عرض کرو۔ وہ بزرگ تمہیں خدا سے سب مرادیں دلوا دیں گے۔

عزیزو! اپنی موت کو یاد کرو۔ بدیوں بدکاریوں سے باز آؤ۔ گناہوں کو چھوڑ دو۔ خدا کے ملنے اور اس کو راضی کرنے کی فکر کرو — حیلے — وسیلے — ذریعے — سفارشیں — اصنام — اوثان — انصاب — ازلام — اور اولیاء اللہ کے مزارات — یہ ہیں دین و دنیا کے بگڑے "سازوں" کے "آلات"!!!

وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللهِ —

اور کہتے ہیں (مشرکین مکہ) یہ (لات و منات بزرگ) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں! (پ۱۱ ع ۷)

اشنترا کی پجاریوں کا حشر

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ شیطان جس قدر شرک ہوتے دیکھ کر

باغ باغ ہوتا — اور فرط مسرت سے اُچھلتا ہے۔ اتنا کسی اور گناہ پر خوش نہیں ہوتا۔ اگر سارا جہان شرکیہ عقیدوں اور فعلوں کے ساتھ عابد۔ پرہیزگار اور زاہد بجر و بر بن جائے۔ تو اس کے لئے عین راحت اور خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اشراک باللہ کے بھڑکتے ہوئے شعلے — نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کے خرمن طاعت کو جلا کر راکھ سیاہ کر دیتے ہیں۔ اور حشر کے میدان میں خدا کے اور "لات" و "منات" کے اشتراکی پجاریوں کو سوائے دوزخ کے کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

شرکیہ کاموں سے فائدے

دوسری بات حدیث بالا میں قابل توجہ یہ ہے۔ کہ جب وہ پرندوں — اور درندوں سے بدترین لوگ شیطان کے کہنے پر لگ کر اوثان پرستی کریں گے نبیوں، شہیدوں، ولیوں، بزرگوں اور اولیاء اللہ کے مزاروں، تھانوں، مکانوں، تکیوں پر جا کر ان کو خدا کے ارادہ، مشیئت، قدرت، اختیار، مرضی منشاء اور تصرف میں دخیل و شریک اور مشیر و مختار جان کر ان کے نام کی نذریں نیازیں دیں گے۔ تربتوں اور روضوں کے گرد پھر کر، بوسے دے کر انہیں سجدے کریں گے۔ اور پھر ان اہل قبور سے اپنے دکھ، درد، مرض، کرب، فقر، فاقہ، بے روزگاری اور پریشانی — دور اور کافور کرانے کے لئے عرض کریں گے۔ خدا کا مقرب بننے کے لئے ان کے باب شفاعت و توسّل کو دستک دیں گے۔ تو اس مشرکانہ حال و ماحول میں قبروں کے گدی نشینوں، مجاوروں اور پجاریوں کے رزق میں فراخی آجائے گی۔ اور اس فراخی کے سبب کھانے پینے اور پہننے میں انکی زندگی اچھی گزرے گی۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ قبروں کے سجادہ نشین اور مجاور قبروں کے چڑھاووں، نذروں اور نیازوں کی آمدن سے ہزاروں لاکھوں روپیہ اکٹھا کرتے — کھاتے پیتے اور داد عیش دیتے ہیں۔ ان کی زندگی راجوں، اور نوابوں کی طرح گزرتی ہے۔

ان کے علاوہ جو لوگ طوافوں، اعتکافوں، سجدوں، نذروں نیازوں کی صورت میں قبروں کو پوجیں گے۔ بزرگوں کو خدا کے اختیار و تصرف میں شریک و دخیل سمجھ کر ان سے بگڑی بنوانے کی درخواست کریں گے۔ اس "حالتِ زار" میں گاہے گاہے خدا ان کے رزق کی فراخی کے اسباب پیدا کرتا رہیگا کہ وہ رب العالمین —— رزاق ذو القوۃ المتین ہے جب ایسے لوگوں کا رزق خدا کی طرف سے بڑھے گا۔ تو وہ خیال کریں گے۔ کہ فلاں مزار، تھان، مکان کی "جبہ سائی" کے سبب یہ مرادیں مل رہی ہیں۔ ان کا شرکیہ عقیدہ اور پختہ ہو جائے گا۔ اور پھر وہ شرک کی راہ کو — راہ صفا سمجھ کر اس پر مضبوطی سے گامزن رہیں گے۔ یعنی حاجت روائیاں اور مشکل کشائیاں خدا کی طرف سے ہونگی۔ اور وہ انہیں غیر اللہ کے تصرف کا نتیجہ قرار دے کر شرک کی دلدل میں پھنسیں گے۔ یہی بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سمجھائی ہے۔ یعنی اوثان پرستی کے سلسلہ میں — اگر کسی قسم کا مالی۔جانی فائدہ پہنچ جائے۔ تو یہ اللہ کی طرف سے پہنچنے کا وقت مقرر تھا۔ خدا کی طرف سے بغیر کسی کی سفارش اور وسیلے کے پہنچا ہے۔ خبردار! رزق کی فراخی اور زندگی کی اچھی گزران کو قبروں، تبوں، روضوں، مزاروں، مقبروں، تھانوں، مکانوں، چلّوں، قدموں، کے تبرک — وسیلے اور واسطے

۱؎ تھانوں، چلوں، قبروں، تکیوں، آستانوں اور داتوں کی "زنجیر" سے (باقی صفحہ ۱۸۵ پر)

کے بغیر — صرف اللہ رب العالمین کی دین، عطا بخشش اور نعمت جانو، کوئی متصرف — دینے والا اور کوئی سفارشی — دلانے والا نہیں ہے۔ کیونکہ تصرف صرف اللہ ہی کے لئے ثابت ہے۔ اور دنیا میں سفارش کرنے کی اس کی جناب میں کسی کو اجازت ہی نہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۸۴) خدائے لایزال کے درِ اجابت کو دستک دینے والوں۔ سفارش و سیلہ کے درخت سے ثمر حاجت کھانے کے معتقدوں کو معلوم ہو۔ کہ یورپ کے لوگوں کے پاس بیشمار دولت اور دفینے ہیں۔ امریکہ کے ہاں اموال وارزاق اور خدا کی بیحساب نعمتوں کے ذخائر اور خزائن ہیں۔ ان لوگوں کو سب دنیا سے بڑھکر رزق کی وسعت اور زندگی کے معیار کی بلندی کن تھانوں، چلوں، قبروں، تکیوں، آسروں اور داتوں کے ماننے اور وسیلوں کے پکڑنے سے حاصل ہوئی ہے؟ یا کس ندائے غیر اللہ کے نتیجہ میں ملی ہے؟؟؟ کیوں نہیں کہتے کہ اسلام کے اصول کے مطابق انہوں نے جد وجہد، تگ و دو اور سعی کی ہے اور خدا نے دوڑ دھوپ اور محنت شاقہ کے نتیجہ میں ان پر ہُن برسایا ہے ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے (اقبالؒ)

۱؎ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (پ ۱۸ رکوع ۵) — پوچھ اے پیغمبرؐ! (شرک کرنے والوں سے) کہ وہ کون ہے۔ جس کے ہاتھ، اختیار (تصرف) میں ہے۔ بادشاہی سب چیز کی اور وہ امن دینے اور فریاد کو پہنچنے والا ہے۔ (دکھوں دردوں میں) اور جس کو وہ پکڑ لے، اسکو امن دینے اور اس کی فریاد کو پہنچنے والا کوئی نہیں ہے؛ سچ ہے ؎

سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا
روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہ ہوا (بقیہ صفحہ ۱۸۶ پر)

تعظیم الٰہی کے مقامات

خدا تعالیٰ نے اپنی تعظیم، بزرگی اور عبادت بجالانے کے لئے کئی مقامات مقرر کئے ہیں شرعاً متعین فرمائے ہیں۔ مثلاً — مسجد الحرام۔ مکہ معظمہ۔ حرم شریف۔ مقام ابراہیم۔ منا۔ مزدلفہ۔ عرفات۔ صفا۔ مروہ۔ کعبۃ اللہ — پھر اس نے حکم دیا ہے۔ کہ مسلمان دور دراز ملکوں، شہروں، اور جگہوں سے خدا کی تعظیم اور بندگی کی نیت سے پیدل چل کر یا سوار ہو کر وہاں پہنچیں تکلیف مشقت، رنج، کوفت، اور مال کا خرچ برداشت کر کے یہ سفر اختیار کریں۔ اور وہاں جا کر خدا کے نام پر جانور ذبح کریں۔ نذریں، نیازیں اور منتیں جو خدا کے نام کی مانی ہوں ادا کریں۔ سعی صفا مروہ اور طواف کعبہ کی صورت میں اللہ کی تعظیم بجالائیں۔ اعتکاف کریں۔ دہلیز کو چومیں، غلاف کو پکڑ کر اس کی جناب میں روئیں۔ باب السلام میں کھڑے ہو کر دعائیں مانگیں، حرم پاک کا ادب کریں۔ وہاں شکار نہ کریں۔ درخت نہ کاٹیں۔ گھاس نہ اکھاڑیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کے خیال سے نہ چیخیں نہ چلائیں۔ نہ شور کریں۔ اور کسی قسم کی بے ادبی کی کوئی حرکت نہ کریں۔ اور بڑی تعظیم سے شعائر اللہ کی حاضری دیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۙ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ

(بقیہ صفحہ ۱۷۹) ۲ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (پ ۳ ع ۲) کون ہے۔ جو اسکی اجازت کے بغیر اس کے حضور کسی کی سفارش کرے۔" یاد رہے کہ قیامت کے روز حضور انور اللہ کی اجازت کے بعد اپنی امت کی سفارش کرینگے۔ یعنی امت کی سفارش کی حضور کو قیامت کے دن اجازت ملیگی معلوم ہوا۔ دنیا میں کوئی کسی کا خدا کے پاس سفارشی نہیں ہے۔

يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ
بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ
الْفَقِيْرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ
وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ
حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ
لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ
مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ
غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ
مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ
مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا
مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ (پ ١٧ ع ١١)

اور آواز دے لوگوں کو حج (کرنے) کے لئے، آئینگے تیرے پاس پیادے
اور ہر دُبلے اونٹ پر (سوار ہوکر) آئینگے تیرے پاس ہر راہِ دور سے۔
تاکہ حاضر ہوں اپنے فائدوں کے لئے۔ اور معیّن دنوں میں خدا کے دئے
ہوئے مویشیوں پر (قربانی کے وقت) اللہ کا نام لیں۔ (لوگو) قربانی
(کے گوشت) سے آپ بھی کھاؤ اور غریب محتاجوں کو بھی کھلاؤ پھر
چاہیئے۔ کہ دور کریں (لوگ) اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی نذریں
اور طواف کریں خانہ کعبہ کا۔ اور جو شخص حرماتِ[1] الٰہی کی تعظیم کرے تو

[1] جتنی باتیں اور جو جو کام خدا نے حرام کئے ہیں۔ ان کا ارتکاب نہ کرنا حرماتِ الٰہی کی تعظیم کرنا ہے۔
وہ باتیں خواہ حج وعمرہ سے متعلق ہوں۔ بیت الحرام، مشعر الحرام، مسجد الحرام، شہر الحرام، یا
بلد الحرام سے علاقہ رکھتی ہوں۔ یا کہیں ہوں۔ تمام معاصی اور محارم سے اجتناب (باقی ص١٨٨ پر)

یہ اس کے لئے خدا کے نزدیک بہتر ہے۔ اور ان چیزوں کے سوا جو تم کو (قرآن سے) پڑھ کر (حرام) سنائی جاتی ہیں (باقی) سب چارپائے تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور (خبردار!) دور رہو (انسانی اور غیر انسانی) بتوں کی (پوجا کی) نجاست سے۔ اور بچو (شرک کی) جھوٹی بات کے کہنے سے (بس) ایک اللہ کے ہو رہو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور جو کوئی شریک لائے (کسی کو) ساتھ اللہ کے۔ تو اس کا حال یہ ہے۔ کہ گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔ پھر دیا تو اس کو اچک لے جائینگے (شکاری) پرندے، یا اسے ہوا کسی دور جگہ لے جا کر پھینک دیگی۔ بات یہ ہے۔ کہ جو شخص خدا سے نامزد کی گئی چیزوں کی تعظیم کرے۔ تو یہ (امر) دلوں کی پرہیزگاری سے ہے"

شعائر اللہ کی آئینہ داری

اس آیت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے جو اسلامی، دینی، اور شرعی حیثیت رکھتے ہیں۔ خدا کی عظمت، بزرگی اور عبادت کے آئینہ دار ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) لوگوں کا حج کے لئے بیت اللہ جانا!

(۲) دور دراز مقامات سے پیدل یا سواری پر جانا!

(۳) اس سفر کو خدا کی خوشنودی، کار ثواب، دینی امر اور عبادت جان کر اختیار کرنا!

(۴) وہاں پہنچ کر خدا کے نام پر جانوروں کو قربانی دینا!

(۵) معین دنوں میں قربانی دینا!

(بقیہ حاشیہ ۱۸۷) کریں۔ یہ اجتناب کرنا ہی خدا کی حرمات کی تعظیم بجا لانا اور آداب الٰہی کی بڑائی کرنا ہے (صادق)

(۶) خدا کے نام پر مانی ہوئی نذروں نیازوں کو ادا کرنا!

(۷) خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔ اس کے گرد پھرنا!

(۸) حرمات الٰہی کی تعظیم بجا لانا۔

(۹) قرآن کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام ماننا۔

(۱۰) اوثان پرستی سے بچنا۔ بتوں کی (پوجا کی) نجاست سے دور رہنا۔

(۱۱) حنفاء اللہ۔ اللہ کی توحید کرنے والا ہونا۔

(۱۲) اللہ کے ساتھ (اس کی تعظیم و توحید میں) کسی کو شریک نہ کرنا!

(۱۳) خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک لانے والے کو بہت اونچی جگہ (آسمان) سے گرا ہوا مردہ —— مردار سمجھنا! ایسا مردار کہ جس کو کوّے، چیلیں، نوچ نوچ کر کھا گئے ہوں۔ یا اس کو ہوا اڑا کر کہیں دور کھائی یا کھڈ میں پھینک آئی ہو۔

(۱۴) شعائر اللہ[1] کی بڑائی کو دل کی پرہیزگاری کی علامت سمجھنا۔

---

[1] شعائر اللہ کے معنی ہیں خدا کی نشانیاں۔ خدا سے نامزد کی گئی چیزیں۔ وہ چیزیں جن میں خدا کے واسطے ہونے کا نشان ہو۔ اور شعائر اللہ میں داخل ہیں —— حرم، مسجد الحرام، خانہ کعبہ، مقام ابراہیمؑ، صفا، مروہ، منا، مزدلفہ، عرفات وغیرہ اور تمام اعمال حج مانند وقوف، عرفہ، رمی جمار، اعتکاف، حرم میں بھیجے جانے والے اونٹ، خدا کے نام کی نذریں، قربانیاں۔ اور پھر ان تمام مقامات متبرکہ مذکورہ کا ادب واحترام کرنا۔ وہاں مسنون اعمال اور عبادات بجا لانا۔ اعمال و عباداتِ حج میں انتہائی خلوص اور للّٰہیت کو مدنظر رکھنا اور قربانیاں خوبصورت، موٹی، تازی، بے عیب، اور قیمتی لینا۔ شعائر اللہ کی تعظیم کرنا ہے۔ (صادق)

خانہ ساز شعائر

یہ چودہ باتیں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ مذکورہ آیت کے مطلب اور مفہوم کو خوب واضح کرتی ہیں اور سب کی سب خدا تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں، ان میں سے کوئی بات بھی کسی غیر اللہ کی تعظیم کے لئے نہیں کرنی چاہیئے۔ یعنی:۔
قصداً، ثواب سمجھ کر کسی بھی مزار، روضے، چلے یا تھان پر سفر کر کے نہ جائیں کہ اس میں خدا کی مانند اور برابر غیر اللہ کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوائے تین مسجدوں ــــ حرموں کے، کسی بھی متبرک مکان کی طرف بغرضِ زیارت و ثواب سفر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ منع فرمایا ہے۔ جس درجہ حضرت انورؐ کی ذات پاک محبوب مکرم اور عزت والی ہے۔ بالکل اسی طرح آپ کا ارشاد، قول اور فعل محبوب، معزز اور پیارا ہونا چاہیئے۔ جو شخص حضورؐ کی محبت، آپ کے عشق اور ادب کا دم بھرتا ہے۔ جب اس کے سامنے اس سید البشرؐ اکرم الاولین واکرم الآخرین کا کوئی ارشاد پیش کیا جائے۔ حدیث سنائی جائے تو منہ پھیر لے۔ سننے تک گوارا نہ کرے۔ انصاف سے فرمایئے ایسے محب رسولؐ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کے دل میں حضورؐ کی محبت، عزت اور ادب کس قدر ہے؟ جو رحمتِ دو عالمؐ کے قول و فعل سے چڑے، ارشاد پاک سے نفرت کرے۔ بلکہ سنانے والے کو نفرت کی نظر سے دیکھے۔ ایسے مسلمان، مولوی، پیر، شیخ اور گدی نشین کے بارے میں آپ کے ضمیر کی آواز کیا ہے؟ سنیئے! حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم مذہبی اور شرعی سفر کی یوں حد بندی فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:۔
عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا (بخاری مسلم)

ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مت سفر کرو سوائے تین مسجدوں کے مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ۔ اور میری (نبویؐ) مسجد"

عرسوں اور تھانوں کے سفر کی ممانعت

دوپہر کے سورج سے زیادہ روشن، صحیح اور ثابت حدیث آپ نے پڑھ لی جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضور انورؐ نے تین مسجدوں — حرموں کے سوا، تمام دنیا کے متبرک مقاموں، بزرگوں کی جگہوں تھانوں، چلوں اور روضوں، مزاروں کے سفرؔ بالقصد سے منع فرما دیا ہے۔ کیونکہ یہ تینوں جگہیں خدا کے عظیم الشان شعائر اور بزرگی میں روئے زمین کے متبرک اور مقدس مقامات میں ممتاز، مخصوص اور بلند مرتبہ ہیں، چنانچہ حضورؐ خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

؎ لوگ ملازمت، تجارت، تحصیل علم اور کئی ضروری کاموں کے لئے سفر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تمام سفر نہی شرعی میں داخل نہیں ہیں۔ ممانعت صرف ان مقامات کی طرف قصد کر کے جانے کی ہے۔ جو متبرک، مقدس، اور بزرگ سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے بزرگوں کی خانقاہیں۔ عبادت گاہیں۔ چلے، مکان، تھان، قبریں وغیرہ؛ آپ نے سنا ہوگا کہ کئی لوگ زیارتوں کے لئے پاسپورٹ بنوا کر جاتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس کے لئے پہنچتے ہیں — یہ منع ہے! تحصیل علم، تجارت اور روزگار وغیرہ کے لئے سفر کرنا جائز بلکہ ثواب اور نیکی ہے۔ یہ سفر متبرک مقامات کی زیارتوں کے لئے نہیں ہوتے (صادق)

صَلوٰتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ صَلوٰۃٍ وَصَلوٰتُہٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ صَلوٰۃٍ وَصَلوٰتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ اَلْفِ صَلوٰۃٍ (ابن ماجہ)

مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا (اپنے گھر کی نماز کے مقابلہ میں) پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور مسجد میری (نبویؐ) میں نماز پڑھنا (بھی) پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے"۔

جب ثابت ہو گیا کہ یہ تین جگہیں بزرگی اور مرتبہ میں ممتاز اور مخصوص ہیں۔ اور دنیا میں کوئی جگہ بزرگی اور مرتبہ میں ان کے برابر نہیں اور یہ شعائر اللہ ہیں۔ تو پھر خدا کے تقرب اور ثواب آخرت کے لئے صرف ان ہی حرموں کا شرعی سفر —— قصداً کرنا چاہیئے۔ اگر ہم اسی طرح اہتمام اور قصد کر کے، ثواب کی غرض سے تعظیماً دوسرے مقدس مقامات اور بزرگوں کے روضوں، تھانوں وغیرہ کا سفر کرینگے تو ہم ان مقدس مقامات اور بزرگوں کے روضوں، تھانوں وغیرہ کو شعائر اللہ میں داخل کرنے یا شعائر اللہ کے برابر کرنے کے مجرم ٹھیرینگے کہ امت میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ شعائر اللہ کی تعظیم کی طرح کسی اور چیز کی تعظیم کرے۔ جس طرح ان کی زیارت کے لئے قصداً سفر کا اہتمام کیا جاتا ہے اس سفر کو دینی اور شرعی سفر سمجھا جاتا ہے اور سفر کے تمام خرچ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مانا جاتا ہے۔ اسی طرح بزرگان دین کے مزاروں چلوں، تھانوں اور مکانوں کی طرف تعظیماً قصداً سفر کرنا۔ سفر کو کار ثواب اور سفر خرچ کو دین کی راہ میں خرچ کرنا جاننا۔ پھر وہاں پہنچ کر روضوں کے گرد پھرنا۔ نذریں نیازیں دینا، یہ سب کام اشراک باللہ کی زد میں آتے ہیں۔ آپ حدیث اوپر پڑھ

آئے ہیں کہ حضورؐ نے تین مسجدوں کے سوا کسی مقام کے لئے بھی شدّ رحال ـــــ سفر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ منع فرمایا۔ حضورِ انورؐ کے منع فرمانے سے بزرگانِ دین کے مزاروں کے عرسوں پر جانا ناجائز ثابت ہوگیا۔ اخباروں میں آپ عموماً عرسوں کے اشتہار پڑھتے رہتے ہیں۔ گدی نشینوں یا مجاوروں کی طرف سے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں حضرت صاحب کا عرس فلاں فلاں تاریخ کو ہو رہا ہے۔ زائرین تاریخ مقررہ پر پہنچ کر ثواب دارین حاصل کریں۔ عرس کی ہر خبر یا اشتہار میں ثواب دارین کے الفاظ بالعموم ہوتے ہیں۔ پھر جو لوگ سینکڑوں میل کا سفر طے کرکے سینکڑوں روپے خرچ کرکے سفر کی مشقت اور کوفت اٹھا کر اجمیر، دہلی، پیرانِ کلیر، پاک پٹن وغیرہ ـــــ بزرگوں کے مزاروں پر جاتے ہیں۔ عرسوں پر حاضر ہوتے ہیں۔ وہ اس سفر کو کارِ ثواب جان کر ہی اختیار کرتے ہیں۔ نیکی سمجھ کر ہی اولیاء اللہ کے مزاروں پر حاضر ہوتے ہیں۔ فرمائیے۔ رسول پاک نے تو فرمایا۔ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ ـــــ (تین مسجدوں کے سوا کسی جگہ[1]

[1] مظاہر حق میں حجۃ اللہ کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد یوں مرقوم ہے (ترجمہ) میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں اہل جاہلیت قصد کرتے تھے۔ مکانات معظمہ کا کہ اپنے گمان میں ان مکانات کو بزرگ جانتے تھے۔ اور زیارت کرتے تھے اور برکت حاصل کرتے تھے۔ اور اس طرح کے قصد کرنے میں اور بزرگی جاننے میں تحریف اور فساد اس قدر ہے۔ کہ نہیں پوشیدہ۔ پس بند کیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دلاَ تشد الرحال.... فرما کر) فساد، تا نہ مل جائیں غیر شعائر ساتھ شعائرؐ کے اور نہ ہو جاوے وسیلہ واسطے عبادت غیر اللہ کے۔ اور حق نزدیک میرے (شاہ ولی اللہ کے) یہ ہے کہ قبر اور جگہ بندگی کرنے کسی ولی کی اولیاء میں سے۔ اور کوہ طور سب برابر ہیں نہی میں۔ یعنی ان سب چیزوں کی طرف سفر نہ کرے۔

(نوٹ متعلقہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمادیں)

کی زیارت کے لئے بھی تعظیماً قصداً) مت سفر کرو" اور جو لوگ مقدس مقامات اور بزرگوں کے مزاروں کا قصداً سفر کرتے ہیں۔ وہ حضور شافع روز جزا کے حکم "مت سفر کرو" کو پس پشت نہیں ڈالتے۔ دیدہ دانستہ اس سے اغماض نہیں برتتے۔ لاپرواہی نہیں کرتے؟ جب کرتے ہیں اور ضرور کرتے ہیں تو انہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں کے لئے قرآن میں کیسی کیسی وعیدیں اور سزائیں آئی ہیں۔ اور پھر دیدہ دلیر نافرمان!! اور اس پر ستم یہ ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو صریحاً ترک کر کے ــــ چیلنج کر کے ــــ مزاروں، عُرسوں کی حاضری دے کر خود کو بڑا پرہیزگار، دیندار، محب رسول اور بزرگوں کا مؤدّب خیال کرتے ہیں۔ اور حدیث رسولؐ لا تشد الرحالُ ــــ پڑھنے سنانے والوں کو بزرگوں کا بے ادب اور حبّ رسول سے بیگانہ بتاتے ہیں۔ انصاف!!!

گلۂ جفائے وفانما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے!
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری (اقبال)

ترک حدیث کا بین السطور

توریت اور انجیل میں جناب خاتم النبیین رحمت للعالمین حضرت محمد صلے اللہ

(نوٹ صفحہ گذشتہ):۔ شاہ ولی اللہ رح کی علمی شخصیت اور بزرگی محتاج تعارف نہیں، آپ نے صاف الفاظ میں لا تشد الرحال کی تائید میں تمام متبرک مقامات، قبروں، اولیاء اللہ کی عبادت گاہوں اور کوہ طور وغیرہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا منع کر دیا ہے آپ کا منع کرنا رحمت دو عالمؐ کے حکم کی تائید میں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ سے اور کون بڑا عالم ہے جس کی بات پر آپ نے اعتبار کرنا ہے۔ امید ہے کہ آپ شاہ صاحبؒ کے ارشاد پر ایسے زیارتوں کے سفر نہیں کرینگے (صادق)

علیہ وسلم کا اسم گرامی، حلیہ پاک اور سیرت و کردار مسطور تھا۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم تھا۔ کہ جب یہ پیغمبر مبعوث ہو۔ تو اس کی نبوت پر ایمان لا کر داخل امت محمدیہ ہو جائیں۔ یہودیوں کے علماء و مشائخ نے دیکھا۔ کہ عرب میں موعود پیغمبر مبعوث ہو چکا ہے۔ اس پر قرآن اتر رہا ہے۔ اور وہ اسلام کی دعوت دے رہا ہے۔ انہوں نے تورات کے حلیہ کے مطابق حضورؐ کو پہچان لیا۔ قرآن کہتا ہے:- یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ۔ یہودی حضورؐ کو ایسا پہچانتے ہیں۔ جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں؛ کہ تورات کے وعدہ کے مطابق خدا کے آخری پیغمبر آ گئے ہیں۔ لیکن پھر جانتے بوجھتے حضورؐ کی نبوت کو جھٹلاتے ہیں۔ تکذیب کرتے ہیں۔ اور عوام کو کہتے ہیں۔ کہ یہ وہ پیغمبر نہیں ہے جس کے آنے اور اس پر ایمان لانے کا تورات میں حکم آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہود کے علماء و مشائخ کو پتہ تھا۔ کہ اگر وہ نبوت محمدؐیہ پر ایمان لے آئے۔ مسلمان ہو گئے۔ تو انہیں مسجد کے اندر عوام کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا پڑیگا۔ اور ان کی امامتیں، امارتیں، سیادتیں، ریاستیں، پیشوایاں، گدی نشینیاں اور مجاوریاں ختم ہو جائینگی۔ پالکیوں میں بیٹھ بیٹھ کر مریدوں کے کندھوں پر سوار ہونا قصہ پارینہ بن جائے گا۔ نذریں نیازیں چڑھاوے اور پیری، مریدی کی آمدنیاں لیس ہو جائیں گی۔ اور معاش کے لئے انہیں ہاتھ پاؤں ہلانے پڑیں گے۔ یہ ہے سب سے بڑی وجہ کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے حضورؐ کے ساتھ عداوت اور دشمنی کرنے لگے۔ اور آپ سے مقابلے، اور مقاتلے پر اتر آئے۔

آپ کو معلوم ہے کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر جو عرس ہوتے ہیں۔ ان میں گدی نشینوں، سجادہ نشینوں، صاحبزادوں، مجاوروں،

علماء اور مشائخ کو ہزاروں لاکھوں روپیہ کی آمدن ہوتی ہے۔ نذروں، نیازوں، منتوں اور چڑھاووں کی صورت میں بے پناہ ارزاق واموال کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ یہ مال و دولت کے ذخائر صرف عرسوں کے ذریعہ فراہم کئے جاتے ہیں۔ اس لئے بزرگوں کے مزاروں پر عرس اور میلے رچائے جاتے ہیں۔ اور لوگوں کو سفر کر کر عرس پر پہنچنے کے لئے ثواب دارین کے وعدے دیئے جاتے ہیں۔ اب اگر حضور انورؐ کی حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ کو یہ لوگ، مان لیں تو عرسوں کا تمام کاروبار ختم ہو جاتا ہے۔ اور آمدن کا ذریعہ بس۔ یہ وجہ ہے۔ کہ حدیث رسولؐ سے منہ پھیرتے ہیں۔ گریز کرتے ہیں۔ اور ایسی حدیثوں کے سنانے والوں کو بزرگوں کا بے ادب کہہ کر "بھیڑوں" کی "اون" مونڈتے رہتے ہیں۔ سچ فرمایا خدا تعالیٰ نے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ـــــ اے ایمان والو (ہوشیار رہو) تحقیق بہت سے علماء و مشائخ البتہ کھا جاتے ہیں مال لوگوں کے (دین میں دھوکہ دے کر) ساتھ جھوٹ کے اور روکتے ہیں۔ (ان کو مشرک اور بدعتی بنا کر) راہ خدا سے! (پ۱۰ ع ۱۱)

مسلمان بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ نابینی ارادت اور اندھی عقیدت سے بچیں، علماء و مشائخ کی پیروی ظلمت کی فضا میں نہ کریں۔ کتاب و سنت کے استدلال کے بغیر ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں۔ شریعت کی دنیا میں ان کے کہنے پر "رات" کو "دن" اور "دن" کو "رات" نہ کہیں۔ تحقیق کریں۔ اور ہر شرعی اور مذہبی چیز کو علی وجہ البصیرت مانیں۔ شعائر اللہ کے مقابلہ میں خانہ ساز شعائر تسلیم نہ کریں۔ اس طرح کہ جو کام شعائر اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔ وہ کام کسی مزار یا متبرک مقام کے لئے جائز نہ سمجھیں

نذر۔ نیاز۔ چڑھاوا۔ اعتکاف، طواف، قربانی صرف اللہ ہی کی عبادت
جانیں۔ اور ہر غیر اللہ کے لئے حرام مانیں۔ اوثان پرستی سے بچیں۔ اہل توحید
بنیں۔ خدا کے ساتھ کسی صورت بھی کسی کو شریک نہ کریں۔ کہ مشرک کی مثال
خدا نے راندۂ درگاہِ ایزدی ہونے کے لحاظ سے یوں فرمائی ہے کہ جیسے
کوئی آسمان کی بلندی سے زمین پر گر پڑے۔ مر جائے۔ اور مردار ہو جائے۔
اور اس کو زاغ و زغن اور چیلیں، گدھیں نوچ نوچ کر کھا جائیں۔ خدا کے
ساتھ غیر اللہ... نبیوں، شہیدوں، صدیقوں، ولیوں، بزرگوں وغیرہ کو
اس کی الوہیت اور صفات اور اس جیسی تعظیم میں شریک کرنے والا ایسا ہی
بدبودار مردار ہے۔ جیسے کسی کھڈ، کھائی یا ریگ زار میں پڑا ہوا نجاست کا انبار
ہے ــــ! اَلْکُمَامَرَّ۔

خدا کے علم میں شریک

یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔ کہ انسان کا علم
محدود ہے۔ اَن پڑھ کے علم سے پڑھے
ہوئے کا علم زیادہ ہے۔ پھر ایک پڑھے ہوئے سے دوسرے پڑھے ہوئے کا
علم سوا ہے۔ ہر ذی علم کے اوپر ذی علم موجود ہے۔ اسی سلسلہ میں انبیاء
بھی آتے ہیں۔ ان کو بھی خدا نے علم دیا ہوتا ہے۔ کہ امتیوں کی وہاں تک رسائی
نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء کا علم بھی خدا کے علم کے آگے محدود ہوتا ہے۔ صرف
خدا تعالےٰ کا علم ہی پورا ــــ تمام ــــ کامل ــــ کلُ ــــ اور لامحدود ہے۔ ازلی
اور ابدی ہے! ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (پ۱۵ ع۱۰)

اور نہیں دیئے گئے ہو تم علم (الٰہی) سے مگر تھوڑا"

خدا تعالےٰ جس کو جتنا چاہے علم عطا کرے۔ اس کی مرضی اور منشاء پر

منحصر ہے۔ پھر محسوسات کے علم کے علاوہ غیب کا علم بھی ہے۔ وہ غیب کا علم بغیر خدا کے بتلائے جتائے از خود کوئی نہیں جان سکتا۔ حتیٰ کہ انبیاء اور جناب رسول خداؐ بھی غیب کا علم جاننے میں خدا کے محتاج تھے۔ جتنا خدا نے چاہا ان کو بتایا۔ جو نہ چاہا نہ جتایا۔

غیب کی چابیاں

علم غیب خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اور خاصہ کے معنی ہیں۔ مَالَا یُوجَدُ فِی غَیْرِہٖ۔ کسی کا وہ وصف جو اس کے غیر میں نہ پایا جائے۔

اور اگر اس کے غیر میں بھی وہ وصف پایا جائے۔ تو پھر وہ خاصہ نہیں رہتا۔ علم غیب جب خدا تعالیٰ کا خاصہ ہوا۔ تو پھر کسی غیر اللہ میں نہیں پایا جا سکتا۔ قرآن کہتا ہے:۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۔ (پ ۷ ع ۱۳)

اور غیب کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں۔ سوا اس کے کوئی ان کو نہیں جانتا۔

اس آیت میں ارشاد خداوندی کا مطلب یہ ہے۔ کہ غیب کی چابیاں اللہ کی ذات کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔ چابیوں کا کسی کے پاس ہونا تو رہا درکنار۔ کسی کو اتنا علم نہیں کہ چابیاں ہیں کہاں؟ آپ کے پاس گھر کی، ٹرنکوں کی، سوٹ کیسوں، صندوقوں، الماریوں، شوکیسوں، کیش بکسوں وغیرہ کی چابیاں ہوتی ہیں۔ اور آپکو اختیار ہوتا ہے۔ کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں چابی لگا سکتے اور چیزیں نکال سکتے ہیں۔ اسی طرح حواس خمسہ بھی ایک طرح کی چابیاں ہیں۔ چابی لگائی۔ تو دیکھ کر، سن کر، چکھ کر، ٹٹول کر اور سونگھ کر ظواہر کا علم اور مادیات کا حال معلوم کر لیا۔ کیونکہ یہ کام آپ کے اختیار میں ہے لیکن غیب کا علم حاصل کرنا نہ کسی کے بس میں ہے۔ نہ اس پر کسی کو قدرت ہے،

سوائے علام الغیوب کے غیب سے کوئی واقف نہیں! جو شخص کسی بزرگ، ولی، جن، فرشتے یا پیغمبر کو غیب جاننے والا مانتا ہے۔ وہ اس کو خدا کے علم میں شریک کرتا ہے۔ اور وہ ضرور مشرک ہے۔ خبردار! آپ ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھیں۔ کہ حضور رحمت للعالمینؐ یا کوئی پیغمبر، بزرگ، صوفی، درویش، پیر فقیر، شہید، مرشد غیب جانتے ہیں۔

بعض لوگ قرآن سے فال نکالتے ہیں۔ لیکن وہ قرآنی فال بھی غیب نہیں۔ بعض کشف اور استخارہ وغیرہ سے مستقبل کے پتے دیتے اور مخفیات کی باتیں کرتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ یہ کام بھی غیب سے متعلق نہیں ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ رمل، نجوم، جفر، شگون، ہاتھ ریکھا وغیرہ کی خبریں بعض اوقات درست نکلتی ہیں۔ چاند گرہن اور سورج گرہن بتائے ہوئے وقت پر ٹھیک لگتے ہیں زائچہ کے احکام صحیح ہوتے ہیں۔ جی ہاں! کبھی کبھی ان فنون کی اطلاعیں اور موسمی حالات بتانے والے محکمہ کے پتے نشان درست ہوتے ہیں۔ لیکن بہت باتیں غلط بھی ہوتی ہیں۔ جب کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوں۔ تو علم غیب نہ ہوا۔ کیونکہ علم غیب کی خبر غلط نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا۔ کہ خدا نے کسی کو بھی غیب پر اختیار اور اقتدار نہیں دیا۔

علمِ غیب کی تعریف

اور جو کبھی کبھی ان اہل فن کی باتیں صحیح اترتی ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ باتیں اسباب اور ذرائع کے ماتحت معلوم کی جاتی ہیں۔ جو صحیح اور درست بھی ہوتی ہیں اور یاد رکھیں۔ کہ اسباب و ذرائع اور دلائل و وسائل سے حاصل کیا ہوا علم — علمِ غیب نہیں کہلاتا۔ علمِ غیب — وسیلے، واسطے، ذریعے، اور اسباب سے بے نیاز ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ بغیر اسباب اور ذرائع

کے غیب جاننے والا ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک سب کچھ اس کی نگاہ میں ہے ازل سے ابد تک ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ایک ذرّہ تک اس سے پوشیدہ نہیں۔ درختوں کے پتوں، بارش کے قطروں، ریت کے ذرّوں، تاروں کی تعداد ـــ آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں کے وزن اور تمام مخلوق کی گنتی، اور شمار اس کو بلا واسطہ معلوم ہے۔ بغیر ذریعے کے جانتا ہے۔ اس کی ذات کے سوا ـــ جب کسی چیز کا نام ونشان نہ تھا۔ وہ اس وقت بھی قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں اور سب مخلوق کو جانتا تھا۔ اور جاننے کے لئے وہ اسباب وآلات سے بے پروا وبے نیاز ہے۔

اور جو باتیں ـــ جمع۔ تقسیم۔ ضرب۔ ذواضعاف اقل۔ عاد اعظم۔ مساحت۔ جیومیٹری۔ الجبرا۔ رمل۔ نجوم۔ جفر۔ ہیئت۔ ہاتھ ریکھا۔ طب حکمت۔ مسمریزم۔ ہپناٹزم۔ نفسیات۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ منطق۔ فلسفہ ٹیلی گراف۔ ٹیلی فون۔ ٹیلی پرنٹر۔ وائرلیس۔ ریڈیو۔ اور سائنس کی بیشمار تفریعات کے ذریعہ معلوم ہوں۔ ان کو بھی علم غیب نہیں کہتے۔ کیونکہ یہ علم اسباب وآلات سے حاصل ہُوا ہے۔ اور علمِ غیب اسباب وآلات کے تصور سے بلند اور توسّط ووساطت کے خیال سے وراء الوریٰ ہے اس لئے خاصہ خداوندی ہے۔ سوائے واحد القہار کے نہ کوئی غیب جانتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کو غیب پر دسترس ہے۔ اور وحی کے ذریعہ غیب کی خبریں بتانے والے انبیاء ورسل بھی غیب دان نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ خبریں ان کو خدا کے بتانے سے معلوم ہوتی ہیں۔ از خود کوئی نہیں جانتا۔ اور نہ جاننے کا مختار ہے۔ تو جو خدا کے بتانے جتانے سے اخبار غیب سنائے۔ اس کو غیب کا جاننے والا نہیں کہتے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ج وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ج اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (پ ۹ ع ۱۳)

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دے۔ کہ میرا اپنا ذاتی نفع و نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں ہے (میں بہتیرا چاہوں، مگر ہوتا وہی ہے) جو خدا چاہے ہے۔ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو بہت لے لیتا میں بھلائی سے اور نہ پہنچتا مجھ کو (کسی طرح کا) گزند۔ میں تو ایمان لانے والوں کو (دوزخ کا) ڈر اور (بہشت کی) خوش خبری سنانے والا ہوں۔

اس آیت میں صاف طور پر موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم غیب نہیں جانتے تھے۔ خدا نے آپ کو حکم دیا ہے۔ کہ کہدے۔ کہ (میں غیب نہیں جانتا۔ اور) اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو بہت سے نفعے، ہر طرح کے فائدے اور بے شمار بھلائیاں ہی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا۔ اور مجھے کوئی تکلیف، برائی، ایذا، مصیبت، دقت اور دشواری پیش نہ آتی، کہ غیب دانی کے سبب قبل از وقت ہی جلب منفعت اور دفع مضرت کے سامان کر لیتا۔ غیب کے ذریعے انجام معلوم کر کے فائدے والے کام کرتا۔ اور نقصان والے کاموں سے بچتا۔ ساری زندگی خیر ہی خیر اور خوشی ہی خوشی گزارتا۔ غموں، فکروں، دکھوں، دردوں، حربوں، ضربوں، چوٹوں اور صدموں سے بچاؤ کر لیتا۔ دانت کو شہید ہونے سے بچا لیتا۔

غور کریں۔ کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم غیب سے بیخبر تھے۔ آئندہ کے حالات اور واقعات نہیں جانتے تھے۔ تو اور کون ہو سکتا ہے۔

جو مخفیاتِ فرد اسے پردہ اٹھائے ---؟

یاد رہے۔ کہ خدا نے کسی کو غیب دانی پر اختیار نہیں دیا۔ کہ جب کوئی چاہے۔ کسی کے دل کا حال معلوم کرلے۔ نیت کا پتا لگالے۔ سینے کی بات جان لے۔ مفرور، غائب، مفقود الخبر کے زندہ، مردہ، مسافر یا مقیم ہونے پر مطلع ہو جائے۔ جب ارادہ کرے۔ رحم میں لڑکے یا لڑکی کی نشان دہی کردے۔ کسی کے ہاں اولاد ہونے یا نہ ہونے کی خبر دیدے۔ اور بیاہ شادی کے انجام، تجارت کے نفع ونقصان، جنگ کی فتح وشکست امتحان کی کامیابی وناکامی، سفر کی اچھائی وبرائی اور تقدیر کی نیکی وبدی کا حکم لگائے۔

عقل، سمجھ، تجربے، قیافے، اندازے، تخمینے اور اٹکل سے کہی ہوئی کئی باتیں کبھی درست ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی غلط۔ یہ غیب دانی نہیں ہے۔ البتہ وحی یا الہام کے ذریعہ جو بات معلوم ہو۔ وہ سو فیصد درست اور ہمیشہ ہمیشہ صحیح ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ خدائے لایزال کی اطلاع ہوتی ہے۔ جس کے علم میں کوئی چیز پوشیدہ اور غائب نہیں ہے۔ فلک الافلاک سے تحت الثریٰ تک سب کچھ اس کی نظر و خبر میں ہے۔

مریدوں کے حال کا علم

جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ پیر، فقیر، بزرگ اور ولی --- اپنے مریدوں کے حال سے ہر وقت باخبر ہوتے ہیں۔ ایسا اعتقاد رکھنے والے یقیناً مشرک ہیں اور جو شخص ایسے لوگوں کے شرک میں شک کرے۔ وہ بھی مشرک ہے۔ ایسے لوگ کیوں مشرک ہیں؟ اس لئے کہ انہوں نے پیروں، فقیروں کو غیب دانی میں خدا کا شریک ٹھہرا دیا ہے۔ یہ وصف صرف اللہ تعالیٰ ہی میں ہے۔ کہ وہ لوگوں کے حال سے ہر وقت باخبر ہوتا ہے۔ تمام مخلوق ہر لمحہ

ان کی نظر میں ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی کسی غائب کے حال وقال کی خبر نہیں رکھتا۔ پوشیدگیوں اور غیر موجودگیوں پر اولیاء اللہ کی ہر وقت نظر ہونے کا اعتقاد رکھنے والے اشراک باللہ کے سبب مشرک ہیں۔ ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہیئے۔ اور اس اعتقاد سے باز آجانا چاہیئے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ خدا کے دئے ہوئے اختیار اور قدرت سے بزرگ لوگ خلقت کے احوال سے ہمہ وقت واقف اور مطلع رہتے ہیں۔ تو ہم عرض کرینگے۔ کہ اول تو اس اعتقاد پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ نہ کوئی آیت ہے۔ نہ حدیث پھر رسول اللہؐ سے تو کوئی بزرگ ہستی نہیں ہے۔ جب حضور انورؐ ہر وقت لوگوں کے حال سے باخبر نہیں تھے۔ تو اور کون ہو سکتا ہے؟ افک عائشہؓ کے واقعہ پر غور کریں۔ پچاس دنوں تک سارا مدینہ اور خود حضورؐ بے چین اور پریشان رہے۔ بالآخر جب خدا نے خبر دی۔ وحی نازل ہوئی۔ دس آیتیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بریت و عصمت پر اتریں۔ تب "مطلع" صاف ہُوا۔ اور حضورؐ کو اطمینان کا سانس آیا۔ اور مسلمانوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اگر حضورؐ غیر حاضروں کے حال سے واقف وشاہد ہوتے۔ تو غزوہ بنی مصطلق سے واپس آتے وقت حضرت عائشہؓ کے قافلہ سے پچھڑنے اور حضرت مسطحؓ کے ہمراہ لانے کی حالت جان کر بر سر منبر صدیقہ طاہرہؓ کی عصمت بیان کر دیتے۔ عائشہؓ و مسطحؓ کا حال بحیثیت واقف وشاہد لوگوں کو سنا کر منافقوں کا پراپیگنڈہ خاک میں ملا دیتے!! لیکن حضرت عائشہؓ کی عصمت کا چھپا ہُوا چاند اس وقت نمایاں ہُوا جب علام الغیوب کی بھیجی ہوئی وحی کی ہواؤں نے افک کی کالی گھٹاؤں کو چھٹا دیا۔ اور پھر پچاس دنوں سے جو شہر "طوفان" کی ظلمت سے بھرا ہُوا

تھا ـــ عفت کے نور سے جگمگا اٹھا!

افک عائشہ رضؓ کے لرزہ خیز واقعہ سے آپ کو یقین آگیا ہوگا۔ کہ سوائے خدا کے کوئی بھی کسی غائب کے حالات اور واقعات سے باخبر نہیں ہو سکتا۔ پھر جو مرید یہ اعتقاد رکھے۔ کہ اس کا پیر اس کے حال سے ہر وقت آگاہ ہے۔ اس کے لیل و نہار سے واقف اور مطلع ہے۔ اور جو پیر بھی مرید کو کہے کہ تم غم نہ کرو۔ ہم ہر وقت تمہارا خیال اور دھیان رکھیں گے۔ اندھیرے اور اجالے میں تمہارے نگران رہیں گے۔ مصیبتوں اور بلاؤں، خطاؤں اور گناہوں کے وقت ہماری تم پر نظر ہوگی۔ بلائیں ٹل جائیں گی۔ اور گناہ رک جائیں گے، ـــ یاد رکھیں۔ کہ یہ تابع اور متبوع دونوں گمراہ ـــ شرک کی تاریک اور نجس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

غیب سے متعلق فیصلہ کُن حکم

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط

(پ ۲۰ ع ۱)

(اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہو۔ کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں سے غیب (کی بات) خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا"

جب کہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہلوا دیا۔ کہ اللہ کے سوا زمین و آسمان میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا۔ یعنی نہ کوئی فرشتہ نہ جن، نہ آدمی امور غیب پر مطلع ہے۔ کوئی پیغمبر اور رسول بھی بغیر خدا کے بتائے اخبار غیب سے آگاہ نہیں۔ پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت اکرمؐ غیب جانتے تھے۔ آپ حاضر ناظر ہیں۔ سب لوگوں کا حال جانتے ہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے۔ سب کا آپ کو علم ہے۔ ایسا کہنے والے لوگ بڑے

ظالم، جاہل، اور بے باک ہیں۔ ان لوگوں کو خدا کا ذرہ بھر خوف نہیں۔ خدا، قرآنؑ
اور رسول پاکؐ ــــ تینوں کے نافرمان ہیں۔

پھر غور کریں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے سچے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کی زبان سے اقرار اور اعلان کرایا ہے۔ کہ آسمان و زمین میں اللہ کے سوا
کوئی بھی غیوب پر مطلع نہیں۔ یعنی خدا اور خدا کا رسولؐ دونوں کہتے ہیں۔ کہ
خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور دونوں کا کہنا قرآن کے اندر بطور دلیل
اور سند کے موجود ہے۔ پھر جو خدا کے سوا کسی کو بھی غیب جاننے والا مانتے
ہیں۔ فرمائیے۔ وہ کتنے بڑے خدا کے نافرمان رسول پاکؐ سے برگشتہ اور
قرآن کو جھٹلانے والے ہیں۔ اور پھر حق تعالےٰ اور نبیؐ برحق سے اعراض
و ادبار کر کے عاشق رسولؐ ہونے کا دم بھرتے ہیں ؎

ہرگز ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند!
حق را بہ سجودے و نبیؐ را بہ درودے (اقبالؒ)

ربیع کی شادی پر

ربیع بنت معوذ کی شادی پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں خوشی
کے موقعہ پر چند نابالغ لڑکیاں شہدائے بدر کی تعریف میں شعر پڑھ رہی تھیں۔
جب حضرت انورؐ وہاں پہنچے۔ تو انہیں دیکھ کر ایک لڑکی نے حضورؐ کی
تعریف میں کہا:۔

سلہ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ خدا نے بکثرت غیب کی باتیں حضرت انورؐ کو بتائیں۔
اور آپ نے امت کو سنائیں۔ یاد رہے۔ کہ خدا کے اطلاع سے امور غیب پر مطلع ہونا
غیب جاننا نہیں ہے۔ ان ہی معنوں میں قرآن نے کہا ہے۔ کہ حضور غیب نہیں
جانتے۔ قُلْ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ..... (صادق)

فِینَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ

ہمارے نبیؐ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔

حضرت اکرمؐ نے اپنی تعریف میں یہ کلمات سن کر ارشاد فرمایا:۔

دَعِیْ ھٰذِہٖ وَقُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ!

یہ بات مت کہہ (کہ نبیؐ آئندہ کی باتیں جانتا ہے) اور وہی کہے جا جو (شہدا کے متعلق، پہلے کہہ رہی تھی! (بخاری)

غور فرمایا آپ نے کہ ایک لڑکی حضورؐ کو کہہ بیٹھی۔ کہ آپؐ آئندہ کی باتیں غیب جانتے ہیں۔ اس پر آپ نے اسے روک دیا۔ اور ایسا کہنے سے منع کر دیا۔ حضرت انورؐ کے اس روکنے اور منع کرنے سے ہمیں بھی یہ کہنے سے رک جانا اور باز آجانا چاہیئے۔ کہ حضورؐ غیب جانتے ہیں۔ یا دوسرے انبیاء، اولیاء اور شہداء غیوب سے واقف اور جہان والوں کے حالات اور واقعات سے باخبر ہیں۔ اور حضرت اکرمؐ کے اس لڑکی کو منع کرنے سے یہ سبق بھی سیکھنا چاہیے۔ کہ جب پیروں، مرشدوں، استادوں کی حد سے زیادہ تعریف کی جائے۔ ان کی شان میں غلو سے کام لیا جائے۔ تو وہ اپنے تعریف کرنے والوں اور مداحوں کو بجائے تمغے دینے کے ڈانٹ پلائیں۔ اور بہ سختی منع کریں۔ کہ وہ انہیں اس طرح "اڑانے" سے باز آجائیں۔ جب حضورؐ اپنی ذات کے لئے غلو برداشت نہیں کر سکتے۔ تو "بزرگانِ دین" کو بھی مریدوں کے تعمیر کردہ "ہوائی قلعہ" میں قدم نہیں رکھنا چاہیئے۔

سب سے بڑا طوفان

خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ

مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (پ۲۱ ع ۱۳)

بے شک (صرف) اللہ ہی کو قیامت (کے آنے) کا علم ہے اور (وقت مقررہ پر جس کو خود ہی جانتا ہے) اتارتا ہے مینہ۔ اور جو کچھ (نر مادہ ماؤں کے) پیٹوں میں ہے اس کو بھی (وہی) جانتا ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی شخص (یہ بھی) نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ ہی (ان سب باتوں کا) جاننے والا باخبر ہے"

یہ پانچ باتیں جو مذکور ہوئی ہیں۔ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ اپنے اختیار سے جان سکتا ہے۔ یہ باتیں تمام اقسام غیوب پر حاوی ہیں۔ سب کو پتہ ہے۔ کہ قیامت ضرور آنی ہے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ مینہ برستا ہے۔ سب کو علم ہے۔ کہ حمل وضع ہوتا ہے۔ ہر شخص کل کچھ نہ کچھ ضرور کرتا ہے۔ اور ہر شخص نے ایک نہ ایک دن ضرور مر جانا ہے۔ ان یقینی چیزوں کے متعلق کوئی نہیں بتا سکتا۔ کہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کس وقت ہوگی؟ حمل سے نر ہوگا یا مادہ، خوبصورت ہوگا یا بدصورت، پیدائش کا پورا ہوگا۔ یا ادھورا۔ شکل وشباہت میں ماں کے مشابہ ہوگا، یا باپ کے، چچا کے یا ماموں کے یا کسی اور رشتہ دار کے؟ کل کسی کو کیا پیش آئے گا وہ کیا کریگا؟ اور کوئی کس مقام پر خاک میں سمائیگا؟ غور کریں۔ کہ جب ان وقوع پذیر ہونے والی یقینی باتوں کے اوقات کی تعیین اور خصوصیات کا کسی کو علم نہیں تو جو باتیں وہم وگمان اور خواب وخیال میں نہیں ہوتیں — ان کا علم از خود کس طرح ہو سکتا ہے؟ گویا ان پانچ باتوں کے عدم علم نے جملہ اقسام غیوب

کے عدم علم پر مہر لگا دی ہے۔ ان پانچوں باتوں کے متعلق حضرت عائشہ رضؓ ارشاد فرماتی ہیں :-

مَنْ اَخْبَرَكَ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ خَمْسَ الَّتِىْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ (بخاری)

جو شخص تجھے خبر دے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ پانچ باتیں جانتے تھے۔ جو خدا نے (قرآن میں) ذکر کی ہیں۔ (ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔۔۔ الآیہ) تو (یقین کرکہ) اس نے (حضورؐ پر) سب سے بڑا طوفان باندھا۔ (بخاری)

فردا سے لاعلمی کا اظہار

عَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِىْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ۔ (بخاری)

حضرت ام العلاءؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے۔ اللہ تعالےٰ کی کہ میں باوجود اللہ کا رسول ہونے کے نہیں جانتا۔ کہ (کل کو) کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا بنے گی تم سے۔

ملاحظہ :- ارشاد نبویؐ کا مطلب یہ ہے کہ جو سلوک خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں سے دنیا میں — دکھ، درد، مصیبت، تکلیف، فقر، فاقہ، مرض، ہرج، غم، اندوہ، بدحالی، پریشانی، ناکامی، حادثات، واردات، آرام، چین، خوشی، صحت، خوشحالی، فارغ البالی، فراخی، آسودگی، دولتمندی،

کامیابی، ترقی وغیرہ کے متعلق کرنا ہے۔ اور جو معاملہ اس سے لوگوں کا نزع، قبر، حشر، پل صراط، میزان، اور پرسش اعمال کے وقت پڑتا ہے۔ ان سب واقعات اور معاملات کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ۔ بخدا میں نہیں جانتا۔ کہ تمہارے اور خدا تعالےٰ کے درمیانی معاملات کی کیفیت کیا ہوگی۔ اور جو کوائف و احوال مجھے درپیش آنے ہیں۔ میں بھی انہیں نہیں جانتا۔ سوائے اس کے کہ تمہارے یا میرے متعلق جو باتیں عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم عقبیٰ کی وحی کے ذریعہ معلوم ہوں! بجز وحی کے دنیا، برزخ اور عقبےٰ میں پیش آنے والے حقائق اور کوائف نہ تمہارے متعلق جانتا ہوں اور نہ اپنے متعلق! اس سے زیادہ وضاحت اس امر کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ خدائے قدوس کے ازلی، ابدی، اور کامل و کل علم میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

غیر اللہ کو پکارنا

یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے کہ وہ ہر پکارنے والے کی پکار کو دور اور نزدیک سے یکساں سنتا ہے۔ کوئی عرش عظیم کے قریب ہو کر اس کو پکارے۔ یا تحت الثریٰ میں اسے بلائے۔ وہ برابر سنے گا۔ بادل کی گرج اور چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ اس کے سننے میں کوئی فرق نہیں رکھتی۔ وہ ایسا سمیع ہے۔ کہ عرش سے لیکر فرش تک فرشتوں، جنوں، انسانوں، حیوانوں، ـــــ تمام مخلوق کی دعاؤں، پکاروں، آوازوں، فریادوں، آہوں ـــــ رونے، چیخنے، چلانے کو ایک سا سنتا ہے۔ دعا و پکار کی اونچائی و پستی اور اس کے قرب و بُعد کا اس کے حضور سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہے کوئی اس کی مخلوق میں ایسا جو اس کی طرح دور و نزدیک سے سب کی دعا و پکار کو مساوی سنے؟

یاد رکھیں۔ کہ کوئی فرشتہ، جن، انسان — پیر، مرشد، صوفی، درویش، فقیر، ولی، شہید، اور پیغمبر لوگوں کی پکاروں کو ہرگز نہیں سن سکتا۔ پھر جو شخص یہ عقیدہ رکھے۔ کہ اولیاء اللہ ہزاروں کوس دور ہماری فریاد کو سنتے ہیں۔ اور قبروں والے بھی پکاروں سے بے خبر نہیں ہیں۔ تو اس نے اولیاء اللہ، اور اہل قبور کو اُس طرح سننے والے مان لیا۔ جس طرح اللہ سننے والا ہے۔ گویا ان کو خدا کے سننے میں شریک کر دیا۔ خدا کی مانند سمیع جان لیا — خبردار! ان کو ایسا ماننا اور جاننا خدا کے ساتھ شریک لانا ہے۔ مشرک بننا ہے!

مسلمانو! شرک سے بچو۔ خدا کی ذات اور صفات میں کسی غیراللہ کو شریک نہ جانو۔ رسول خدا مشرکوں کے ساتھ صرف شرک کے استیصال کی خاطر ہی تئیس برس تک نبرد آزما رہے۔ ورنہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے۔ بات صرف یہ تھی۔ کہ اس کی صفات میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ یہ بات خدا کو گوارا نہ تھی۔ اس لئے توحید کے عقیدہ کے ساتھ خدا کو ماننے اور اس کی خالص عبادت کرنے پر رحمت دو عالم زور دیتے تھے۔ اور سارا قرآن ہی توحید کی تعلیم سے بھرا ہوا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلمان قرآنی توحید سے انحراف کر کے شرک کی راہ پر چلنے لگ گئے ہیں۔ انہیں کچھ خوف نہیں آتا۔ کہ یہ خطرناک راہ انہیں کہاں لے جائے گی۔ اور ان کا انجام کیا ہوگا۔ شرک کی راہ اس قدر کج، پرخوف اور ہلاکت خیز ہے۔ کہ اس کا راہی کبھی جان سلامت لے کر منزل پر نہیں پہنچا۔

توحید کی قربان گاہ پر ماں کی بھینٹ

حضرت سعد بن ابی وقاص رض جب د شرکیہ مذہب چھوڑ کر،

مسلمان ہو گئے (موحد بن گئے) تو ان کی والدہ کو بہت رنج ہُوا۔ حضرت سعد اپنی والدہ کی بے حد خدمت کرتے تھے۔ اور وہ بھی اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ ان سے محبت کرتی تھی ـــــ والدہ نے کہا۔ بیٹا! یہ نیا دین (توحید کی راہ) چھوڑ دو۔ ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دونگی۔ حتیٰ کہ بھوکی پیاسی مرجاؤنگی۔ اور لوگ تجھے تمام زلیست طعنہ دینگے۔" او ماں کے قاتل"!

سعد نے کہا اے ماں! تو کھانا پینا نہ چھوڑ۔ کیوں کہ میں کسی صورت بھی یہ دین (دین توحید) نہیں چھوڑوں گا۔ ماں نے نہ مانا۔ اور ایک دن بھوکی پیاسی پڑی رہی۔ اور اس کی حالت متغیر اور دگرگوں ہو گئی۔ لیکن اس نے بغیر کچھ کھائے اور پیئے ایک دن اور گزار دیا۔ اس کی حالت ـــــ زیادہ خراب ہو گئی۔ وہ اب بھی باز نہ آئی۔ اور اپنی ہٹ پر قائم رہتے ہوئے شبانہ روز پھر فاقہ سے دو چار رہی۔ تین دن اور تین رات کی بھوکی پیاسی اب بالکل قریب المرگ اور بے ہوش ہو گئی۔ لوگوں نے زبردستی منہ کھول کر کچھ کھانا اور پانی ڈالا۔ ذرا ہوش آیا۔ تو سعدؓ کو کوسنے لگی۔ حضرت سعدؓ ماں کی اس قدر بُری، اور قریب المرگ حالت دیکھ کر کہنے لگے:-

"اے ماں! تو خوب یاد رکھ! قسم خدا کی۔ اگر تیری سو جانیں ہوں (اور میری توحید چھڑانے کی خاطر) ایک ایک کر کے میرے سامنے سب نکل جائیں۔ پھر بھی بخدا میں اپنے اس دین (توحید) کو کسی صورت بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیرا جی چاہے کھا۔ یا نہ کھا! پھر اس نے کھانا شروع کر دیا۔ (طبرانی)

حضرت سعدؓ کی ماں بھی اللہ کی قائل تھی۔ پر شرکیہ عقیدہ کے ساتھ۔ وہ ہموم وغموم اور مصائب و آلام میں غیر اللہ کو پکارتی تھی۔ غیر اللہ کے نام کی

نذریں نیازیں دیتی تھی۔ لات و منات کی روحوں کو خوش کرنے کے لئے چڑھاوے چڑھاتی تھی۔ تاکہ وہ خوش ہو کر روٹھے خدا کو منائیں۔ اور نیاز دہندہ کی مرادیں بر آئیں۔ اسکے برعکس حضرت سعدؓ عقیدۂ توحید کے ساتھ اللہ کو مانتے تھے۔ وہ غیر اللہ کی ندا اور پکار کو خدا کے ساتھ شریک لانا سمجھتے تھے۔ اور کسی قیمت پر بھی کسی کو خدا کا مقام نہیں دیتے تھے۔ الوہیت اور صفات میں اس کو یکتا اور تنہا مانتے تھے۔ اسی عقیدہ توحید کی بنا پر انہوں نے اپنی ماں کی جان کو توحید خداوندی کی بھینٹ چڑھانا قبول کر لیا۔ توحید کو ماں کی خاطر چھوڑنا گوارا نہ کیا —— مسلمان بھائیو! یاد رکھو۔ کسی مولوی، پیر، فقیر اور مجاور کے کہنے پر توحید الٰہی کو مت چھوڑو۔ غیر اللہ کی ندا، پکار سے توبہ کرو۔ خدائے سمیع کے سننے کی طرح کسی کا سننا نہ مانو۔ کسی میں خدا کی کوئی صفت یقین کر کے اس کو خدا کا مقام نہ دو۔ یہ بت پرستی ہے۔

سب بتوں سے خطرناک بُت

بعض "علماء" اور "مشائخ" کہتے ہیں۔ کہ صرف پتھر کے بتوں کو پوجنا ہی بت پرستی ہوتی ہے۔ یاد رہے۔ کہ جس چیز میں خدا کی لازوال صفات میں سے کسی صفت کو مان لیا جائے۔ خدا کی عبادت کی طرح کا کام جسکے واسطے کر لیں۔ خدا کا حق عبادت جس کسی کو دیدیں۔ جس کو بھی خدا کے مقام پر بٹھا دیں۔ وہ چیز —— خواہ سورج ہو۔ چاند ہو، ستارہ ہو۔ پہاڑ ہو، دریا ہو۔ پیپل ہو۔ تلسی ہو۔ گائے ہو۔ مزار، مقبرہ، خانقاہ، تھان، بزرگ کا مقام، چلہ، شدہ، عَلَم، بانس، کاغذ، دُلدل، پیر، مرشد، فقیر،

لہ وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پ۱۱) "اور کہتے ہیں مشرک کہ ہمارے یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

مولوی، امام، مجتہد، حاکم، اور بادشاہ ہو — یہ سب ہی شرع کے حکم سے پجاریوں کے لئے خدا کے شریک اور بت بن جاتے ہیں۔ اور انہیں کسی صورت بھی خدا کا شریک ٹھہرانے والے خدا کے نزدیک مشرک اور بت پرست ہو جاتے ہیں۔ افسوس آج تک "علماء" اور "مشائخ" نے مسلمانوں کو شرک اور بت پرستی کے متعلق یہی بتایا۔ کہ پتھر، لوہا، تانبا، پیتل، چاندی، اور سونے کے بنے ہوئے بتوں کو سجدہ کرنا۔ انہیں ہار پہنانا، خوشبو لگانا، اور ان کے آگے دودھ، دہی، گھی، حلوہ، پوری، روپیہ، پیسہ، چاندی، سونا نذر کرنا، بھینٹ اور چڑھاوا چڑھانا شرک اور بت پرستی ہے۔ ان سے مرادیں مانگنا اور آسیں امیدیں لگانا اللہ کے ساتھ شریک لانا ہے۔ لیکن سب سے بڑے خطرناک بت کا پتا نہ دیا۔ جو انسان کا بت ہے۔ جو جیتے بھی پُجتا ہے۔ اور مرنے کے بعد صدیوں تک "معبود" بنا رہتا ہے۔ پتھر کا بت اتنا خطرناک نہیں ہے۔ جتنا انسان کا بت دوزخ بدوش ہے۔ کیا پتھر کا بت لوگوں کو آواز دے کر بلاتا ہے۔ اس کے پاس اقتدار ہے۔ زور اور طاقت ہے۔ جس کے بل بوتے پر لوگوں سے سجدے کراتا اور نذریں لیتا ہے۔ ہرگز نہیں! لیکن انسان کے "بت" کا یہ حال ہے۔ کہ لاکھوں انسانوں کو ایک وسیع میدان میں اکٹھا کر کے خود تختِ آبنوس پر چڑھ کر — اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی — کا "ناد بجاتا ہے"۔ تو لاکھوں انسان اس کے اقتدار سے سہم کر سجدے میں گر جاتے ہیں۔ اور فرعون کی خدائی پر ایمان لا کر سر اٹھاتے اور جان کی امان پاتے ہیں — کہئے — پتھر کا بت زیادہ جان لیوا ہے یا انسان کا جان لیوا اور ایمان لیوا؟

بت پرستی کی غرض و غایت

جنہوں نے خود اپنے بت بجانے

ہوں۔ وہ لوگوں کو صرف سورج، چاند، ستاروں، اور پتھروں کے بتوں کی پوجا سے ہی نفرت دلائیں گے۔ اور انسان کے "بت" کی پرستش میں خدارسی کا راز بتائیں گے۔ اس بت کو توڑنے، چھوڑنے، ٹھکرانے اور مٹانے کی طرف نہیں آئیں گے۔ اگر آپ کتاب وسنت کی روشنی میں حضرت آدمؑ کے زمانہ تک نظر دوڑائیں۔ تو ان تمام دوروں، عہدوں اور قرنوں میں آپ کو صرف انسان کا بت ہی نمایاں حیثیت میں خدا کے مقام پر نظر آئے گا۔ یہی بت ہی خدا کا عریاں شریک دکھائی دے گا۔ اور اسی بت نے ہی خدا کے مقابلہ پر انسانوں سے دھڑلے سے بندگی کرائی ہے۔

قوم نوح کے پانچ صالحین

حضرت نوحؑ کے دور میں جو پانچ بت — ود — سواع — یغوث — یعوق — نسر تھے وہ مرجع انام تھے۔ خدا کے قرب کا ذریعہ تھے۔ لوگ ان کو سجدے کرتے، ان کے نام کی نیازیں دیتے۔ اور حاجت روائیوں کے لئے ان کے آگے منتیں سماجتیں کرتے تھے۔ ان ہی پانچوں کو مٹانے کے لئے حضرت نوحؑ نے ساڑھے نوسو سال خون پسینہ ایک کیا — پتا ہے آپ کو — یہ پانچ کون تھے؟ اسی کتاب کے دیباچہ۔ پیش بازمیں آپ صحیح بخاری کے حوالہ سے پڑھ آئے ہیں۔ کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، اور نسر قوم نوح میں نیک اور صالح انسان گزرے تھے۔ جب وہ مر گئے۔ تو پچھلوں نے صرف یادگار کے طور پر ان کے بت بنا دیئے۔ جب یہ یادگار قائم کرنے والے چل بسے۔ تو آنے والی نسل نے ان بزرگوں کے بتوں کو پوجنا شروع کر دیا!

وہ لوگ صرف پتھروں کے آگے نہیں جھکتے تھے۔ محض پتھروں کے بتوں

کو نیاز و نذر کے ذریعے خوش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ یہ عقیدہ لے کر ان بتوں کے پاس آتے تھے۔ کہ جن بزرگوں کے نام کے یہ بت ہیں۔ جب ان کے نام کی نذر نیاز دی جائے گی۔ تو ان کی روحیں خوش ہوں گی۔ اور اپنی مورتیوں میں آموجود ہوں گی۔ اور پھر نیاز دہندوں کی التجاؤں، دعاؤں اور پکاروں کو سن کر خدا سے ان کی حاجت روائیاں اور مشکل کشائیاں کرا دیں گی۔ انصاف سے فرمائیں۔ کہ کیا انسان کا بت نہیں پوجا گیا؟ دراصل انسان کے آگے رکوع و سجود اور اس کا طواف نہیں ہوا؟ اس کے نام کی نذریں نہیں دی گئیں؟ اس کو خدا کا سفارشی نہیں بنایا گیا؟ اس کو سمیع و بصیر نہیں مانا گیا؟ اور جو کام خدا کے لئے مخصوص ہیں۔ انسان کے لئے نہیں کئے گئے ——؟

بُت پرستی اور قبر پرستی کی ہم رنگی

حضرت آدمؑ سے لے کر رحمت دو عالمؐ کے زمانہ تک جو بُت پوجا ہوتی رہی ہے۔ وہ اسی نظریہ، عقیدہ اور ایمان کی بنا پر ہوتی رہی ہے۔ کہ خدا کے پیاروں کی روحیں اپنے بتوں میں —— اپنے چڑھاوے لینے کے بعد آتی ہیں۔ اور پجاریوں، حاجت مندوں کی دعاؤں اور التجاؤں کو لے کر خدا کے پاس جا کر ان کی وارے نیارے کرا دیتی ہیں۔ اور ہر زمانہ میں جتنے بت بھی بنائے گئے ہیں —— بندگان خدا کے نام کے ہی تراشے گئے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ انسان ہی پوجا گیا ہے۔

لات بھی انسان تھا

خانہ کعبہ میں جو مشہور بت لات تھا۔ دراصل وہ لات ایک انسان[۱] ہی تھا۔ جو کعبۃ اللہ کی بہت دیکھ بھال کرتا تھا۔ بڑا فیاض اور مہمان نواز تھا۔ حج

---

[۱] ابن جریر

کے دنوں میں لوگوں کو ستو پلاتا اور ان کی ہر طرح خاطر مدارات کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا۔ تو بعد کے لوگوں نے اس کے نام کا بت بنا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیا۔ اور اپنے بزرگ لات کی بزرگی، صالحیت، خدارسی اور اس کے طلسم ورع کا شکار بن کر —— اس کے بت کے آگے وہی عقیدے اور آرزوئیں لے کر آنے لگے۔ جو ان کے پیش رو، قوم نوح وغیرہ کے لوگ اپنے اپنے بزرگوں کے بتوں کی درگاہوں میں لے کر سجدہ ریز ہوتے تھے۔ اس طرح اہل مکہ بھی "پتھروں" کو توجہ کا مرکز بنا کر درحقیقت اپنے بڑے بزرگوں، —— انسانوں ہی کی ڈنڈوت کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى - ہم تو ان (لات ومنات بزرگوں) کی پوجا پاٹ صرف اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ (اللہ کے پیارے) ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ —— اور کہتے ہیں کہ یہ (مقربان بارگاہ ایزدی) اللہ کے پاس صرف ہمارے سفارشی ہیں۔

خدا کے بزرگوں اور ولیوں میں سب سے بڑے بزرگ، اور ولی خدا کے پیغمبر اور رسول ہیں۔ ان کی قبروں پر یہودیوں اور عیسائیوں نے میلے لگانے شروع کر دیئے۔ سجدے، طواف، اعتکاف اور نذر نیاز کی عبادتوں کی طرح ڈال دی۔ اور جو کام مسجدوں میں خدا کے لئے کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے وہ کام قبروں پر کرنے کی ٹھان لی۔ قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ خدا کا سا معاملہ اہل قبور سے کرنے لگ گئے!

اسی طرح اولیاء اللہ، صالحین، بزرگان دین اور شہیدوں کے چل بسنے کے بعد لوگوں نے ان کی تربتوں پر حاضر ہو کر اپنے پہلوں کے سے کام کرنے

سورۃ پ ۲۳ زمر۔ سورۃ پ ۱۱ یونس۔

شروع کروئیے ہیں۔ اوران کے مزاروں پر وہی عقیدہ لے کرآنے لگے۔ جو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنے ولیوں اور بزرگوں کے نام کے بتوں کی نصب گاہوں پر لے کرآتے تھے۔

غور کریں۔ کہ وہاں پتھر کا بت تھا۔ یہاں قبر ہے۔ پیغمبر کی۔ یا ولی، یا شہید کی۔ نہ وہ لوگ پتھر سے کچھ سروکار رکھتے تھے۔ نہ یہ لوگ قبر کی مٹی، اینٹ پتھر کو مخاطب کرتے ہیں۔ وہ بھی عقیدے میں بزرگ اور ولی کو پکارتے تھے۔ یہ بھی صاحب قبر۔ پیغمبر، شہید۔ بزرگ اور ولی سے استمداد کرتے ہیں۔ وہ بھی بزرگ کی روح کو نیاز سے خوش کرتے تھے۔ یہ بھی نذر، نیاز سجدے، چڑھاوے، طواف اور غلاف سے بزرگ کو راضی کرتے ہیں، وہ بھی خدا کے "پیاروں" کو خدا کے پاس سفارشی بناتے تھے۔ یہ بھی اہل قبر سے التجا کرتے ہیں۔ "ہماری عرض آپ کے آگے اور آپکی خدا کے آگے"

دیکھ لیا آپ نے ـــ کہ ہر جگہ انسان ہی پوجا گیا۔ مختلف شکلوں، صورتوں، مورتوں، ہیئتوں اور جداگانہ رنگ ڈھنگ میں لوگوں نے سب سے بڑھ کر اسے ہی خدا کا شریک ٹھیرایا۔ اسی کا نام ہی باطل معبودوں میں سر فہرست لکھا۔ خدا کے تقابل میں اسے ہی سب سے آگے کیا۔ اور "اشرف الشرکاء" کے جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری کے "مرصع تاج" سے اسی کے سر کو "چار چاند لگائے"

اپنی زندگی میں بھی یہ سجدے، رکوع، قیام کراتا۔ ہاتھ پاؤں چومتا۔ اپنے نام کے بکرے، دنبے، نذریں منواتا۔ لیکھوں میں میکھیں مارتا۔ تصرف کی دوآتشہ کے نشہ میں بلائیں ٹالتا۔ بگڑیں بناتا ـــ اور مریدوں کی جان و مال کی رکھوالی کرتا ـــ کراتا ہے۔ اور جب مرنے کے بعد قبر کی آغوش میں چلا جاتا

ہے۔ تو لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اس کی اب اللہ سے ملاقات ہو گئی ہے۔ اب خدا سے جلد مرادیں دلوائے گا۔ اس کے لئے خدا سے لے کر دینا بہت سہل ہو گیا ہے۔ اور اب تو خدا کا مختار بن گیا ہے۔ مصیبت کے مارے، دکھوں، دردوں اور مشکلوں میں گھرے ہوئے لوگ ہجوم کر کے مزار پر آتے ہیں۔ اس کے گرد پھرتے، اسے چومتے چاٹتے، اور روتے چلاتے سجدہ کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی مصیبتیں، مشکلیں اور دکھ درد صاحبِ قبر کو سنا کر اس سے مدد چاہتے ہیں۔ کئی لوگ سینکڑوں میل دور بیٹھے اہلِ قبور کو پکارتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ ان کی پکار کو سنتے ہیں۔ اور صاحبِ تصرف ہونے کی صورت میں مشکل حل کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ (پ ۲۶ ع ۱)

(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو۔ کہ بھلا دیکھو تو سہی کہ جن کو (بھی) تم اللہ کے سوا (مصائب و حوائج میں) پکارتے ہو، (ذرا) مجھ کو تو دکھاؤ۔ کہ کیا پیدا کیا ہے۔ انہوں نے زمین سے، یا آسمانوں (کے بنانے اور نظام فلکی چلانے) میں ان کی شرکت (اور عمل دخل) ہے؟ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ (کہ غیر اللہ کو اللہ کی قدرت، مرضی، منشا، اور ارادے میں تصرف اور اختیار حاصل ہے۔ تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب

یا (کسی پیغمبر کی) علمی روایت میرے سامنے پیش کرو! - اور (یاد رکھو کہ) اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے - جو خدا کے سوا ایسے (فرضی معبودوں) کو پکارے - جو قیامت کے دن تک اس کو جواب نہ دے سکیں - اور (جواب دینا تو درکنار) وہ تو ان کی پکار سے (محض) بے خبر ہیں "

غیر اللہ کی پکار کا ابطال

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کریم کی زبانی سارے جہان کے شرکیہ عقیدے رکھنے والوں کو چیلنج دیا ہے - کہ جس کسی کو بھی تم ـــــ نباتات جمادات، حیوانات اور انسانوں ـــــ پیروں، فقیروں، درویشوں، بزرگوں شہیدوں اور پیغمبروں میں سے پکارتے ہو - بتاؤ - کہ اس نے زمین کو پیدا کیا ہے - یا جو کچھ زمین پر ہے - اس میں سے کسی چیز کو بنایا ہے ؟ یا آسمانوں کے بنانے اور سارے فلکی نظام کے چلانے میں کسی پیر، بزرگ شہید اور پیغمبر کو عمل دخل ہے ؟ خدا کے آسمانی اور زمینی نظام و اہتمام، اور ترتیب و انصرام میں کوئی مشیر، وزیر، متصرف اور مختار ؟ تمہارے قیاسی خیالی، وہمی اور ذہنی ـــ فرضی "سمیعوں" اور "مجیبوں" میں سے کسی کو خدا کی بادشاہت میں شرکت . . . ؟ فرش سے لیکر عرش تک اس کی مرضی کے پروگرام اور طریق کار میں کوئی دخیل . . . ؟ کوئی نہیں!

اور اگر کوئی ہے - تو اس کے ثبوت میں قرآن تو خاموش ہے - چلو قرآن سے پیشتر کی کوئی الہامی کتاب ہی پیش کرو - تورات، انجیل، زبور، یا کوئی آسمانی صحیفہ ہی دکھاؤ - جس میں خدا تعالےٰ کی خالقیت، رازقیت، قدرت، مرضی، اور ارادے میں کسی غیر اللہ کو شریک بتایا گیا ہو - اور اگر کوئی آسمانی

کتاب اس اشراک باللہ کی گواہی نہ دے۔ تو کسی پیغمبر کی علمی روایت اور سند ہی اس بارے میں نکال دکھاؤ۔ کیونکہ پیغمبر کی زبان بھی دین کے باب میں سند اور حجت ہو سکتی ہے۔ جب ان دونوں شرعی سندوں سے خدا کیساتھ کسی کی شرکت ثابت نہیں۔ کوئی بھی شرکت کی رُو سے معبود نہیں۔ تو پھر غیراللہ کو ــــ اللہ کی مانند دور و نزدیک سے یکساں سننے والا جان کر ــــ کیوں پکارتے اور معبود بناتے ہو؟ عالمِ دنیا سے عالم برزخ میں آواز دیتے ہو۔ دور دراز مقامات میں زندوں کو یا مرقدوں میں قیامت تک موت کی نیند سونے والوں کو بلاتے ہو! کیا وہ سمیع ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ سمیع صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ جو ازلی، ابدی، دائمی اور استمراری طور پر سننے والا ہے۔ پھر جو شخص غیراللہ کو پکارتا ہے۔ محولہ بالا آیت کی رو سے اس سے بڑا کوئی گمراہ نہیں۔ جن کو وہ پکارتا ہے۔ وہ تو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتے۔ اور جواب دیں بھی کیسے، وہ تو ان کی پکار سے قطعاً بے خبر اور لاعلم ہیں۔

قرآن کریم میں خدا کا یہ چیلنج علی حالہ قائم اور موجود ہے۔ کوئی شخص ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں یہ ثبوت نہیں لا سکا۔ کہ بزرگ وغیرہ دور و نزدیک سے سنتے ہیں۔ پھر جو لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رح کو ہزاروں میل دور سے بغداد میں پکارتے ہیں۔ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ ــــ کا ورد کرتے ہیں۔ وہ یہی جان کر ہی پکارتے ہیں۔ کہ وہ سنتے ہیں۔ خدا کہتا ہے۔ وَهُمْ عَنْ دُعَاۤئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ــــ اور وہ (جن کو بھی پکارتے ہیں) ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں" غور کریں۔ کہ خدا کہتا ہے۔ وہ بے خبر ہیں۔ نہیں سنتے! لیکن پکارنے والے کہتے ہیں۔ باخبر ہیں۔ سنتے ہیں۔ ایسا اعتقاد

رکھنے والوں کے متعلق قارئین کرام فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ان کا قرآن پر کیا ایمان ہُوا۔ انہوں نے خدا کو کیا مانا؟ خدا کے مقابلہ میں یہ ان کی ہٹ دھرمی اور سینہ زوری نہیں ہے؟ خدا کا فرمانا ___ حکم ہے، دلیل ہے۔ حجت اور برہان ہے۔ اور ان کا کہنا ___ خدا کے خلاف کہنا ہے۔ صرف اپنے منہ کی بات ہے۔ کوئی دلیل اور ثبوت نہیں۔ اور جو بات بلا سند اور ثبوت ہو۔ قابلِ التفات نہیں۔ اور پھر معتقدات کے باب میں!

مقتولین بدر کا سننا؟

صرف خدا تعالیٰ ہی ایسا ہے۔ جو اپنی مخلوقات میں تصرف کر سکتا ہے۔ اور کرتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ چاہے تو زندوں کی بات اپنی قدرت سے مردوں کو سنا دے۔ اور مردوں کو طاقت گویائی عطا کر کے ان کی آواز زندوں کو پہنچا دے۔ زندوں میں ہرگز یہ قدرت اور اختیار نہیں۔ کہ وہ اپنی آواز مردوں کو سنا دیں۔ اور نہ ہی مُردوں میں کوئی طاقت اور تصرف ہے۔ کہ بول سکیں۔ اور بولنا زندوں کو سنا دیں۔ یہ عقیدے اور ایمان کی بات ہے۔ خوب یاد رکھیں۔ اور کبھی نہ بھلائیں۔

جنگِ بدر میں جو کافر مارے گئے۔ مسلمانوں نے ان کو گھسیٹ کر بدؔ کے گڑھے میں پھینک دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تیسرے دن روانہ ہونے کے لئے سوار ہوئے۔ تو اس گڑھے پر تشریف لے گئے۔ اور ان کافروں کے نام لے لے کر پکار کر فرمایا۔ ہمارے رب نے جو رحمت کا وعدہ ہم کو دیا تھا۔ ہم نے وہ پا لیا۔ اور تم نے بھی وہ عذاب پا لیا جس کا وعدہ تم کو تمہارے رب نے دیا تھا۔ (بخاری)

اس روایت سے معلوم ہُوا۔ کہ رحمت دو عالم ؐ کی آواز مرے ہوئے

کافروں ---- ابوجہل وغیرہ نے سن لی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے پوچھا تھا۔ کہ کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں سنتے ہیں۔" یاد رہے۔ کہ یہ حضورؐ کا معجزہ تھا۔ جو آپ کی آواز خدا نے کافروں کو سنادی۔ یہ لوگ اسلام کے بدترین دشمن، قرآن کے مخالف، قیامت کے منکر، اور حضورؐ کی جان کے لاگو تھے۔ ٹھٹھے مذاق اور تمسخر سے عذاب مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حسرت اور ندامت بڑھانے کے لئے یہ بات انہیں سنوادی۔ کہ جس عذاب کا تم مضحکہ اڑاتے تھے۔ اور بار بار مانگتے تھے۔ دیکھ لو۔ اب تم اس عذاب میں گرفتار ہو۔ گویا خدا نے انہیں مبتلائے عذاب کر کے، حضورؐ کی زبان سے وعدہ دیئے گئے عذاب کو یاد دلا کر، سنا کر انہیں ذلیل و رسوا اور نادم و شرمندہ کیا۔ بس یہ ایک معجزہ تھا۔ جس کا وقتی طور پر ظہور ہوا۔ اور اس معجزے ---- کفار کو سنانے کا بین السطور ان کے عذاب کی آگ پر شعلۂ حسرت کا اضافہ تھا۔ اور امت کو سنانا مقصود تھا۔ کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ مرنے کے بعد جزا سزا، اور عذاب و راحت برحق ہے۔

حادث عقیدوں کے قلعے

اگر کوئی شخص اس روایت سے یہ استدلال کرے کہ بدر کے مُردوں نے جب حضورؐ کی آواز کو سن لیا۔ تو ثابت ہوا۔ کہ مردے سنتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ اس معجزے سے مردوں کے سننے پر دلیل پکڑنا بے سود ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ بدر کے گڑھے میں پڑے ہوئے مُردے دوسرے لوگوں کی آوازیں یا پکاریں بھی سنتے تھے؟ یا آج تک سن رہے ہیں؟ اور کیا پھر آپ کا ایمان ہے۔ کہ ابوجہل اور اس کی فطرت و قماش کے مرے ہوئے کافر اور مشرک زندوں کی آواز سنتے ہیں؟ یعنی کافروں و مشرکوں کی نعشوں

کے سننے کے آپ قائل ہیں؟ آج آپ کے سامنے اگر کوئی کافر مر جائے۔ اور آپ اس کی نعش پر کھڑے ہو کر اس کو بلائیں، پکاریں یا کچھ سنائیں تو کیا وہ سن لے گا؟ ہرگز نہیں؟ کبھی نہیں!!

یاد رکھیں۔ کہ مقتولینِ بدر کو خدا تعالےٰ نے خصوصیت سے حضرت انورؐ کی آواز سنوا دی تھی۔ ظہورِ معجزہ کے بعد پھر وہ کافر کسی کی آواز و پکار نہیں سن سکتے تھے۔ تو پھر یہ امر کس طرح مردوں کے سننے کی دلیل بن سکتا ہے؟ آؤ ہم آپ کو ایسے ہی چند واقعات ——— معجزات اور سنائیں۔ تاکہ آپ کو یقین آجائے۔ کہ خرقِ عادت امور جو پیغمبروں سے وقتی طور پر ظہور پاتے ہیں۔ امت کے لوگ ان کی اساس پر اپنی "خیالی عمارتیں کھڑی نہیں کر سکتے۔ "حادث عقیدوں" کے قلعے نہیں بنا سکتے!!

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ سنایا کرتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر تیار کیا گیا۔ اور آپ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے۔ تو وہ ستون اس قدر چلایا اور رویا کہ پھٹنے کے قریب ہو گیا۔ حضورؐ منبر سے اتر کر اس کے پاس گئے۔ اسے ہاتھ سے پکڑا۔ اور (تسلّی دینے کے لئے) سینے سے لگایا۔ لیکن وہ بچے کی مانند روتا تھا۔ کہ جوں جوں بچے کو چپ کرائیں۔ وہ روتا جاتا ہے۔ بالآخر وہ خاموش ہو گیا۔ (بخاری)

(نوٹ):۔ کیا آپ اس ستون کے رونے سے یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ لکڑی بھی سنتی بولتی ہے؟

ابو جہل اپنی مٹھی میں کچھ سنگریزے دبا کر حضورؐ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ اگر آسمان کی خبریں جانتے ہو ——— (وہ تو دور ہے) بتاؤ۔ میری مٹھی

میں کیا ہے؟ اتنے میں بطور معجزہ کے ان سنگریزوں نے کلمہ شہادت پڑھ سنایا۔ بوجہل نے سنگریزے زمین پر دے مارے۔ اور جادو کہہ کر چل دیا۔

(نوٹ) کیا اس معجزے کو دلیل بنا کر آپ یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ سب پتھر سنتے اور بولتے ہیں؟

حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں گئے۔ راستے میں ایک کشادہ میدان کے اندر اتر پڑے۔ حضرت انورؐ رفع حاجت کے لئے آگے تشریف لے گئے۔ آپ کو کوئی چیز (پتھر، ٹیلہ، دیوار کی قسم سے) نظر نہ آئی۔ کہ اس سے پردہ کر کے بیٹھیں۔ دور دو درخت نظر پڑے۔ آپ نے ان کو جا کر کہا۔ اللہ کے حکم سے میری تابعداری کرو (یعنی آپس میں قریب ہو کر مجھ پر پردہ کرو۔ کہ رفع حاجت کر لوں) وہ دونوں درخت (آپ کا ارشاد سن کر) قریب ہو گئے۔ (پردے کی بہت اچھی جگہ بن گئی) اور پھر حضورؐ نے رفع حاجت فرمائی۔ اور واپس تشریف لے آئے۔ اور وہ دونوں درخت پھر اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے (مسلم)

(نوٹ) یہ بھی حضورؐ کا معجزہ تھا۔ آپ نے درختوں کو تابعداری کے لئے کہا۔ خدا نے اپنی قدرت اور تصرف سے آپ کی آواز انہیں سنوا دی۔ اور عمل کروا دیا۔ کیا آپ اس معجزے کو دلیل بنا کر یہ اعتقاد قائم کر سکتے ہیں۔ کہ دنیا جہان کے سب درخت سنتے ہیں؟

انتباہ:۔ یاد رکھیں۔ کہ نہ لکڑی سنتی ہے۔ نہ پتھر سنتا ہے۔ نہ درخت سنتے ہیں۔ اور نہ مردے سنتے ہیں! وقتی طور پر معجزے کی صورت میں جس طرح خدا نے اپنی قدرت اور تصرف سے کھجور کے ستون، سنگریزوں، اور درختوں کو سننے بولنے کی طاقت دے دی۔ اسی طرح

معجزے کے طور پر فی الحال مقتولین بدر کو سنوا دیا۔

بدر کے مُردوں ــــ معجزۂ رسول ؐ کے استدلال سے عموم سماعِ موتیٰ کے قائل حضرات سے ہماری گزارش ہے۔ کہ وہ رحمت دو عالم ؐ کے دوسرے بہت سے معجزوں کو وجہ ثبوت بنا کر ان معجزوں کے سے کام کیوں نہیں کرتے؟ سنئے! حضور ؐ کے معجزات سے ہے کہ:۔

حدیبیہ کے دن لوگ (پانی ختم ہو جانے کی وجہ سے) پیاسے ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور ؐ! ہمارے پاس نہ پینے کے لئے پانی ہے نہ وضو کرنے کے لئے۔ آپ نے اپنا ہاتھ ایک مشکیزہ میں رکھ دیا۔ تو پانی چشموں کی مانند آپ کی انگلیوں کے درمیان سے جوش مارنے لگا۔ راوی حدیث حضرت جابر رضؓ سے کسی نے پوچھا۔ کہ آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے؟ انہوں نے کہا (بھائی سن) اگر ہم ایک لاکھ ہوتے۔ تو بھی وہ پانی کافی تھا۔ پر ہم چودہ سو تھے۔ (بخاری مسلم)

حضرت جابر رضؓ کے باپ احد میں شہید ہو گئے۔ اور بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ حضرت جابر رضؓ نے اپنے باغ کی تمام کھجوریں جمع کر کے قرض خواہوں، (یہودیوں) کے آگے پیش کر دیں۔ انہوں نے اپنے قرض سے تھوڑی سمجھ کر لینے سے انکار کر دیا۔ اور جابر رضؓ کو تنگ کیا۔ کہ سارا قرضہ ابھی چکاؤ۔ جابر رضؓ نے رسول خدا ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ تاکہ یہودی آپ کو دیکھ کر شاید میرے ساتھ رعایت کریں۔ حضرت انور ؐ اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ یہودیوں قرض خواہوں نے جب حضور ؐ کو دیکھا۔ تو اور بے باک ہو گئے (گویا وہ جابر رضؓ کو ایک کھجور تک معاف نہ کریں گے)

حضورؐ نے یہ منظر دیکھ کر جابرؓ کو کہا۔ کہ اپنی کھجوروں کے کٹی ڈھیر لگا دو۔ جب کھجوروں کے متعدد ڈھیر لگا دیئے گئے۔ تو حضورؐ ایک ڈھیر کے اوپر بیٹھ گئے۔ اور قرضخواہوں کو کہا۔ کہ آؤ! اس ڈھیر سے اپنا قرضہ لیتے جاؤ۔ آپ ان کو دیتے گئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ قرض خواہ اپنا تمام قرض لے گئے اور جس ڈھیر پر حضورؐ بیٹھے تھے۔ اس سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی اور باقی ڈھیر بھی صحیح سلامت رہے (بخاری)

حضورؐ ایک سفر میں تھے۔ راستے میں ایک گنوار ملا۔ حضرت انورؐ نے اس کو کہا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے۔ کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے اور محمدؐ اسکا بندہ اور رسول ہے؟ اس نے کہا۔ اور کون ہے (غیر جنس انسان سے) جو یہ گواہی دے؟ حضورؐ نے ایک درخت کو بلایا۔ وہ زمین پھاڑتا ہوا آیا۔ اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے تین بار توحید و رسالت کی گواہی دی۔ اور پھر چلا گیا۔ (دارمی)

حضورؐ نواح مکہ میں نکلے۔ آپ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرے اس نے آپ کو السلام علیک کہا۔ (ترمذی)

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزے ہیں۔ ہم ان کو کہاں تک بیان کریں۔ ان چند معجزات کے ایراد سے ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح حضورؐ کے یہ معجزے ہیں۔ ویسے ہی بدر کے مقتولوں کو سنانے کا معجزہ ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ رسولِ خداؐ کی آواز بدر کے مردوں نے سن لی تھی۔ اس لئے ہماری آواز بھی مردے سن لیتے ہیں۔ تو جس طرح رحمت دو عالمؐ کے اور بہت سے معجزے ہیں۔ ان معجزوں والے کام بھی آپ لوگ کیوں نہیں کر دکھاتے؟ کیوں صرف ایک ہی معجزے کو لے کر عمومِ سماع کی دلیل بنا کر

قبروں پر میلے اور عرس لگا لئے ہیں - اور لوگوں کو کہہ دیا ہے - کہ اہل قبور کو اپنے دکھڑے سناؤ - اور ان سے استمداد کرو!

اگر مقتولین بدر کے معجزے پر "عمل" ہے - تو پھر اپنی انگلیوں سے پانی بھی جاری کرو! دس بیس روپے کی رقم سے ہزاروں روپے کے مقروضوں کے قرضے بھی چکاؤ! لکڑیوں، ستونوں، سنگریزوں، درختوں کو آواز دے کر بلاؤ - ان سے کلمہ شہادت سنواؤ! انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کرو - پتھروں اور درختوں سے خود کو سلام کراؤ - جب ان معجزات پر آپ عمل درآمد کرنے کو تیار نہیں - اور نہ ہی آپ کو قدرت ہے - تو بدر کی نعشوں کے معجزے کے آپ کیوں کر عامل بن بیٹھے ہیں؟ اور اسماع موتے کی آپ کو کہاں سے قدرت حاصل ہو گئی ہے؟

مسلمان بھائیو - یاد رکھو! کہ وہ علماء، مشائخ، گدی نشین اور سجادہ نشین لوگوں کو گمراہ کرتے اور توحید کی راہ سے ہٹاتے ہیں - جو جنگِ بدر میں مرے ہوئے مشرکوں کے سننے ـــــ معجزۂ رسول ؐ کو دلیل بنا کر مسلمانوں کو کہتے ہیں - کہ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین قبروں میں سنتے ہیں - اور پھر قبروں پر میلے لگاتے، عرس رچاتے اور عوام کو صاحبِ قبر ـــــ ولی بزرگ سے دکھ درد سنانے کا حکم دیتے ہیں - اور پھر ان کے حکم کی تعمیل میں لوگ قبر کو چومتے چاٹتے، اگرد پھرتے، سجدے کرتے، نذر نیاز چڑھاتے اور اہل قبر سے فریاد کرتے ہیں - ایسے علماء اور مشائخ، گدی نشین اور مجاور صرف دنیا کا مال اکٹھا کرنے کی غرض سے فکرِ فردا سے بے خوف ہو کر رحمت دو عالم ؐ کے معجزے کی سمگلنگ کرتے ہیں - اسلاف کے مدفن بیچ بیچ کر کھاتے اور قبروں کی تجارت کرتے ہیں - علامہ اقبال ٹھیک فرما گئے ہیں ؎

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو | نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جسمیں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو | بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے!
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے؟

حدیث قرع نعال

مشکوٰۃ میں حضرت انسؓ کی روایت سے حدیث ہے۔ کہ جب رکھا جاتا ہے۔ بندہ اپنی قبر میں۔ اور (دفن کرکے) لوٹتے ہیں ساتھی اس کے۔ اِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ تو وہ سنتا ہے۔ ان کی جوتیوں کی آواز۔" آگے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ۔ آتے ہیں (سوال کرنے کے لئے) اس کے پاس دو فرشتے۔ پھر (خدا کے حکم سے) بٹھاتے ہیں اس کو۔" آگے حدیث میں نکرین کے سوال اور مردہ کے جواب کا ذکر ہے۔

یاد رہے۔ کہ اس سے مردوں کا ایک خاص وقت میں سننا ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب نکرین آکر اس کو بٹھاتے ہیں۔ اور سوال کرتے ہیں۔ صرف اس خاص وقت ـــ سوالوں کے جواب دینے کے لئے اس کو زندہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حصن حصین میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ دفن کرنے کے بعد اس کیلئے خدا سے تثبیت مانگو۔ سوالوں کے جواب میں ثابت قدمی کی دعا کرو۔ اَلْاٰنَ يُسْئَلُ۔ کیونکہ اب اس وقت وہ سوال کیا جاتا ہے۔" پس اَلْاٰنَ ثابت کرتا ہے۔ کہ مردہ صرف سوال کئے جانے کے وقت ہی لوگوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے۔ نکرین کے سوالوں کے بعد اس کی وہ حالت باقی نہیں رہتی۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔ کہ عمومِ سماعِ مردوں کے لئے برقرار و بحال ـــ قائم اور ثابت نہیں ہے۔

پھر سوائے اس ایک حدیث کے کوئی صحیح حدیث مردوں کے سننے کے بارے میں موجود نہیں ہے۔ اور ضعاف و منکرات تو در خورِ التفات ہی نہیں! اور پھر قرآن مجید کی متعدد آیات صاف طور پر مردوں کے نہ سننے پر دلالت کرتی ہیں۔ جن کے مقابلہ میں کوئی صحیح حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ اب آپ وہ قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں۔ جو روز روشن کی طرح موتی کے عدم سماع کا یقینی ثبوت ہیں!

اہل قبور کا عدم سماع

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (پ ۲۶ ع ۱)

اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے۔ جو خدا کے سوا ایسے (معبودوں) کو پکارے، جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں اور (جواب دینا تو درکنار) وہ تو ان کے پکارنے سے ہی (محض) بے خبر ہیں"۔

شعلہ فشاں ریگ زار

اس آیت میں زندوں کی پکار سے آواز سے مردوں کو بے خبر اور غافل بتایا ہے۔ اگرچہ پکارنے والے قیامت تک پکارتے رہیں۔ باپ اپنی زندگی میں پکارتا رہے۔ پھر اس کا بیٹا تا زیست بلاتا رہے۔ اسی طرح نسلاً بعد نسلاً قیامت تک بلانا، پکارنا جاری رہے۔ مردے کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔ کہ بے خبر اور غافل ہیں۔ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ آیت صرف بتوں کے متعلق ہے۔ واضح رہے۔ کہ اس آیت کو صرف بتوں سے متعلق مخصوص کرنا لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ ایمان داری کی بات یہ ہے کہ آیت کی شانِ نزول عام ہے۔ جس میں بت بھی شامل ہیں۔ اور اللہ

کو پیارے ہو گئے ہوئے اولیاراللہ اور بزرگ بھی داخل ہیں۔ اور مشرک لوگ جو بتوں کو پکارتے تھے۔ تو وہ پتھر کی جنس کو نہیں پکارتے تھے۔ بلکہ پکارنے کے وقت ان کے عقیدے اور خیال میں دراصل وہ فوت شدہ نیک انسان اور بزرگ ہی ہوتا تھا۔ جس کے نام کا وہ بت بنایا ہوتا تھا۔ معلوم ہُوا۔ کہ بتوں کو پکارنے سے درحقیقت بزرگوں کو پکارنا مراد ہے۔ مردوں کو بلانا مقصود ہے۔ اور آیت میں ہر صورت، ہر خیال اور ہر نظریہ سے مردوں کو پکارنے کی ممانعت اور ان کی سننے کی نفی آئی ہے۔ ایک شخص اشراک باللہ کے شعلہ فشاں ریگ زار میں یوں قدم رکھتا ہے۔ "یا بہاول حق المدد"! یہ ظاہر ہے۔ کہ پکارنے والا حضرت بہاول حق" کی قبر کی اینٹوں کو نہیں پکارتا۔ بلکہ اس کے عقیدے میں صاحب قبر مخاطب ہے۔ ایسے ہی مشرکین مکہ پتھر کو نہیں پکارتے تھے۔ بلکہ اپنے بزرگ" لات" سے استمداد کرتے تھے۔ جس کے نام کا پتھر کا بُت تھا۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ ج وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ط وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ط وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (پ ۲۲ ع ۱۴)

تم ان کو (کتنا ہی) پکارو۔ وہ تمہارے پکارنے کو نہیں سنیں گے اور (بالفرض) سنیں بھی، تو تمہاری فریادرسی نہ کرسکیں گے، اور (تم جو ان کو پکار کر خدا کا شریک بنا رہے ہو) قیامت کے دن (وہ) تمہارے شرک سے انکار کردیں گے۔ اور حق تعالٰے خبردار کی مانند کوئی تم کو (شرک کی بے حقیقتی کی) خبر نہیں بتائے گا"

اس آیت میں خدا نے صاف فرما دیا ہے۔ کہ اگر تم ان کو پکارو گے۔ تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے۔ معلوم ہوا۔ کہ اموات نہیں سنتے۔ پھر اموات کے عدم سماع کی خبر خدا نے دی ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے کہا ہے۔ کہ اللہ خبیر کی مانند کوئی تم کو آگاہ نہیں کرے گا۔ یعنی اللہ سے بڑھ کر کوئی صحیح، درست، مضبوط اور یقینی بات بتانے والا نہیں ہے۔ تو جو اس نے بتا دیا ہے۔ کہ جن کو تم پکارتے ہو ــــ بت ہوں یا مردے ــــ وہ ہرگز سنتے نہیں ہیں، یہ خدائے خبیر کی بتائی ہوئی بات اور خبر اتنی صحیح، درست، یقینی اور معتبر ہے۔ کہ اس کے سوا کسی کی خبر اتنی یقینی، اور معتبر نہیں ہو سکتی۔ پھر خدا کی اس بات کو مان کر نہ مشرک لات و عزیٰ کو پکاریں۔ اور نہ کلمہ گو مصائب و حوائج میں نبیوں، ولیوں، صدیقوں، شہیدوں اور بزرگوں کو آواز دیں۔

مُردوں کو نہیں سنا سکتا

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ (پ۲۰ ع۲)

(اے پیغمبرؐ) تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ اور نہ بہروں کو (اپنی) آواز سنا سکتا ہے۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں۔

ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی آواز، پکار مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اس سے بڑھ کر موتیٰ کے عدم سماع کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اور خدا سے بڑھ کر کس کی بات معتبر اور سچی ہو سکتی ہے؟ جب رحمت دو عالمؐ کے اوصاف میں اہل قبور کو سنانا نہیں ہے۔ تو امت میں اور کون یہ وصف رکھ سکتا ہے؟ پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ پیر ہوں یا فقیر۔

گدی نشین ہوں یا مجاور — کہ وہ بزرگوں کو قبروں میں اپنی باتیں سنا سکتے ہیں۔ اس آیت کے حکم سے وہ غلط کہتے ہیں۔ اور ان کا دعوٰے سراسر باطل ہے۔ وہ لوگوں میں جھوٹا وقار اور نمائشی بزرگی قائم رکھنے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔

آگے خدا نے فرمایا۔ کہ نہ تو بہروں کو سنا سکتا ہے! بہروں سے مراد مردہ دل کافر ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح قبر کے مردوں کو سنانا تیری قدرت میں نہیں ہے۔ اسی طرح کافروں کے مردہ دلوں کو حق سنا کر مومن بنانا تیری طاقت سے باہر ہے۔ ہاں یہ خدا کی شان اور اس کی قدرت ہے۔ کہ تیری آواز مردوں کو سنوا دے۔ اور کافروں کے مردہ دلوں میں تیری حق کی آواز موثر بنا کر انہیں ایمان و توحید کی دولت سے مالا مال کر دے۔

ابوطالب کے دل کا مردہ رحمت دو عالمؐ کی "مسیحائی" سے زندہ نہ ہوا۔ کیوں کہ مشیت نے "مسیحائی" کی ہمنوائی نہ کی — اور حضرت حمزہؓ کے سفاک قاتل[1] کے دل کا "گلا سڑا مردہ" حضورؐ کی ایک جنبشِ لب سے کلمہ پڑھ کر "اُٹھ بیٹھا"! کہ تصرف[2] ایزدی نے جنبشِ لب کو یقیناً سہارا دے دیا۔ الحاصل آیت مذکور کے حکم سے نہ حضورؐ دل کے مردے کو سنا سکتے ہیں اور نہ قبر کے مردے کو۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۔ (پ ۲۲ ع ۱۵)

اور نہیں ہیں برابر زندے اور مردے۔ اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا

[1] حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا رضی اللہ عنہ۔ [2] حضورؐ کی آواز جو کفار مقتولین بدر نے سن لی۔ تو یہ خدا کی قدرت اور تصرف کے ماتحت سنی تھی۔ اس سے موتیٰ کا عموم سماع ثابت نہیں ہو سکتا۔ (صادق)

ہے۔ اور (اے پیغمبرؐ!) جو لوگ قبروں میں (مدفون) ہیں۔ تم ان کو (اپنی باتیں) نہیں سنا سکتے۔

اس آیت میں تو خدا نے مردوں کے نہ سننے کا ایسا دو ٹوک فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اہل قبور کے سننے کی بالوضاحت نفی کر دی ہے "اے پیغمبرؐ! تو قبروں میں مدفون لوگوں —— مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کہہ رہا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل قبور کو نہیں سنا سکتے۔ پھر آپ انصاف سے کہئے۔ کہ جو پیر، صوفی اور درویش اہل قبور سے باتیں کرنے کا دعوٰے کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی ان سے باتیں کرا دینے کی کرامت جتاتے ہیں۔ وہ کون ہیں؟

قرآن مجید کی ان آیات سے روز روشن کی مانند واضح ہو گیا۔ کہ مردے قبروں والے نہیں سنتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کا مذہب بھی عدم سماع کا ہی ہے۔ اور کتب فقہ، عینی، شرح ہدایہ، فتح القدیر، شرح کنز، کفایہ وغیرہ میں بھی مُردوں کے عدم سماع کے مسئلہ کو بڑی وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے۔

خدا کے تصرف میں شرک

مسند ارشاد کے "وارث" تصرف اولیاء اللہ کے نام سے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ کہ خدا نے اپنے پیاروں، بزرگوں اور ولیوں کو حسب حیثیت قدرت اور اختیار دے رکھا ہے۔ اور وہ اس قدرت اور اختیار سے مخلوق میں تصرف کرتے ہیں۔ ایک حد تک ان اختیارات کو اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہیں۔ کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں —— کسی پر رحم کی نظر کر دیں۔ تو اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ وہ عزت و حشمت اور عیش و آرام کی معراج پا لیتا ہے۔ اور اگر کسی کو قہر کی نظر سے دیکھ لیں۔ تو تخت عزت سے ذلت کے گڑھے میں جا گرتا ہے، دکھ، درد

رنج، غم، فقر، فاقہ، مرض، کرب، الم اور قحط و وبا —— کی حالتوں میں تصرف کرتے اور انہیں بدل دیتے ہیں —— درود تاج میں حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم کہا گیا ہے۔ کہ حضورؐ بلاء، وباء، قحط، مرض اور دکھ درد، دور کرنے والے ہیں۔

یاد رہے۔ کہ تصرف اولیاء اللہ کو اسلام کے اندر کوئی درجہ اور مقام حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ کوئی مسئلہ ہے۔ بلکہ ایجاد بندہ ہے "اولیائی" کا کاروبار چلانے اور عوام کو مصائب و حوائج میں اپنے در پر جھکانے کے لئے یار لوگوں کی گھڑنت ہے۔ سن رکھیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے کاروبار مملکت اور نظام شہنشاھی میں کسی نبی، ولی، بزرگ اور شہید کو کچھ بھی تصرف اور اختیار نہیں دے رکھا ہے نہ ملکوں، صوبوں، ضلعوں، شہروں، قصبوں اور دیہات کو تھامنے، سنبھالنے —— اور لرزنے، ڈولنے، ڈوبنے سے بچانے کے لئے اپنے نائب اور ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○ (پ۱۸ ع ۵)

(اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے) کہو۔ کہ اگر تم (بڑے) سمجھ دار ہو۔ تو (بھلا اتنی بات تو بتاؤ کہ) کون (ایسا قادر مطلق) ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اور وہ جس کو چاہتا ہے۔ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ فوراً (یہی) جواب دیں گے۔ کہ (یہ سب تصرف اور اختیار تو) اللہ ہی کے لئے ہے تم کہو۔ کہ پھر (شرک فی التصرف کرکے) کہاں سے دیوانے ہوتے ہو؟

ملاحظہ:- اس آیت میں خدا نے فرمایا ہے۔ کہ اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے پوچھ۔ کافروں مشرکوں سے دریافت کر کہ وہ کون ایسا قادر مطلق، اختیار اور تصرف والا ہے۔ کہ جس کے حکم اختیار قابو اور قدرت میں ہر چیز ہے؟ جو چاہے اور جیسے چاہے کرے۔ کوئی اس کو روکنے ٹوکنے اور صلاح مشورہ دینے والا نہیں۔ وہ پناہ دیتا اور حمایت کرتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کا نہ حمایتی ہو سکتا ہے۔ اور نہ پناہ دینے والا۔ اس کے جواب میں مشرکین مکہ کہتے ہیں۔ کہ ان صفات اور اس شان کا مالک اللہ تعالےٰ ہے۔ پھر خدا نے فرمایا۔ کہ جب تم تسلیم کرتے ہو۔ کہ آسمانوں اور زمین میں اختیار، تصرف، اور اقتدار صرف اللہ کا ہی ہے۔ تو یاد رکھو۔ کہ پھر اللہ کے سوا دوسروں سے مرادیں مانگنا، مصائب وحوائج میں انہیں پکارنا۔ حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا۔ اللہ کی صفات ان میں ماننا، متصرف ومختار جاننا ــــ محض بے عقلی، دیوانگی اور خبط ہے۔

متذکرۃ الصدر آیت بتاتی ہے۔ کہ مکہ کے کافر اور مشرک بھی اللہ کو ماننے اور اس کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے۔ لیکن اپنے بزرگوں کے بتوں کو یعنی بزرگوں کو اللہ کی جناب میں اپنا سفارشی، اور وکیل بناتے تھے۔ اور اعتقاد رکھتے تھے، کہ ان کی سفارش اور وکالت سے قحط، بلا، وبا، مصیبت، نکال وو بال وغیرہ ٹل سکتے ہیں۔ حاجت روائیاں اور مشکل کشائیاں ہو سکتی ہیں۔ ان کا ایمان تھا کہ خدا نے اپنے پیاروں، ولیوں کو، جن کے نام کے انہوں نے بت بنا رکھے تھے۔ لوگوں کی حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کا تصرف اور اختیار دے رکھا ہے۔ اس لئے وہ براہ راست اللہ کو نہیں پکارتے تھے، سیدھے خدا سے دعا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تماثیل واصنام کے گرد پھرتے، انہیں چومتے چاٹتے اور

نذروں نیازوں، چڑھاووں اور سجدوں سے خوش کرتے تھے۔ یاد رہے کہ مسلمانوں میں سے بھی جو کوئی کسی مخلوق کو جہان میں مختار اور متصرف مانے گا۔ خدا کی جناب میں وکیل تصور کرے گا۔ ترقی، تنزل، دکھ، سکھ، نفع، نقصان، رنج، راحت کی نقدی کا "صراف" جانے گا۔ تو وہ بے شک شرک کی راہ اختیار کرے گا۔

نفع و نقصان کا اختیار

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ہ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ہ (پ ۲۹ ع ۱۲)

(اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہو۔ کہ تمہارا نقصان یا نفع (کچھ بھی) میرے اختیار میں نہیں ہے۔ (اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہو کہ خدا (کے غضب) سے کوئی بھی مجھ کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سوا کہیں مجھ کو ٹھکانا مل سکتا ہے:

ملاحظہ:۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا نے اپنے سچے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ کہ آپ لوگوں کو سنا دیں کہ تمہارا نفع اور نقصان، سود اور زیاں کچھ بھی میرے اختیار اور بس میں نہیں ہے۔ بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھ پر وحی آتی ہے۔ قرآن اترتا ہے۔ اور میں تمہیں خدا کے احکام جوں کے توں پہنچا دیتا ہوں۔ پر میرے رسول اللہ ہونے اور بارگاہِ الٰہی کا قرب رکھنے کے سبب تم میری ذات سے غلط توقعات اور موہوم امیدیں وابستہ نہ کر لینا۔ کہ میں خدا کی جناب میں تمہارا وکیل، مختار، اور متصرف بھی ہوں، تمہارے نفع و نقصان،

رنج و راحت، کامیابی و ناکامی، فتح و شکست، مرض و شفا، تنگی و فراخی کا مختار کار ہوں۔ تم جو چاہو کرو۔ خدا کی بغاوت، سرکشی، نافرمانی، کفر، شرک اور فسق و فجور کی راہ پر چلو۔ میں تمہیں خدا کے عذابوں، نکالوں، وبالوں سیلابوں، طوفانوں، زلزلوں، وباؤں، بلاؤں اور آفتوں سے بچاؤں گا یاد رکھو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ بلکہ میں خود خدائے قہار سے ہر وقت لرزہ براندام رہتا ہوں۔ کہ اللہ کی گرفت سے مجھے کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی جناب کے سوا میرے لئے کہیں پناہ گاہ ہے ——

إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (پ۱۱ ع ۷)

اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں۔ تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ؎

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ پیروں، فقیروں، بزرگوں، اور شہیدوں کو خدا کے کاموں میں مختار اور متصرف جانتے ہیں مصائب و حوائج میں انہیں پکارتے اور دست گیر سمجھتے ہیں —— ان کی ولایت اور حمایت پر تکیہ کرتے ہیں۔ وہ یقیناً قرآن کی بتائی ہوئی راہ توحید سے بہت دور ہیں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

؎ رحمت دو عالمؐ نے فرمایا۔ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنِّىْ لَا أُغْنِىْ عَنْكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (طبقات ابن سعد) فاطمہ میری بیٹی! صفیہ میری پھوپھی! خدا کے ہاں کام آنے والے عمل کر لو۔ خدا کے ہاں میں تمہیں کچھ کام نہ آؤں گا۔"

اہل شرک پر نزع کا وقت

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۱۴ ع ۱۶)

اور خدا کے سوا (نذر نیاز دعا و پکار اور سجدوں وغیرہ سے) ان (معبودوں) کی پرستش کرتے ہیں۔ جو آسمانوں و زمین سے ان کو رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اور نہ (ایسے اختیار پر) دسترس پا سکتے ہیں۔ پھر (دنیا کے بادشاہوں کے قیاس پر) خدا کے لئے مثالیں نہ گھڑو۔ (ٹھیک مثال دینا) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

ملاحظہ:۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ غیر اللہ میں بتوں کی صورت کے تمام عباد و رجال بھی آ گئے۔ اور کل انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین، پیر، فقیر، درویش اور بزرگ بھی گنے گئے۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ لوگ ان سب کو پوجتے ہیں' اس طرح کہ حاجتوں، مشکلوں، مصیبتوں، بیماریوں، بے روزگاریوں، تنگیوں، ترشیوں میں انہیں پکارتے ہیں۔ اور ان کے مزاروں پر جا کر نذر نیاز سے انہیں خوش کرتے ہیں۔ ان کے آگے سجدے کرتے ہیں۔ اور ان سے دستگیری اور مشکل کشائی چاہتے ہیں۔ خدا نے ایسے سب پجاریوں کو متنبہ کیا ہے۔ کہ یہ لوگ تمہاری مشکل کشائی کیا کریں گے۔ یہ تو تمہیں روزی رزق پہنچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ نہ آسمان سے بارش اتار سکتے ہیں اور نہ زمین

سے غلہ اُگا سکتے ہیں۔ اور انہیں تصرف کی کوئی قدرت حاصل نہیں ہے۔ پھر تمہاری آسیں، امیدیں اور توقعات کو کس طرح پورا کر سکتے ہیں۔ باز آجاؤ ایسے شرکیہ عقیدوں سے — کہ اولیاء اللہ کو تصرف حاصل ہے! اس آیت کے نزول نے اہل شرک پر نزع کا وقت طاری کر دیا ہے۔

مثالیں بیان نہ کرو

پھر لوگ شرکیہ مثالیں بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس طرح مکان کے اوپر جانے کے لئے سیڑھی کی ضرورت ہے۔ بادشاہوں، وزیروں، مشیروں، نوابوں، وا اعلیٰ حکام کو ملنے کیلئے پہلے چپڑاسیوں، خانساموں، منشیوں اور اہلمدوں کو ملنا، اور خوش کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح خدا کو ملنے کیلئے پہلے حیلے وسیلے اور ذریعے اختیار کرنے لازم ہیں۔ اور وہ ذریعے، وسیلے خدا رسی کے لئے پیر، فقیر، شہید، بزرگ، اور ولی ہیں۔ ان کے توسل اور توسط کے بغیر خدا کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان کے "دروازوں" کو کھٹکھٹائے بغیر خدا کا درِ قبول وا نہیں ہوتا — آیۂ مذکور میں خدا نے فرمایا۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ — (خبردار! دنیا کے بادشاہوں، وزیروں، نوابوں کے قیاس پر) خدا کے ملنے کے، لئے ایسی مثالیں بیان نہ کرو"[1]

رگ جان سے قریب

بیشک ایسی بودی اور لایعنی مثالیں بیان کرنا درحقیقت بڑی جہالت اور بے عقلی پر مبنی ہے غور کریں۔ کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لئے تو سیڑھی کی ضرورت سہی لیکن وہ خدا کہ جو سمیع و بصیر جو — نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ — کی قرآنی آیت سے — رگِ جان (شاہ رگ) سے بھی بہت نزدیک ہے۔

---

[1] پ ۲۶ - ع ۱۶ -

اپنے بندے کی دعا و پکار سننے اور جواب دینے کے لئے کیونکر "سیڑھی" کا محتاج ہو گیا؟؟ خود فرماتا ہے۔ اُدْعُونِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ (براہ راست) "پکارو مجھ کو، قبول کروں گا تمہارے لئے"۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○ (پ۲ ع ۷)

اور (اے پیغمبرؐ) جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں۔ تو (میری طرف سے ان کو کہہ دو کہ) میں (ان کے) پاس ہوں جب کبھی کوئی مجھ سے دعا کرے۔ تو میں (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو (سنتا ہوں اور اس کے حق میں بہتر ہو۔ تو) قبول کرتا ہوں۔ پھر ان کو چاہیئے۔ کہ میرا حکم مانیں۔ اور (عقیدہ توحید کے ساتھ) مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھے رستے لگ جائیں۔

خدا کا پیغام بندوں کے نام

مُلاحظہ:۔ اس آیت میں خدا نے کس محبت، الفت اور پیار سے اپنے بندوں کو بالراست اپنی طرف بلایا ہے ــــ بغیر کسی وسیلے، واسطے اور "سیڑھی" کے اپنی جناب میں دعا کرنے کو کہا ہے ۔ اپنے پیارے مسجود۔ اور وحدہٗ لاشریک معبود کا محبت بھرا پیغام سنا ہے؟ حضورؐ کو فرمایا۔ کہ جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں۔ (کہ خدا دور ہے یا نزدیک، اسے اونچی پکاریں یا آہستہ، براہ راست پکاریں یا وسیلوں سے) تو ان کو میرا پیغام دے دو۔ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔ کہ میں اپنے ہر بندے کے

لہ (پ ۲۴-ع ۱۱)

قریب ہوں۔ اس کے پاس ہوں۔ ہر وقت نزدیک، موجود اور حاضر ناظر ہوں' جب بھی میرے بندے مجھے پکاریں۔ بلائیں۔ میرے آگے دعا کریں۔ تو میں بغیر کسی ذریعے، وسیلے اور واسطے کے —— براہ راست اُن کی دعاؤں اور پکاروں کو سنتا اور قبول کرتا ہوں۔ میرے دربار میں نہ کوئی "سیڑھی" ہے اور نہ کوئی "چپڑاسی"۔ "منشی" یہ "متصدی" اور "اہل کار" ہے۔ جو "سائلوں" "مدعیوں" اور مستغیثوں" کی "راہ" روک کر بیٹھے ہوں۔ مسلمان بھائیو! غور کرو۔ کہ خدا تو کہتا ہے۔ کہ میں پکارنے والے کی ہر پکار کو قریب، نزدیک اور پاس ہونے کی صورت میں خود آپ سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لیکن "برہمنیت" اور "پاپائیت" کہتی ہے۔ کہ جب تک "برہمن" اور "پوپ" کا دامن توسل نہ پکڑو گے' نہ خدا تمہاری سنے گا۔ اور نہ جواب دے گا۔ جب تک پیر خوش نہ ہوگا۔ خدا راضی نہ ہوگا۔ مرشد مہربان نہ ہوگا۔ خدا رحم نہ کرے گا۔ ولیوں، بزرگوں' اور شہیدوں کی منظوری ہی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کا راز مضمر ہے —— یاد رکھیں۔ کہ یہ عقیدہ فاسدہ سراسر قرآنی تعلیم کے منافی ہے۔ درحقیقت خدائے سمیع و مجیب اور اس کی مخلوق کی دعا و پکار کے درمیان کوئی "در و دیوار" —— "اوٹ" و "آڑ" اور "پردہ" نہیں ہے۔ پھر سے

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو (اقبالؒ)

"دفتری کارروائی" کا طلسم

خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ سمجھتے تھے۔ کہ جس طرح بادشاہوں، راجوں، نوابوں کو کوئی رعایا کا

آدمی براہ راست نہیں مل سکتا - اور نہ ہی اپنی فریاد اور درخواست سیدھی پہنچا سکتا ہے - بلکہ شاہی دربار تک عوام کی رسائی اوران کی درخواست کا پہنچنا درجہ بدرجہ بالتوسل ہی ہو سکتا ہے - دفتری کاروائی لازمی ہے - اسی طرح خدا بھی بزرگوں کے وسیلے سنتا اور مانتا ہے۔ خدا کی جناب میں ضرور سفارشی ہیں - اس کا مقرب بنا دینے والے اس کے پیارے جن کی روحیں ان کے بتوں میں آتی ہیں —— برحق ہیں - اس عقیدے کے ابطال کے لئے حضرت صالح ؑ نے ان کو برملا کہا ——

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ط اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ٥ (پ ۱۲ ع ۶)

بھائیو! اللہ کی (خالص) عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی (حاجت روا اور مشکل کشا) معبود نہیں - اسی نے تم کو زمین (کی مٹی) سے بنا کھڑا کیا - اور اسی میں تم کو بسایا - پھر اسی سے (جو ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے) بخشش مانگو - اور (آئندہ بھی) اسی کی جناب میں توبہ کرو - بے شک میرا پروردگار (ہر ایک کے) پاس ہے (سب کی سنتا اور دعا) قبول کرتا ہے ‘‘

غور فرمائیں - کہ اس آیت میں حضرت صالح ؑ نے اپنی قوم کو خدا تعالےٰ کی خالص عبادت کرنے پر توجہ دلائی - اسی کے در پر جھکنے کی تعلیم دی بغیر اپنے واسطے وسیلے کے سیدھا اس کو پکارنے، بلانے، دعا کرنے، بخشش مانگنے اور تا زیست اس کے درِ اجابت کو توبہ کی دستک دینے کا حکم دیا اور اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ —— کی ضرب سے صنموں، وثنوں،

تھانوں، مکانوں، تمثالوں، چِلّوں، قدموں، تبرکوں، روضوں، اور مزاروں کی "دفتری کارروائی" کا طلسم توڑ کر رکھ دیا!! "بیشک رب میرا ہر ایک کے قریب اور اس کی گریہ وزاری کا مجیب ہے"

افسوس سمیع و علیم اور قریب و مجیب خدا کے لئے لوگوں نے مثالیں تصنیف کیں۔ کہاوتیں گھڑیں۔ اور ان مثالوں اور کہاوتوں کی اوٹ میں خدا کے "گماشتے" اور "مختار کار" بٹھا دیئے۔ "ایجنسیاں" کھول لیں۔ "کمیشن" اور "آڑھت" کا کاروبار شروع کر دیا سہ

بندے نہ ہوں گے جتنے خدا ہیں خدائی میں!
کس کس خدا کے سامنے سجدہ کرے کوئی

کوئی ذرہ کا مختار نہیں

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ج لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ

(پ ۲۲ ع ۹)

(اے پیغمبر ﷺ مشرکوں سے) کہو۔ کہ خدا کے سوا جن (لوگوں) کو تم (خدائی میں کچھ دخیل) سمجھتے ہو۔ ان کو بلاؤ۔ (پھر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ) نہ تو آسمانوں میں ذرہ بھر اختیار رکھتے ہیں۔ اور نہ زمین میں اور نہ آسمانوں اور زمین میں ان کی کچھ شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

یعنی اس آیت میں خدا تعالےٰ نے تمام اقسام شرک کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ شیطان کے پجاریوں، بتوں کے پرستاروں، نبیوں، ولیوں،

فرشتوں، جنوں کو پکارنے والوں ـــــ سب کے عقائد فاسدہ کو کالعدم کر دیا ہے حضرت انورؐ کو ارشاد فرمایا۔ کہ تمام اقسام کے مشرکوں کو کہہ دو۔ کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے تم جن لوگوں کو اپنے زعم میں خدا کے کاموں میں مختار اور متصرف مانتے ہو ـــ نوائب و مصائب میں ان کو پکار دیکھو کہ کیا وہ تمہارے پکارنے پر ایک ذرہ بھی تمہارے امور میں نفع یا نقصان کا تصرف کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! کوئی مرسل، نبی، ولی، پیر، فقیر، قطب، ابدال، جن، فرشتہ آسمانوں اور زمین میں کچھ بھی اختیار اور ملکیت نہیں رکھتے ہیں۔ زمین میں بنائے گئے اور آسمان میں ٹھہرائے گئے شرکاء کوئی بھی ذرہ بھر قدرت نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی آسمانوں اور زمین میں خدائی کاموں کے اندر انہیں کچھ شرکت حاصل ہے۔

مشرکین اپنے باطل خیال میں سمجھتے تھے۔ کہ ان کے معبود خود ان کے مالک اور متصرف ہیں اور وہ معبود اپنے مملوکوں سمیت خدا کی ملکیت ہیں اور عیسائیوں نے اپنے باطل زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختار اور عالم میں متصرف جان رکھا تھا۔ مشرکوں اور عیسائیوں کی راہ پر چلنے والے اب بہت مسلمان ایسے ہیں۔ جو انبیاء، اولیاء اور شہداء کو عالم میں کار پرداز اور مختار جانتے ہیں۔ اور ان کے تصرف کے قائل ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو کچھ وہ چاہیں۔ خدا اسی طرح کر دیتا ہے۔ اپنے خیال، ارادے اور مرضی سے وہ خدا کے دیئے گئے اختیار سے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا خیال اور عقیدہ کفر ہے۔ تمام مخلوق خدا کے قبضۂ قدرت میں مسخر، مجبور اور مقہور ہے۔ کسی کو یہ مجال نہیں کہ اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہو کر کوئی تصرف کرے۔ مسلمان بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ غیر اللہ کے

اختیار، اور تصرف کا ابطال آیت مذکور میں خدا فرما رہا ہے۔ ہمارا خیال یا فتوےٰ نہیں ہے، اس لئے ہم سب کو خدا کے بنائے ہوئے عقیدہ پر دل و جان سے ایمان رکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی بھی اس کی بارگاہ میں دم نہیں مار سکتا۔ دم مارنا تو درکنار۔ خدا تعالےٰ نے ہر غیر اللہ کے تصرف اور اختیار کی یہاں تک نفی کردی ہے۔ کہ کوئی کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کا اختیار بھی نہیں رکھتا۔ ملاحظہ ہو فتوےٰ ربانی:۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ (پ ۲۲ ع ۱۴)

اور جن کو (بھی)، تم سوائے خدا کے پکارتے ہو۔ وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کا اختیار نہیں رکھتے"

حضرت انورؒ کا عدم تصرف

مسلمان بھائیو! اپنے عقیدوں کو قرآن کی تعلیم کے مطابق درست کرلو، خدا سے بڑھ کر کوئی سچی بات کہنے والا نہیں ہے۔ خدا کی بات پر یقین کرلو کہ واقعی خدائی کاموں کے اندر۔ کوئی دخیل و شریک اور مختار و مشیر نہیں ہے۔ غور کریں۔ کہ کھجور کی گٹھلی کا چھلکا بھی کوئی چیز ہے؟ تو جو خدا کے کارخانہ میں چھلکے تک کے مختار اور مالک نہیں ہیں۔ اپنے ایمان سے پوچھ کر بتائیے۔ کیا وہ گنج بخش ہو سکتے ہیں؟ اولاد بخش سکتے ہیں؟ خدا کی طرف سے آئی ہوئی بلا، وبا، مرض، کرب، دکھ، درد، فقر، فاقہ، قحط، مصیبت دور کر سکتے ہیں؟ رحمتِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا تئیس سالہ زمانہ نبوت کس قدر اندوہ و آلام سے اٹا پڑا ہے۔ نبوت کے تاج سے سرفراز ہو کر تیرہ برس آپ مکہ میں جلوہ فرما رہے۔ وہ کون سی مصیبت، تکلیف

دکھ، درد، غم، اندوہ، کرب، فاقہ، اور رنج و الم ہے — جس سے رحمت دو عالمؐ دوچار نہ ہوئے ہوں۔ مکے کے لوگ آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ اور انہوں نے آپ کو ہر طرح کی ایذا پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ ساحر، مسحور، شاعر، مجنون، مفتری، اور کذاب تک کے الفاظ ملعونوں نے آپ کی ذات اقدس کے حق میں استعمال کر ڈالے۔ اور بالآخر آپ کے قتل کا مشورہ کرکے ایک رات حضورؐ کا کام تمام کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ جس سے بچاؤ پکڑنے کے لئے آپ نے اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ کی راہ لی — مدینہ منورہ میں بھی حضورؐ دس سال تک دشمنانِ اسلام سے نبرد آزما ہی رہے — تلواریں آپ پر اٹھیں۔ تیر برسے۔ زخم پہنچے۔ بدن مبارک لہولہان ہوا۔ دانت مبارک شہید ہو گیا۔ ہموم و غموم کے پہاڑ آپ پر ٹوٹے۔ مصائب اور بلیات کے سیلاب آئے۔ اُحد کی شکست میں ستر جاں نثار صحابہؓ آپ کے رو برو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ باقی زخمی اور مجروح ہو کر واپس ہوئے۔ ام المؤمنین پر بدباطنوں نے بہتان لگا کر حضورؐ اور تمام اہل مدینہ کو پچاس روز تک نعل در آتش رکھا۔ آپ کی پیاری بیٹیاں آپ کے ہاتھوں میں جنت کو سدھاریں اور ننھے بیٹے — "پھول" سامنے مرجھا گئے — اپنی زندگی کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے متعلق اپنی امت کو ڈھارس دینے کے لئے حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں:۔

فَاِنَّ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابَ بِمُصِیْبَۃٍ بَعْدِیْ اَشَدَّ عَلَیْہِ مِنْ مُّصِیْبَتِیْ ۔ (ابن ماجہ)

میری مصیبت سے سخت اور بھاری مصیبت میرے بعد میری امت میں سے کسی کو نہیں پہنچے گی۔

معلوم ہوا۔ کہ دنیا میں جس قدر تکلیفیں اور مصیبتیں حضورؐ کو پہنچی ہیں، اتنی کسی کو نہیں پہنچیں۔ اور نہ ہی آیندہ آپ جیسی تکالیف سے کوئی دوچار ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ توفیق ایزدی اور تائید خداوندی نے آپ کو صبر و استقلال کا فلک بوس "پہاڑ" بنا دیا۔ جس سے نوائب و نوازل اور ہموم و غموم کے پتھر ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اور نبوت کا "کوہِ گراں" اسلام کی تکمیل تک اپنی جگہ پر جوں کا توں قائم رہا۔ اور اس کی کان سے "ہیرے" اور "جواہرات" برابر نکلتے رہے۔ لیکن اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اور واقعات نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ کہ جناب خاتم النبیین۔ رحمت للعالمین۔ شفیع المذنبین۔ اکرم الاولین اور اکرم الآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کی مرضی، منشا، مشیت اور ارادے میں کوئی تصرف اور اختیار حاصل نہیں تھا۔

حضورؐ کی دُکھوں بھری زندگی

آپ دکھوں بھری زندگی کو رضائے الٰہی کے فردوسِ بہاراں میں خراماں خراماں لئے پھرے۔ "بجلیاں" چمکیں۔ "بادل" گرجے۔ "جھکڑ" چلے۔ "طوفان" اُمڈے۔ سب کچھ خندہ پیشانی سے سہا۔ "آتش فشاں پہاڑوں" کے "لاوے" کو سوزِ جگر میں جذب کیا۔ اور زمین کو تہ و بالا کردینے والے "زلزلوں" کو عزم کے قلعوں میں پناہ دی۔ پر سرور رسولاںؐ کسی مصیبت کو اپنے اوپر سے ٹال نہ سکے۔ کیونکہ حضورؐ کو اللہ نے مصیبت ٹالنے، بدلنے، پھیرنے اور "صرفِ صغیر" یا "صرفِ کبیر" کا اختیار نہیں دیا ہوا تھا۔ یہ ہے الوہیت کا نکھار اور عبودیت کا سنوار! عبد کا مقام اور معبود کی شان!

(رسالہ صفحہ ۲۴۸ پر)

مسلمان بھائیو! غور کرو۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھی کوئی بزرگ، اور خدا کا مقرب ہو سکتا ہے؟ جب حضرت انورم جذب منفعت اور دفع مضرت پر مختار نہیں۔ خدا کے کاموں میں تصرف نہیں رکھتے۔ تو پھر یہ عقیدہ رکھنا کہ فقیر لیکھ میں میکھ مار سکتا ہے۔ دُکھ کو سکھ سے، غریبی کو امیری سے، بے روزگاری۔ بدحالی۔ پریشانی۔ مفلسی۔ بیماری۔ رنج۔ غم کو ــــ روزگاری۔ خوشحالی۔ تونگری۔ آسودگی۔ عافیت، خوشی، اور خرمی سے بدل سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو خدا نے ان کاموں پر اختیار دے رکھا ہے۔ اپنے ایمان سے پوچھ کر بتائیں۔ کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان رہ سکتا ہے؟ کیا پیر، فقیر، درویش اور شہید معاذ اللہ رحمت دو عالمؐ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔ کہ حضورؐ کو تو قرآنی آیت کے رُو سے کچھ تصرف اور اختیار نہیں تھا۔ اور ان لوگوں کو اختیار اور تصرف حاصل ہو گیا ہے؟

تصرّف اور مشرقی پنجاب کی قیامت صغریٰ تقسیم ملک کے بعد

مشرقی پنجاب میں چھ لاکھ مسلمانوں کا خون پانی سے ارزاں ہو گیا چالیس ہزار مسلمان عورتیں اغیار کے قبضہ میں چلی گئیں۔ کروڑوں اربوں کی جائیداد ہاتھ سے گئی۔ ہزاروں مسجدیں برباد اور ویران ہوئیں۔ اذانیں بند اور نمازیں ختم ہوئیں۔ اور اس خطہ زمین سے اسلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۷) ؎ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (پ۹ ع۱۳)۔ (اے پیغمبر لوگوں سے) کہدے کہ میں اپنی جان کیلئے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ مگر وہی ہوتا ہے، جو چاہے اللہ۔

رخصت ہوگیا - فرمائیے - ان چھ لاکھ شہید ہونے والوں اور اسی لاکھ پاکستان میں مہاجرین کر آنے والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا - جو سکھ کے "لیکھ" میں "میکھ" مارتا - اختیار اور تصرف کے زور سے خونی انقلاب کا مقابلہ کرتا - دشمن کو قہر کی نظر سے دیکھ کر اس کا صفایا کر دیتا - ایک ہی ضرب نفس سے زمین کا تختہ الٹ کر رکھ دیتا - آخر اس زمین میں بزرگوں ولیوں اور شہیدوں کے روضے، گنبد، مزار اور قبریں بھی ہیں - چلّے، تھان، مکان اور "قدم" بھی ہیں - ان سب ولیوں، شہیدوں، اور بزرگوں کے اختیار اور تصرف پر کیا آبنی - کہ روضوں اور مقبروں کے سامنے مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے - اور آہ ــــ مسلمان بے گناہ عورتوں کی عصمتیں بھی برباد ہوئیں - اور آج تک ہزاروں کی تعداد میں مومن عورتیں اغیار کے تصرف اور قبضے میں ہیں - کیا کوئی زندہ یا قبر والا صاحب تصرف ایسا نہیں ہے - جس کو غیرت آئے - اور اپنے اختیار سے کام لے کر مسلمان عورتوں کو اغیار کے پنجہ تغلّب سے چھڑائے - اور مسلمانوں کی بگڑی بنائے ؟؟ کسی المیہ پر ہی "کج کلاہی" دکھائے !!

تصرّف اور لالہ زار کربلا

بھائیو! یاد رکھو - غیر اللہ کے تصرف کا عقیدہ بدترین مشرکوں کا عقیدہ ہے - تصرف اور اختیار صرف اللہ ہی کے لئے ثابت ہے - اللہ کی مشیت، مرضی، اور ارادے کے آگے فقیر سے لے کر بادشاہ تک اور امتی سے لیکر پیغمبر تک سب کے سب بے دست و پا - عاجز، اور مجبور ہیں - وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور کر ڈالتا ہے اس کی مرضی اور ارادے کے آگے کوئی اُف نہیں کر سکتا - دم نہیں مار سکتا - رسول پاک کی آل، حضرت علی رض کے کنبے، سیدنا حضرت امام حسین رض سمیت

بہتر۷۲ پاک طینت افراد ـــ آل اطہرؓ کے خون سے ریگ زار کربلا لالہ زار ہو گیا۔ مشیّت اور ارادہ ازلی میں پانی کا ایک گھونٹ تک ان بہشت کے وارثوں کو نصیب نہ ہُوا۔ ایسی لرزہ خیز اور کٹھن گھڑی میں نہ نانا جانؐ راکبِ دوشِ رسول کی مدد کو پہنچے۔ اور نہ ہی حضرت علیؓ معونت فرمائے لختِ جگر ہوئے۔ اور لاکھوں درود و سلام کے مستحق ـ حضرت امام حسینؓ کی زبان پر ـــ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے ـــ ہی تھا۔

ان واقعات، حادثات اور المیات (TRAGEDIES) سے ثابت ہُوا۔ کہ نہ ختم نبیاںؐ حاجت روا اور دافعِ بلا ہیں۔ نہ حضرت علیؓ مشکل کشا ہیں اور نہ ہی جناب حسین رضی اللہ عنہ ڈوبتے بیڑوں کو ترانے والے ہیں۔ جب رسالتؐ خلافت، امامت ایسے مناصب پر فائز ـــ بزرگ ترین ہستیوں کی مشکل کشائی معرضِ عدم میں ہے۔ تو ان کے بعد کے لاکھوں بزرگوں، ولیوں، قطبوں، شہیدوں کی دست گیری اور تصرف خود بخود لَیْسَ بِشَیْءٍ کے حکم میں آ گئے۔ اور ساتھ ہی ارشاد خداوندی پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی ـــ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ اور نوائب و نوازل اور آفات و مصائب میں، نہیں ہے۔ تمہارے لئے سوائے خدا کے کوئی حمایتی اور نہ مددگار ؎ (پ۱۱ ع ۳)

حضرت مولانا حالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں ❖ مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں

جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں ❖ نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں ❖ نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

گمراہی کے جنگل کی راہیں شرک کی پگڈنڈیاں

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِقَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ بِکُلِّ وَادٍ شُعْبَۃً

فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَہُ الشُّعَبَ کُلَّھَا لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ بِاَیِّ وَادٍ اَھْلَکَہُ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ کَفَاہُ الشُّعَبَ (ابن ماجہ)

عمرو ابن عاصؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک آدمی کے دل کے لئے ہر جنگل میں ایک راہ ہے۔ پھر جو کوئی اپنے دل کو سب راہوں کے پیچھے ڈال دے تو اللہ کچھ پروا نہیں کرتا۔ کہ کس جنگل میں تباہ کرے اسکو۔ اور جو کوئی اللہ پر تکیہ اور بھروسہ کرے۔ تو خدا تعالیٰ کفایت کرتا ہے اسکو سب (حاجتوں کی) راہوں کی:

نوٹ:۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب آدمی کو انواع واقسام کی تکلیفیں، مصیبتیں اور حاجتیں گھیر لیتی ہیں۔ اور وہ سخت پریشان ہو جاتا ہے۔ پھر اس پریشانی اور حیرانی میں اس کے دل میں بیشمار خیال گزرتے ہیں۔ کہ کس طرح مصائب سے رستگاری ملے؟ کبھی اس کا دل کہتا ہے کہ فلاں پیغمبر کو پکار یا فلاں بزرگ، امام، شہید سے استمداد کر۔ کبھی اسکے دل میں آتا ہے۔ کہ اس پامسٹ کو ہاتھ دکھا۔ یا فلاں رمال سے پانسہ پھینکوا۔ اور کبھی خیال کرتا ہے۔ کہ فلاں روضہ پر چالیس روز حاضری دینے سے وارے نیارے ہو جائینگے۔ اور گاہے کسی عرس پر جانے کو مشکلات کا حل سمجھتا ہے......

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ — کے ارشاد خداوندی سے حیرانیوں، پریشانیوں، مشکلوں اور مصیبتوں کے وقت — آرام، چین، ڈھارس، تسلی، تشفی، دل جمعی اور اطمینان حاصل کرنے کے لئے — دل کو صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا۔ اور اسی کے ذکر، فکر، یاد اور دعا میں مشغول اور محو ہونا چاہیئے۔ لیکن جو دل بجائے توحید کی استقامت، اور رجوع الی اللہ کے — گمراہی کے جنگل کا رخ کرے۔ اور اس جنگل کی بیشمار شرک، کفر، بدعت، اور توہمات کی راہوں میں سے اپنی حاجت براری کے لئے راہیں تلاش کرے۔ اور پھر ان پر چلے۔ تو ایسے کتاب و سنت سے آزاد نفس کے پجاری، خواہشات کے بندے اور غیر اسلامی راہوں کے راہی سے خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ اس سے توفیق خیر سلب ہو جاتی ہے — وہ ہدایت کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور شرکیہ راہوں پر چلتے ہوئے گمراہی کے اسی جنگل میں خدا کے قہر اور غضب سے ہلاک ہو جاتا ہے، اس کی روح کی موت ہو جاتی ہے۔ اور ایمان کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ اور اس کی اس تباہی اور ہلاکت پر خدا کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پوجا پاٹ — شرک کرنے سے خدا کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ اس کی پاک شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اس لئے لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ بِاَیِّ وَادٍ اَھْلَکَہٗ — اللہ کچھ پروا نہیں رکھتا کہ اس (غیر اللہ کے در پر دھکے کھانے، ماتھا رگڑنے والے) کو (کفر و شرک کے) کسی جنگل میں تباہ کر دے۔"

آگے حضور نے فرمایا۔ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ کَفَاہُ الشُّعَبَ۔

---

[1] خبردار ہو۔ کہ اللہ کی یاد سے دل (پریشانیوں، بدحالیوں، اور اندوہ و آلام میں) اطمینان و آرام پاتے ہیں۔ (پ۱۳ ع ۱۰)

اور جو دکھ، درد، تنگی، ترشی، بیماری، بد حالی، پریشانی، بے روزگاری، بے اولادی، غم، اندوہ، بلا، وبا، قحط میں مسنون طریق پر صدقات، خیرات، نوافل، اور دعا کرتے ہوئے، اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ تو اللہ اس کو سب راہوں کی کفایت کرتا ہے۔[1] یعنی مشرک نے گمراہی کے جنگل میں حاجت روائی کے لیے جو بے شمار شرک کی پگ ڈنڈیاں اختیار کی تھیں۔ متوکل، موحد، مومن کو خدا ان تمام راہوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور خود ہی اس کے لیے اس کے دل میں خیال تک نہیں آنے دیتا۔ اپنے در کے راسخ العقیدہ اور پکے سوالی کو کسی غیر کے دروازے پر جانے نہیں دیتا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ کی شان دکھاتا ہے۔

بیچارگی کے آنسو

مسلمانوں کو چاہیے۔ کہ وہ مصائب و حوائج میں کسی قسم کے شرک کا راستہ اختیار نہ کریں۔ بلکہ پورے پورے خلوص، تقویٰ، اور خشوع کے ساتھ بادیدہ تر قرآن کی تلاوت کریں مسنون اوراد و وظائف کے نالہ ہائے دل دوز — قریب و مجیب خدا کو سنائیں۔ نمازوں کے قیام میں اس کی حمدوں کے نغمے الاپیں، رکوع میں دل کے جھکاؤ سے اسکی بلندی کا اقرار کریں۔ سجدے میں پیشانی زمین پر رکھیں۔ ناک خاک آلود کریں۔ بے بسی، بیچارگی کے آنسو گرائیں۔ اور دل و دماغ سے دوئی کا جالا دور کر کے ربِّ عرش عظیم کو پکاریں۔ سرمدی تسبیحوں سے اسے بلائیں۔

[1] کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ (پ۲۴ ع ۱) ضرور کافی ہے، پھر جو اس کو ہر طرح کافی یقین کرتا ہے۔ اس کیلئے ہر طرح اور ہر حال میں کافی ہوجاتا ہے اور جو اسکو غیر اللہ کی پکار اور استمداد من القبور کے نعلوں سے ناکافی جانتا ہے اسکو توفیق و ہدایت کے بغیر وہ گمراہ جنگل میں ہلاک کر کے بے پرواہ ہوتا ہے۔ سبحان ما اعظم شانہ۔ (صادق)

اور رُواں رواں جناب قدس میں عرض کرے ؎

چو کحلِ بینشِ ما خاکِ آستانِ شماست
کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا! (حافظؒ)

پھر اس جبل العزم کے ساتھ آپ درِ محبوب پر دائم پڑے رہیں۔ کہ تازیست کوئی اور دروازہ نہ دیکھیں۔ جئیں بھی اسی در پر اور مریں بھی اسی چوکھٹ پر ؎

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن بر آید (حافظؒ)

غلام غلاموں کو نہ پکاریں

مسلمان بھائیو! یاد رکھو۔ کہ تمام انسان خدا کے عبد یعنی غلام ہیں۔ فقیر سے لے کر بادشاہ اور ادنےٰ امتی سے لے کر پیغمبر تک سب کے سب اس کی غلامی کا دم بھرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کا مالک اور یہ سب اس کے مملوک ہیں۔ غلاموں پر کبھی ایسا وقت نہیں آسکتا۔ کہ وہ اپنے مالک کی غلامی سے نکل سکیں۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ جو غلام اپنے مالک کا فرماں بردار ہوتا ہے مالک اس پر نافرمان غلام کے مقابلہ میں راضی اور خوش ہوتا ہے اور جوں جوں غلام زیادہ اطاعت گزار، فرمان پذیر اور مطیع ہوتا جاتا ہے۔ مالک اس پر اور زیادہ راضی، خوش اور مہربان ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی غلام صبح سے شام تک کوئی کام خدا کے حکم کے خلاف نہ کرے۔ اپنی زندگی اللہ تعالےٰ کی مرضی پسند اور خوشی کے مطابق گزارتا چلا جائے۔ اس کے اوامر کا امتثال اور نواہی کا اجتناب اپنی حیاتِ مستعار کا اوڑھنا بچھونا بنالے۔ تو ایسا غلام مالک کی نظر میں مقابلتاً بڑا محبوب، مقبول

اور پیارا ہوتا ہے۔ خدا اس کو اپنی بخششوں، عنایتوں، مہربانیوں، نعمتوں اور عزتوں سے نوازتا ہے۔ لیکن رہتا وہ غلام ہی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی عبدہٗ ——— یعنی اللہ کے غلام ہیں۔ حضورؐ نے اللہ کی جس قدر تابعداری اور اطاعت کی ہے۔ اپنی غلامی کی فرمان پذیری کا ثبوت دیا ہے۔ جس قدر آپ تمام زندگی اپنے مالک سے ڈرتے ہیں۔ قدم قدم پر اس کے حکم کو بجا لائے ہیں۔ اور ہر سانس میں اس کو یاد کیا ہے۔ بنی نوع انسان میں کوئی غلام حضورؐ کی غلامی کے درجۂ اطاعت کو نہیں پا سکا۔ آپ کی عبودیت کے مقام تک نہیں پہنچ سکا۔ آپ کے برابر حق غلامی ادا نہیں کر سکا۔ آپ جتنی عبادت بجا نہیں لا سکا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے ساری آدم کی اولاد ——— یعنی اپنے تمام غلاموں میں سے ایک "غلام" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کو اپنے نزدیک اتنا ممتاز، اعلےٰ، افضل، اکرم، اور عالی مرتبہ کر دیا۔ کہ آپ کی نبوت اور رسالت کا تاج، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، اکرم الاولین، اکرم الآخرین کے "ہیروں" اور "جواہرات" سے جگ مگ جگ مگ کر رہا ہے۔ اور آپ کی رسالت کا آفتاب مطلع عبدیت سے کچھ اس شان سے ضیا بار ہے۔ کہ تمام نسل انسانی کی بصارت مجموعی طور پر نظارے کی تاب نہیں لا سکتی۔ اور عبدہٗ کا مرتبہ اس کی جنس بشریت میں یہ ہے کہ۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پ ۲۶ ع ۱۳)

مسلمانو! سنو، اپنی آوازوں کو پیغمبرؐ کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو۔ اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو۔ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولا کرتے ہو۔ (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال سب برباد ہو جائیں۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو"

دیکھا آپ نے کہ خدا نے مسلمانوں کو کہا۔ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان رضؓ۔ حضرت علیؓ اور باقی تمام صحابہ رضؓ بھی مخاطب ہیں۔ کہ میرے پیارے عبد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو عبدیت کی ذمہ واریوں سے تمام اولاد آدم سے بڑھ کر عہدہ برآ ہونے کے سبب، تم سب میں ممتاز، بزرگ اور میرے نزدیک اتنے محبوب اور اونچی شان والے ہیں۔ کہ تم میں سے اگر کوئی گفتگو کرتے وقت ان سے اونچی بولا۔ جس کی آواز ان کی آواز سے بلند[1] ہو گئی۔ تو میں اس کے تمام اعمال، نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات وغیرہ ضائع کر دوں گا۔ اور اسے خبر بھی نہ ہوگی کہ یہ بجلی کہاں سے پڑ گئی"

پھر حضرت انورؐ کو خدا نے جسمانی معراج کی دولت فراواں بھی عطا فرمائی۔ ساتوں آسمانوں سے آگے تک لے گیا۔ اتنا اونچا مرتبہ دے کر۔۔۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ فرما کر پھر بھی آپ کو اپنا عبد اور غلام ہی کہا۔ معلوم ہوا۔ کہ خدا کی غلامی سے کسی کو مفر نہیں۔

---

[1] حدیث کے مقابلہ میں اقوال رجال کو لے لینا اور حدیث کو ترک کر دینا بھی یقیناً حضورؐ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند اور اونچا کرنا ہے۔ اور قرآنی وعید کی زد میں آتا ہے۔ خبردار! کبھی حدیث کے مقابلہ میں کسی امتی کے قول کو قبول نہ کرنا۔ ورنہ عمل برباد ہو جائیں گے۔ (صادق)

غلام خدائی نہیں کر سکتے

غلامی کی حقیقت کو سمجھنے کے بعد اب یہ بات کالنقش فی الحجر کرلیں کہ سب غلام - ادنےٰ سے اعلےٰ تک خدا کے ہی محتاج ہیں - اگر خدا ان کی احتیاجوں کو پورا نہ کرے - تو سب ہلاک ہو جائیں - صرف ہوا ہی روک لے - تو کوئی زندہ نہ رہے - اور یہ بھی یاد رکھیں - کہ جو حاجتیں، اور ضرورتیں صرف خدا ہی اپنے غلاموں کی پوری کرتا ہے - جن کا پورا کرنا صرف اللہ ہی کے بس اور اختیار میں ہے - کوئی غلام دوسرے غلام کی وہ حاجتیں پوری نہیں کرسکتا - کیونکہ نہ تو غلاموں کے پاس حاجت روائیوں کی طاقت ہے - اور نہ ہی خدا نے اپنی مالکیت، قدرت، اقتدار، اختیار اور تصرف ان کو بخشا ہے - کہ اے میرے غلامو! میرے اختیار تم سنبھالو - اور خدائی کرو - حاشا و کلاّ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا - کہ مالک غلام کو اپنا اقتدار اور اختیار سونپ دے - مالک مالک ہے - اور غلام، غلام! اور سب غلام مالک کے در کے محتاج اور بھکاری - آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں - کہ خدا نے کسی کو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کا اختیار بھی نہیں دیا ہے - جب کسی غلام کے لئے خدائی امور میں چھلکے بھر اختیار ثابت نہیں - تو پھر غلاموں کو، غلاموں کے دروازوں پر وہ بھیک مانگنے کے لئے نہیں جانا چاہیئے - جو صرف مالک ذی الجلال کے در سے ہی مل سکتی ہے -

پھر جن غلاموں (نبیوں، ولیوں، بزرگوں، شہیدوں) کے دروازوں کو آپ دکھ، درد، غم، اندوہ میں دستک دیتے ہیں - ان کا اپنا یہ حال تھا - کہ ان کے ماں باپ بھی فوت ہوئے - بیبیاں، بیٹیاں، بیٹے اور قریبی اقارب وغیرہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے - ان کی ذاتوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے

غموں کے سیلاب آئے۔ بیماریاں آئیں۔ دکھ درد نے ان کو گھیرا۔ کہئے کونسی تکلیف اور مصیبت ایسی ہے۔ جن سے وہ نفوس قدسیہ دوچار نہیں ہوئے، ان نامساعد حالات میں جیسے انہوں نے صبر کیا۔ اور خدا سے دعائیں کیں، آپ کو بھی ناموافق احوال وظروف میں صبر سے کام لینا اور کثرت سے دعائیں کرنا چاہئیں۔ نہ کہ غلاموں کو پکار کر انہیں مالک —— خدا کا مقام دیں سے

بمنزل کوش مانندِ مہ نو ٭ دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقام خویش اگر خواہی دریں دیر ٭ بحق دل بند و راہ مصطفےٰ رو (اقبالؒ)

رسولِ خدا کا لرزہ خیز انداز

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ"

دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَابَتَہٗ فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ کَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اَوْ قَالَ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ ھَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنْ

اللّٰہِ شَیْئًا وَّ یَا فَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت اتری۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اے پیغمبرؐ! اپنی برادری اور رشتہ داروں کو ڈراوے۔ تو رسول خداؐ نے اپنے رشتہ داروں کو بلایا۔ اور ہر خاص و عام کو ارشاد فرمایا۔ اے اولاد کعب بن لوی! اپنی جانوں کو دوزخ سے بچالو۔ کیونکہ میں یقیناً خدا کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے اولاد مرّہ بن کعب! اپنی جانوں کو دوزخ سے بچالو، کیونکہ میں یقیناً خدا کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے اولاد عبد شمس! اپنی جانوں کو دوزخ سے بچالو۔ کیونکہ میں یقیناً خدا کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے اولاد عبد المطلب! اپنی جانوں کو دوزخ سے بچالو۔ کیونکہ میں یقیناً خدا کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہؓ! اپنی جان کو دوزخ سے بچالے۔ مانگ لے مجھ سے (دنیا میں) مال میرا جتنا چاہے۔ پر خدا کے ہاں میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔

قرابت موجب نجات نہیں

یہودی کہتے تھے۔ کہ ہم خدا کے لاڈلے اور چہیتے ہیں۔ نبیوں کی اولاد ہیں خدا ہمیں ان کی طفیل کچھ نہیں کہیگا۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ [1] ——— ہمیں تو آگ (قیامت کو) چھوئے گی بھی نہیں۔ لیکن خدا نے انہیں دنیا میں ہی کئی طرح کے

[1] پ ۱ ع ۹

عذاب کر کے ـــ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ ـــ پھٹکار کر، غضب اتار کر، اور بندر اور سور بنا کر فرمایا اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ـــ یہ (اپنے آبا کی طفیل بہشت میں جانے کے بدعمل دعویدار) بدتر ہیں درجے میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے" (پ۶ ع ۱۳)

جس برادری کا کوئی فرد اعلےٰ حاکم۔ وزیر یا گورنر ہو۔ تو ان حاکموں کی برادری کے کئی لوگ اور قریبی رشتہ دار بہ نسبت دوسرے لوگوں کے قانون کا احترام نہ کرنے میں دلیر ہوتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ کچھ فکر نہیں۔ اگر لڑائی جھگڑے سمگلنگ وغیرہ میں وہ ماخوذ ہو گئے۔ تو انہیں چھڑانے والے موجود ہیں تحصیلدار کے چپڑاسی کا مان ہی کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور پولیس کے ادنےٰ سپاہی کا واقف زمین پر پاؤں مار کر چلتا ہے ـــ دنیا کے اسی مان گمان پر جو لوگ کسی بزرگ اور ولی کے قرابتی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بزرگ کی حمایت پر تکیہ کر کے مغرور سے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے دل میں خدا کا خوف اور شریعت کا احترام کم ہو جاتا ہے۔ سیّدوں کا حال ہی دیکھ لو۔ بہت کم سیّد ایسے ہیں۔ جو متقی، پرہیزگار نمازی، اور شریعت کے پابند ہیں۔ ان کی اکثریت خدا سے بےخوف، نبی کی نافرمان اور اس گھمنڈ پر چلتی ہے کہ ہمارے نانا جان رسول خدا ہیں۔ اور ہم حضرت حسینؓ کی اولاد سے ہیں۔ (ہم جو چاہیں کریں۔ ہمارے بخشوانے اور چھڑانے والے ہیں)، لیکن خدا کے ہاں سوائے نیک اعمال کے کسی کی دوستی۔ رشتہ داری، واقفیت، قرابت، سفارش، رشوت، ہرگز کام نہیں آئے گی۔ حضرت لوط کی بیوی کو اس کے خاوند کا رشتہ کافروں کے ساتھ ہلاک ہونے سے نہ بچا سکا۔ اور حضرت نوح کا باپ ہونا بیٹے کو طوفان میں ڈوب جانے

سے روک نہ سکا۔ حضرت نوحؑ خدا کو اتنا کہہ بیٹھے کہ تو نے کہا تھا کہ کشتی میں اپنے اہل (کنبے) کو چڑھا لینا۔ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ (خداوندا) میرا بیٹا (کنعان) بھی میرے اہل سے ہے۔ اس پر خدا نے بدعمل بیٹے کے متعلق فرمایا۔ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ق ——— وہ یقیناً تیرے اہل سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں"۔ پھر حضرت نوحؑ کو تنبیہہ فرمائی۔ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ (خبردار!) جس چیز کی حقیقتِ حال کا تجھ کو علم نہ ہو۔ اس کی درخواست مت کرو۔ ہم تم کو سمجھائے دیتے ہیں۔ کہ نادانوں کی باتیں نہ کرو"۔ پھر حضرت نوحؑ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (پ۱۲ ع ۴)

(خداوندا!) اگر تو میرا (بیٹے کی سفارش کا) قصور معاف نہ کریگا۔ اور مجھ پر رحم نہ فرمائے گا۔ تو میں (بالکل) برباد ہو جاؤں گا"۔

خدائے قدوس نے رسول پاکؐ کے رشتہ داروں کا مان گمان ——— توڑنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ کہ انہیں ڈرا دو۔ چنانچہ حضرت انورؐ نے اپنے تمام خاندان کو اکٹھا کر کے نام لے لے کر خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ اور فرمایا کہ یہ مت گمان کرنا۔ کہ حشر کو میں تمہارے کام آؤں گا۔ تمہیں خدا کے عذاب سے بچا لونگا۔ تمہیں خدا سے چھڑا لوں گا۔ میرے جگر کے ٹکڑے ——— فاطمہؓ! تو بھی سن لے کہ دنیا میں تو مجھ سے مال مانگ۔ میں تمہیں دے سکتا ہوں۔ اور دنیا کی چیز جو میرے بس اختیار میں ہے۔ تو مجھ سے طلب کر! لیکن یاد رکھ۔ کہ قیامت کے روز تیرا باپ تیرے کام نہیں آئے گا۔ تجھے خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکے گا۔ تجھ سے خدا کی برہمی دور نہیں کر سکے گا۔ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ

(نیک عمل کرکے) اپنی جان کو آگ سے بچالے ....!! خدا کے روبرو میری قرابت میرے کسی رشتہ دار کے کچھ بھی کام نہیں آئے گی۔

امت کے لوگو! سوچو! سمجھو! ہوش کرو۔ حیلے، وسیلے، تکئے، آسرے تیاگ کر عملوں کی فکر کرو۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

شیطانی جال کا تانا بانا

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ۙ

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ؕ یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا ۝ (پ۵ ع ۱۵)

(یہ مشرک) خدا کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں۔ (دراصل) اس شیطان سرکش (کے کہنے پر ان) کو پکارتے ہیں۔ جس کو خدا نے پھٹکار دیا اور کہنے لگا۔ کہ میں ضرور لوں گا۔ تیرے بندوں سے حصہ مقرر، اور ضرور گمراہ کروں گا ان کو۔ اور آرزوئیں دلاؤں گا۔ ان کو، اور ضرور حکم کرونگا ان کو۔ تو وہ (میرے کہنے پر غیر اللہ کی نذر نیاز کے جانوروں کے) کان چیرا کرینگے، اور ضرور حکم کروں گا ان کو۔ تو وہ (میرے کہنے پر) خدا کی پیدائش

کو بدلا کریں گے۔ اور جو شخص خدا کے سوا شیطان کو دوست بنائے۔ تو وہ صریح گھاٹے میں آگیا۔ شیطان ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے۔ اور شیطان ان سے جو بھی) وعدہ کرتا ہے۔ نرا دھوکا (ہی دھوکا) ہے۔ یہ ہیں (شیطان کے پیراؤ) جن کا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہاں سے کہیں بھاگنے نہ پائینگے"

ابلیس کے شرکیہ اسباق

شیطان نے خدا کے ساتھ شریک لانے کی بے شمار صورتیں گھڑ رکھی ہیں۔ کتاب الاشراک للشیطان کے اسباق کو کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ انسان نے ابلیس سے تلمذ اختیار کر کے سورج کو پوجا۔ چاند کو پوجا۔ ستاروں کے آگے جبین نیاز رکھی۔ شجر اور حجر کی ڈنڈوت کی۔ ہر کنکر کو شنکر بنا کے چھوڑا۔ دکھوں، دردوں اور مصیبتوں میں نبیوں، ولیوں، شہیدوں اور بزرگوں کو پکارا۔ قبروں پر ماتھے رگڑے، تھانوں کو پوجا۔ شرک کے تنوع کے کیا ہی کہنے ہیں۔ مشرکوں نے تقرب الی اللہ کے لیے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانا۔ ان کی تصویریں بنائیں۔ اور ان کے آگے سجدہ ریز ہوئے۔ عزیٰ اور منات کی، جو عورتوں کے نام ہیں۔ پرستش کی — عیسائیوں نے حضرت مریمؑ کو خدا کی الوہیت میں شریک کیا۔ ان لوگوں کی اس انتہائی جہالت کے پیش نظر خدا نے فرمایا۔ کہ یہ اناث پرستی دراصل شیطان پرستی ہے۔ ابلیس ملعون کی پوجا ہے۔ یہ غیر اللہ کی پکار ازلی مردود عزازیل کے نام کا وظیفہ پڑھنا ہے۔ کیونکہ اسی کے کہنے پر مشرک ایسا کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی جہالت کا یہ حال ہے۔ کہ اگر کسی کو چیچک نکل آئے۔ تو مریض کو سیتلا دیوی (ماتا رانی) کے تھان پر لے جا کر ماتھا ٹکاتے، اور نذر

چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے ماتا رانی! مریض کو چھوڑ دے۔ اپنے گھر آجا۔
اور کسی مرض میں لونا چماری کی دہائی دیتے ہیں۔ اور ایسے ہی لال پری، سیاہ
پری، مسانی، اتاؤ لی ..... وغیرہ کو پکارا جاتا ہے۔ یہ سب اناث پرستی ہے
اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور کئی لوگ حضرت فاطمہ رضؓ کی صحنک بھرتے ہیں۔
اور پاک دامن بیبیوں کے نام کی نیاز دیتے ہیں ... کہ ان کی روحیں خوش ہو
کر دعا کریں گی۔ اور ہمارے غم اندوہ دور ہوں گے۔ یاد رکھیں۔ کہ یہ عقیدہ
بھی اسلام کے خلاف ہے۔ مشرکین مکہ بھی اپنے بزرگوں کے متعلق یہی کہتے
تھے۔ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُنَا عِنْدَ اللهِ۔

مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے وہ جانتا ہے کہ انہیں اپنے
پیغمبرؐ سے بے پناہ محبت ہے۔ ولیوں۔ شہیدوں، بزرگوں اور خدا کے بندوں
سے بڑی عقیدت اور ارادت ہے۔ وہ اس محبت، عقیدت اور ارادت میں غلو
کرا کر بڑی خوب صورتی سے شرک کراتا ہے۔ وہ جی میں ڈالتا ہے۔ کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بڑھ کر بھی کوئی خدا کا پیارا اور مقرب ہے؟
کون کہے کہ کوئی ہے۔ جب کوئی نہیں۔ تو پھر کہتا ہے۔ کہ مصیبتوں — اور
پریشانیوں میں انہیں پکارو ۔

یا رسُول اللہ انظر حالنا ٭ یا حبیب اللہ اسمع قالنا!
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ غمٍ مغرق ٭ خذ بیدای وسھل لنا اشکالنا

اے اللہ کے رسولؐ! میرے حال پر نظر کرو۔ اے اللہ کے حبیب! میری
فریاد سنو۔ میں غموں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑو۔ اور
مشکلیں آسان کرو۔

اسی طرح حضرت علیؓ ۔ حضرت امام حسینؓ ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

اور ہزاروں اولیاء اللہ (خدا کی ان سب پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں) کو پکارنے اور ان کے نام کی نذریں نیازیں دینے کی پٹی پڑھاتا ہے۔ شرکیہ کاموں کے زہر ہلاہل پر بندگان خدا کی محبت وارادت کی چینی (کھانڈ) چڑھا کر انہیں کھلاتا ہے۔ تاکہ ایمان کی آنتیں کٹ جائیں۔ توحید کا جگر پھٹے۔ اور طائر لاہوتی تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائے۔ اس طرح ابلیس "زہر" دے کر مارتا ہے۔ اور بھولے مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ وہ بزرگوں کا ادب بجالا رہے ہیں۔ اور انہیں خوش کر رہے ہیں۔ بڑا نیک کام کر رہے ہیں۔

راندۂ درگاہِ ایزدی ابلیس ملعون نے خدا کو کہا۔ کہ میں تیرے بندوں سے مقرر حصہ لوں گا۔ یعنی اکیلا میں ہی دوزخ میں نہیں جانے کا۔ تیرے بہت سے بندوں کو اپنا مطیع، اور غلام بنا کر ساتھ لے کر جہنم میں جاؤں گا۔ جہنمی بنانے کے لئے انہیں گمراہ کروں گا۔ اس طرح کہ میرے کہنے پر وہ غیر اللہ کے نام کے جانور ٹھیرائیں گے۔ اور ان پر غیر اللہ کی نیاز کا نشان کریں گے۔ ان کے کان چیریں گے۔ تاکہ اس نشان سے غیر اللہ کی نیاز یا نذر پہچانی جائے۔ پھر میری تعلیم سے وہ تیری بنائی ہوئی صورت کو بدلیں گے، یعنی کسی کے نام کی بچے کے سر پر چوٹی رکھیں گے۔ ناک یا کان چھید کر کسی کے بالکے (مرید) بنیں گے۔ داڑھی۔ مونچھ اور ابرو کا صفایا کرا کر قلندر کہلائیں گے۔ پھر میں انہیں آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا۔ ان کے آگے خوش آئند امیدوں کے ہم رنگِ زمیں جال بچھاؤں گا۔ اور نرے وعدوں کے بالاخانے میں لے جا کر دوزخ میں دھکا دے دوں گا۔

قارئین کرام! یہ ہیں ابلیس کے ہتھکنڈے اور فریب کی چالیں، ان سے بچنا دراصل دوزخ سے بچنا ہے۔ کیا مسلمان جانوروں کو غیر اللہ کے نام کا نہیں

کرتے؟ بزرگوں کی نذر کر کے انہیں بحفاظت تمام نہیں رکھتے؟ ان پر رنگ وغیرہ کا نشان نہیں لگاتے؟ دوسرے جانوروں کی بہ نسبت اس کا زیادہ ادب نہیں کرتے؟ انہیں مارنے سے رکے نہیں رہتے؟ انہیں ایذا دینے سے نہیں لرزتے؟ کہ تباہی نہ آجائے۔ پھر مرغوں مرغیوں کو پیر کے نام کا کر کے۔ ان کی نذر مان کر نشان کر دیتے ہیں۔ اور عام مرغیوں میں سے نشان کردہ مرغیوں کا بہت ادب کرتے ہیں۔ انہیں مبلا کھانے سے روکتے ہیں۔ بلکہ خاص طور پر انہیں آٹا گوندھ کر کھلاتے ہیں۔ جانوروں کو غیر اللہ کے نام کا کر کے کان چیر کر نشان کرنے کو تو آیت محولہ بالا میں شیطان کا حکم بتایا گیا ہے۔ جس کی پیروی مکہ کے مشرک کرتے تھے۔ پھر اگر وہی کام مسلمان کرنے لگیں، جانوروں کو غیر اللہ کی نذر نیاز کر کے ان پر نشان لگانے لگیں۔ تو توحید اور شرک میں کیا فرق ہوا؟ افسوس جن پیروں، مرشدوں اور عالموں نے عوام کو ان جہالت کی باتوں اور شرکیہ کاموں سے منع کرنا تھا۔ وہ آپ بت بن کر خود کو بچا رہے ہیں۔

ناشکرے انسانوں کی توتا چشمی

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۹ ع ۱۴)

(لوگو سنو!) وہی (قادر مطلق) ہے۔ جس نے تم کو ایک جان (آدمؑ)

سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ تاکہ مرد کو عورت سے
سکون ملے۔ تو جب مرد عورت سے لپٹ جاتا ہے تو عورت کو ہلکا
سا حمل رہ جاتا ہے (نطفہ قرار پا جاتا ہے) پھر وہ اس حمل کو لئے پھرتی
ہے۔ پھر جب حمل بڑھ جانے سے عورت زیادہ) بوجھل ہو جاتی ہے
تو (عورت اور مرد) دونوں خدا سے، اپنے پروردگار سے دعا مانگتے
ہیں۔ کہ (اے خدا) اگر تو ہم کو (جیتا جاگتا) پورا بچہ عنایت کریگا
تو ہم تیرا بڑا احسان مانیں گے۔ پھر جب (خدا) ان کو (جیتا
جاگتا) پورا بچہ عنایت کرتا ہے۔ تو اس (بچہ) میں جو خدا نے
ان کو عنایت کیا تھا۔ خدا کے شریک بنانے لگتے ہیں۔ سو خدا
تعالیٰ کی شان ان کے شرک سے بہت بلند ہے "۔

خلّاق لازوال کی مصوّری

اس آیت کے خنجر بیان نے شرک کی شاہ رگ کاٹ کر رکھ دی ہے

اور "نجس خون" ابلیس کی تلبیسی دلدل کی طرف بڑی تیزی سے بہ رہا ہے۔
مسلمان بھائیوں کو اس منظر کی طرف دھیان کرنا چاہیئے۔ کہ خدائے قدوس
نے اپنی صفت مصوری کو بیان فرمایا ہے۔ کہ عورت اور مرد کے ملاپ سے
اگر وہ چاہے تو رحم میں نطفہ قرار پاتا ہے۔ پھر وہ اس کو مختلف حالتوں میں
تبدیل کرتے ہوئے زندگی کے آثار سے نوازتا ہے۔ کیفیاتِ چہارگانہ کے
مہد توازن میں اپنی پرورش کے کمال دکھاتا۔ غذائیت، مائیت، اور
نسیمیت سے نشوو نما فرماتا ہے۔ پہلے دن جس مقدار میں گرمی، سردی، تری،
خشکی اس کے بقا کے لئے درکار ہے۔ بالکل اتنی ہی مہیا فرماتا ہے۔ اس کے
بعد بہ تقاضائے نمو اپنی ربوبیت کے میٹر سے اضافہ کرتا جاتا ہے۔ اپنی بقا

کے لئے جو ضرورتیں جنین (FETUS) کو پہلے دن لازمی ہیں۔ دوسرے دن ان کے سوا مطلوب ہیں۔ اسی طرح نو ماہ کے دو سو ستّر دنوں تک۔ ربوبیت کے اصول کے مطابق ربّ الارباب اس کو احتیاج کی متفرق قدروں اور اندازوں، مختلف حالتوں اور کیفیتوں سے سلامتی کی بہم رسانی سے گزارتا ہے۔ یہاں تک کہ وہی بوند لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کی ناطق تصویر بن کر اورنگِ کائنات پر جلوہ فرما ہوتی ہے۔ نطفہ سے لے کر وضع حمل تک بچہ کی جو مصوّری اور ربوبیت خلّاق لازوال نے فرمائی ہے۔ کیا اس میں کسی کی مدد و معونت شامل ہے؟

ربّ کریم کی جناب میں مغروری

حاشا و کلا بچے کی تخلیق میں اعانتِ خداوندی کا کسی مشرک اور کافر کو بھی خیال تک نہیں آسکتا۔ پھر اگر کوئی اس بچے کی پیدائش پر اس کا نام پیر اندتا[1] (پیروں کا دیا) رکھ دے۔ تو فرمایئے — آپ کے دل و دماغ پر کیا گزریگی؟ اندر ہی اندر آپ پیچ و تاب کھائینگے۔ اور آپ کی دنیائے توحید میں اس سرے سے اُس سرے تک غم و غصہ کی لہر دوڑ جائے گی۔ کہ جس خلّاق برتر نے بچہ کی حفاظت، ربوبیت اور تخلیق فرمائی۔ اس قدوسِ لم یزل کو بھلا کر — انسان توتا چشمی کر کے — پیدا ہوتے ہی بچے کو پیروں کا دیا ہوا — کہنے لگ جاتے ہیں۔ نبی بخش، پیر بخش، جیلانی بخش، حسین بخش ۔ ۔ ۔ ۔ نام رکھ کر اللہ کے سوا اوروں کی عطا اور دین ماننے لگتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے فرمایا:۔

[1] مسلمانوں نے بچہ کا نام پیر اندتا رکھ لیا۔ اور ہندوؤں نے گورا ندتا رکھا۔ بتلائیے دونوں کے عقیدے میں کیا فرق ہوا؟ سنو! دونوں ہی شرک فی التسمیہ کی خندق میں گر گئے! (صادق)

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ٥ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ٥ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ٥ (پ ۳۰ ع ۷)

اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں مغرور کردیا ہے۔ جس نے تجھ کو بنایا اور (بہت ہی) درست بنایا۔ اور تیرے جوڑ بند (تمام اعضا) مناسب رکھے (پھر) اس نے جونسی صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی۔

اس آیت میں خدا نے اپنے آپ کو انسان کا خالق، مُسوّی۔ مُعدِل، مصوّر اور مرکّب ــــ بلا شرکت غیرے بتایا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ انسان کی تخلیق، تسویہ، تعدیل، تصویر، اور ترکیب میں کسی کو دخل نہیں۔ پھر رسول بخش نام رکھ کر یہ کہنا ــــ کہ بچہ رسولؐ نے بخشا ہے اور علی بخش اور میراں بخش پکار کر یہ ماننا کہ بیٹا علیؓ اور عبد القادر جیلانیؒ نے دیا ہے۔ کس قدر خدا کی جناب میں مغرور اور گستاخ ہونا ہے ایمان داری سے یہ آیت پڑھو:۔

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ٥ (پ ۲۵ ع ۶)

اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے۔ (نری) بیٹیاں ہی بخشتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے (نرے) بیٹے ہی بخشتا ہے۔ یا بیٹے اور بیٹیاں (ملاکر) دونوں قسم کی اولاد بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ایسا کردیتا ہے۔ کہ اس کے اولاد ہوتی ہی نہیں۔ اور وہ (اولاد کی

مصلحت سے) واقف اور (اولاد دینے پر تنہا) قادر ہے :۔

انسان کی کم ظرفی اور سفلہ پن

اس آیت کو پڑھ لیا آپ نے! اب اپنی زندہ ضمیر سے پوچھ کر بتائیں۔ کہ جب بیٹے اور بیٹیاں خدا بخشتا ہے۔ تو پھر کسی بزرگ کے نام کے آگے بخش لگا کر (بہاول بخش) انہیں غیراللہ کی بخشش اور دین ماننا — عقیدہ توحید کی بیخ کنی نہیں کر دیتا؟ اور پھر خدا بخش — خدا کے بخشے ہوئے بچے — کے سر پر کسی پیر کے نام کی چوٹی رکھنا۔ گلے میں کسی کی ہنسلی یا پاؤں میں بیڑی ڈالنا۔ نو مہینے رحم میں رکھوالی کرنے والے سے آنکھیں پھیر کر نگاہ رکھنے کے لئے — منوں مٹی کے نیچے دفن ہونے والے اور خود مرنے کے لئے تیار بر تیار رہنے والے ملنگ کا بالکا بنانا۔ اور بزرگوں، اور شہیدوں کے روضوں پر جا جا کر نذریں نیازیں ماننا — اللہ کی وحدانیت کا منہ چڑانا۔ اور شرک کے جوالا مکھی کے منہ میں جانا نہیں ہے؟

سچ فرمایا خدا تعالےٰ نے — فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا۔ جب چنگا بھلا، جیتا جاگتا، صحیح سلامت، تندرست، بچہ خدا نے والدین کو دیا۔ تو (بجائے خدا کا احسان ماننے کے) وہ اسکی "عطا" کے آئینہ میں غیروں کے آگے جھکنے لگے۔ پھر خدا نے اس ناشکری اور شرک کے متعلق فرمایا۔ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۔ ان کی اس "نمک حرامی" سے خدا تعالےٰ کا کچھ بھی نہیں بگڑتا! اس کی شان اِن کی "کم ظرفی" اور "سفلہ پن" سے بہت بلند ہے!!

مشرکانہ ذہنیت کی بودی دلیل

بعض پیشوا قسم کے لوگ ارادت کی دنیا میں اپنے تصرف کا سکہ

رائج کرنے کے لئے قرآن کی ایک آیت سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جبریلؑ نے حضرت مریم کے پاس آکر کہا تھا لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ میں تجھے پاکیزہ بچہ دینے آیا ہوں" جب جبریلؑ نے مریم کو بچہ (عیسٰے علیہ السلام) دیا۔ تو کیا اولیاء اللہ اولاد نہیں دے سکتے؟

مشرکانہ ذہنیت کی یہ اتنی بودی دلیل ہے۔ کہ دنیا میں شاید ہی کوئی اتنی پھُس پھسی چیز ہو۔ صرف بچہ کی شش ماہیاں کھانے اور نذروں نیازوں کی صورت میں دولت اکٹھی کرنے کے لئے اس آیت کی تجارت کی جاتی ہے۔ اچھا بتائیے؟ کہ بزرگ بچہ تو تصرف سے دے دیتے ہیں۔ یا خدا سے لے دیتے ہیں۔ اور جب وہی بچہ اسی بزرگ کے سامنے موت کی ہچکیاں لے لے کر مر جاتا ہے۔ اس وقت بزرگ کا تصرف کہاں چلا جاتا ہے؟ یا خدا سے لے کر دینے والا اپنی ولایت کے ناز کے ہاتھ سے کیوں اللہ کا ہاتھ نہیں روکتا؟ بلکہ بزرگوں، ولیوں اور نبیوں کے اپنے بچے ان کی آنکھوں کے سامنے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ کوئی خدا کی رضا و مشیت کے آگے دم نہیں مار سکتا — یاد رکھیں۔ کہ جس طرح "پھول" ان کے سامنے "مرجھا" جاتے ہیں۔ اور وہ بے بس ہوتے ہیں۔ اسی طرح اولاد بخشنے یا اپنی مرضی سے خدا سے لے کر دینے میں وہ محض بے اختیار ہوتے ہیں۔ تو یقین مانئے کہ آیت لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا — کا سائن بورڈ آویزاں کر کے "ریستوران" چلانے والے سادہ دلان امت کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کتنی دیدہ دلیری ہے۔ کہ بیٹا دلوے اللہ اور نام ہو جائے بزرگ کا۔ اور جب بیٹا فوت ہو جائے۔ تو بزرگ درمیان سے کنی کترا کر نکل جاتا ہے۔ اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ

بہ قضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ گویا موت فوت میں سولہ آنے خدا ہی کا ہاتھ ہے۔ بزرگ کو کوئی دخل نہیں۔ اور خدا کی "بخشش" اور "عطا" کے وقت بزرگ موجود ہو جاتا ہے۔ پیر بخش ـــ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○

ع نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی!

ہبہ جبریل ؑ کا مفہوم

اب آیت لِاَهَبَ لَكِ ... کا مطلب سمجھئے۔ کہ خدا نے جبریل علیہ السلام کو حضرت مریم کے پاس بیٹے کی خوشخبری دے کر بھیجا تھا۔ فرشتوں کے ذریعے ایسی خوش خبریوں کے بھیجنے کا ذکر قرآن میں کئی جگہ موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو برس سے اوپر ہو گئی۔ اور ان کی بیوی بھی بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گئی۔ قرآن کہتا ہے :-

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى (پ۱۲ ع ۷)

اور بیشک آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم ؑ کے پاس (بیٹے کی) خوش خبری لے کر؛

حضرت ابراہیم ؑ کی بیوی پاس کھڑی تھیں۔ وہ کہنے لگیں۔ ہائے میری کم بختی! کیا اس عمر میں میرے اولاد ہو گی۔ جب کہ میں بڑھیا ہوں اور خاوند

۱؎ خدا کے پیغمبر سے بڑھ کر بھی کوئی بزرگ اور ولی اللہ ہو سکتا ہے؟ کوئی نہیں! حضرت ابراہیم خلیل اللہ سو برس سے زیادہ ہو گئے۔ تصرف کے ذریعے انہوں نے کیوں نہ بیٹا حاصل کر لیا؟ یا اختیار کے بل بوتے پر کیوں نہ خدا سے لے لیا؟ معلوم ہُوا۔ کہ اس بات میں انہیں نہ تصرف حاصل تھا۔ اور نہ اختیار! پھر امتیوں کو کہاں سے تصرف اور اختیار مل گیا ہے کہ وہ اولاد بخشتے یا بخشواتے ہیں؟ (صادق)

میرے بھی بہت بوڑھے ہیں ---- خدا فرماتا ہے۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ - ہم نے ان (سارہ) کو ان ہی فرشتوں کے ذریعے) اسحٰق (بیٹے) کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب (پوتے) کی خوشخبری دی۔ (پ۱۲ ع ۷)

حضرت زکریا علیہ السلام بھی جب عمر کی سو بہاریں دیکھ چکے، بہت بوڑھے ہو گئے۔ تو خدا نے ان الفاظ کے ساتھ بشارت دی۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ يَحْيٰى (پ۱۶ ع ۴)

اے زکریا! ہم تجھ کو ایک بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جسکا نام یحییٰ ہوگا۔

ایسی ہی خوشخبریوں کی طرح خدا تعالےٰ نے حضرت مریمؑ کی طرف بھی خوشخبری بھیجی تھی۔ کہ فرشتہ ان کے پاس آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور کہنے لگا۔

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (پ۱۶ ع ۵)

میں تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں، تاکہ تجھے پاک طینت لڑکا ہبہ کروں۔

واضح ہو۔ کہ فرشتے نے حضرت مریمؑ کو بچے کی سچی بشارت دی۔ تو گویا یہ بشارت بمنزلہ ہبہ کے ٹھیری۔ چنانچہ یہی ہبہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر بشارت کے لفظ سے موجود ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ذیل:۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ (پ۳ ع ۱۳)

جب کہا فرشتوں نے اے مریم! تحقیق اللہ بشارت دیتا ہے، تجھ کو

ساتھ ایک بات کے اپنی طرف سے (کہ تیرے) بیٹا ہوگا جس کا، نام
عیسےٰ مسیح ابن مریم ہے (اور وہ) دنیا اور آخرت میں آبرو والا اور
(خدا کے) مقرب بندوں سے ہوگا۔"

ناظرین کرام! غور فرمایا آپ نے — کہ اس آیت میں فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ — تحقیق اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے مسیح ابن مریم — غُلٰمًا زَکِیًّا — کی!۔ تو ثابت ہوا۔ کہ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا — میں ہبہ سے مراد طفلِ زکی کی بشارت ہے، نہ کہ بچے بخشنے کا اختیار — عطائے اولاد کی اجارہ داری — یا تصرفِ ہبہ اطفال! پھر سنیں! خدا تعالےٰ نے لِاَھَبَ لَکِ کا مطلب مفہوم، مراد، معنی، تشریح اور تفسیر خود آپ ہی بیان کردی ہے، اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ۔ مریم خدا تجھے بواسطہ فرشتوں کے بشارت دیتا ہے اب جب کہ ہبہ جبریلؑ کا مطلب و مفہوم خدا کی زبانی بشارتِ خداوندی واضح اور آشکار ہوگیا۔ تو مومن قانت کے لئے سوائے تسلیم کے کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ جانا چاہیئے۔

حضرت زکریاؑ کی دعا

اس فیصلۂ ربّانی کے بعد پھر بھی اگر دوئی کی "آگ" کو "دعووں" کی پھونکوں سے جلانے والے کہیں، کہ ہبہ جبریلؑ کے معنی بچہ بخشنا ہے۔ جبریل نے بچہ بخشا تھا۔ لہٰذا بزرگ بھی بخشتے ہیں۔ ہم خدا کی، رسولؐ کی قرآن اور مسلمان کی خیر خواہی کی نیت سے گزارش کرتے ہیں۔ کہ اگر جبریل نے بچہ بخشا تھا۔ تو ہبہ جبریلؑ کی "زرخیز زمین" کی "پیداوار" کھانے والے مسیح ابن مریم کو جبریل بخش کیوں نہیں کہتے، پھر یہ بھی ارشاد فرمائیں۔ کہ ہبہ حقیقی تھا۔

یا مجازی حقیقی کا تو ابوجہل بھی قائل نہ تھا۔ پھر مجازی ہوا۔ یعنی خدا نے جبریلؑ کو ایک چیز دے کر بھیجا۔ کہ فلاں کو دے آؤ۔ گویا جبریلؑ ایک مقصد لے کر آئے۔ ایک مشن پر آئے۔ اور خدا کے بھیجے ہوئے آئے۔ کیا اولیاء اللہ بھی ہبہ اولاد کا مقصد لے کر آئے ہیں؟ بچے بخشنے کے مشن پر مامور ہیں؟؟ لِاَھَبَ لَکِ کی طرح قرآن مجید میں وہ کون سی آیت ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ اولیاء اللہ کو خدا نے ہبہ اولاد کے لئے بھیجا ہے؟ بخدا قرآن مجید کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات میں ایک آیت بھی ایسی نہیں۔ جس میں کسی بشر کو بچہ بخشنے کا اختیار دیا گیا ہو! پیغمبر سے بڑا بزرگ تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ حضرت زکریا علیہ السلام خدا کی جناب میں یوں دعا کرتے ہیں۔ اس کے در سے خیر مانگتے ہیں:-

فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۝ (پ ۱۶ ع ۴)

خداوندا! مجھے اپنی جناب سے بچہ ہبہ کر۔

غور کریں۔ کہ حضرت زکریا خدا کے پیغمبر تو کہہ رہے ہیں۔ خداوندا! مجھے اپنی جناب سے بچہ بخش۔ فرزند ہبہ کر۔ معلوم ہوا۔ کہ پیغمبر کے اختیار میں بچہ بخشنا نہیں ہے۔ پھر جو کوئی کہے۔ کہ بزرگ اولاد دیتے ہیں۔ اس سے بڑا جھوٹا اور کون ہو سکتا ہے؟ مسلمانو! اپنے ایمانوں کو بچاؤ۔ قرآن کی تعلیم پر عمل کر کے مسلمان بنو۔ اور بزرگوں اور اولیاء اللہ کو ان کا جائز مقام دے کر ان کا ادب کرو۔ ان کے مسنون نقش قدم پر چلو۔ نہ کہ انہیں خدائی اختیار سونپ کر معبود بنا لو۔

ناموں کی اصلاح و تبدیل

انسان کی زندگی کو اسکے نام کیساتھ بڑا دخل ہے۔ نفسیاتی لحاظ سے

نام کا طبیعت پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ الفاظ ہی تو ہوتے ہیں۔ جن کے بولتے ہی
فساد کے بھڑکتے شعلے سرد پڑ جاتے ہیں۔ اور الفاظ ہی امن وامان کے خرمن
کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ الفاظ ہی سے مشکل امور کی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔
اور بنے بنائے کام بگڑ جاتے ہیں۔ کسی کو بہادر کہو۔ تو اسکا نتیجہ چستی اور ہمت
آفرینی ہے۔ بزدل اور مریل کہنے سے طبیعت پر کاہلی، اور پژمردگی چھا جاتی
ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جن کے ساتھ ہر وقت سابقہ لازم نہیں۔ اور نام تو
وہ چیز ہے۔ جو پیدائش سے لے کر موت تک ساتھ چمٹا رہتا ہے اسلئے
نام کے الفاظ، اس کا مفہوم اور مطلب مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے بڑا
جامع، نہایت پاکیزہ، معنی خیز، بہت اونچا —— اعلےٰ اور ارفع ہونا
چاہیئے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (بطور مثال کے)
عبداللہ اور عبدالرحمٰن بہترین نام بتائے[1]۔ غور کریں۔ کہ جس شخص کا نام عبداللہ
اللہ کا غلام —— ہوگا۔ عقل وشعور کے تقاضے سے وہ اپنی غلامی کی زنجیر
صرف اپنے مالک —— خدائے ذوالجلال کے ہاتھ میں دے کر خود کو ہر
غیر اللہ کی غلامی سے آزاد تصور کرے گا۔ وہ اللہ کے سوا کسی کا غلام
(SLAVE) بننا یا کہلانا گوارا نہ کرے گا۔ اور پھر بہ حیثیت غلام ہونے
کے دکھوں، دردوں، غموں، اندوہوں اور مصیبتوں، مشکلوں میں صرف اپنے
مالک کے آگے ہی دعا و پکار کرے گا۔ اپنی غلامی کا ثبوت دینے کے لئے
اسی کے سامنے ہی روئے گا۔ سجدے کرے گا۔ زاری کریگا۔ آہیں بھریگا۔
اور اس کا در چھوڑ کر کسی اور دروازے پر نہیں جائے گا۔ کیونکہ اس کی
ذات کے سوا سب ہی اس کے غلام ہیں۔ مالک صرف ایک ہی ہے اس

[1] مشکوٰۃ!

لئے رسول خدا ؐ نے فرمایا۔

لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ۔ خبردار! کوئی تم میں سے (کسی کو) میرا بندہ اور میری لونڈی نہ کہے، کیونکہ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ نِسَآءِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ۔ سب تمہارے مرد (صرف) اللہ کے بندے ہیں۔ اور سب تمہاری عورتیں (صرف) اللہ کی لونڈیاں ہیں۔ (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ عبدالرسول ؐ۔ عبدالنبی ؐ وغیرہ نام رکھنے منع ہیں۔ عَبد اور اَمت کو سوائے اللہ کے ناموں کے کسی اور نام کی طرف مضاف نہیں کرنا چاہیئے۔ یعنی — عَبْد اور اَمَۃ — کا مضاف الیہ اللہ اور اس کے اسماء حسنٰے ہی ہو سکتے ہیں۔ جیسے، عَبْدُ اللّٰہ۔ اَمَۃُ اللّٰہ۔ عبدالرحمٰن، امۃ الرحمٰن ....

بَرَّہ نام کو بدل دیا

زینب بنت ابی سلمہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ سُمِّیَتْ بَرَّۃَ۔ میرا نام بَرَّہ (نیکوکار) رکھا گیا۔ اس پر حضرت انور ؐ نے فرمایا۔ لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَھْلِ الْبِرِّ مِنْکُمْ، اپنے آپ کو (نیکوکار کہہ کر) نہ سراہو۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ کہ کون تم میں سے نیکوکار ہے! سَمُّوْھَا زَیْنَبَ۔ پھر حضور ؐ نے فرمایا۔ کہ "برّہ" کی بجائے اس کا نام زینب رکھ لو۔ (صحیح مسلم)

غور فرمایا آپ نے۔ کہ حضرت انور ؐ نے کتنی باریک بینی اور حکمت سے کام لیا۔ کہ جس نام سے، صاحب نام کی نکوکاری کا پہلو نمایاں ہوا۔ آپ نے اسے تبدیل کر دیا۔

زوجہ رسول ؐ کا نام تبدیل

حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت جویریہ رضؓ جو حضور ؐ کی

ازواج مطہرات سے ہیں، کا نام برّہ تھا۔ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْمَہَا جُوَیْرِیَۃَ ۔ حضرت انورؐ نے ان کے نام برّہ کو جویریہؓ سے بدل دیا۔ (صحیح مسلم)

بچّے کا نام بدل دیا

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ منذر بن ابی سعیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے۔ حضورؐ نے انہیں (جب بچہ تھے) اپنی ران مبارک پر رکھ کر نام دریافت کیا۔ عرض کیا گیا۔ فلاں نام ہے' آپ نے فرمایا۔ گا لٰکِنِ اسْمُہُ الْمُنْذِرُ ۔ نہیں (یعنی جو تم نے نام رکھا ہے۔ وہ ٹھیک نہیں) بلکہ اس کا نام منذر (مبلغ اسلام) ہے۔ (بخاری)

عاصیہ نام کی تغییر

حضرت عمرؓ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ (گنہگار) تھا۔ فَسَمَّاہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمِیْلَۃَ ۔ حضورؐ نے بجائے عاصیہ کے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا (صحیح مسلم)

ابوالحکم کی کنیت پر قدغن

ایک شخص اپنی قوم کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے اسے الحکم کی کنیت سے پکارا۔ آپ نے فرمایا۔ (سنو!) حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور حکم اسی کی طرف ہے۔ پھر تم نے اپنی کنیت کیوں الوالحکم رکھی ہوئی ہے؟ اس نے عرض کیا۔ حضورؐ جب میری قوم میں جھگڑا پڑ جاتا ہے تو میں ان میں حکم کرتا ہوں۔ تو دونوں فریق میرے حکم پر راضی ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ نے یہ (توجیہہ) سن کر فرمایا۔ چہ خوب! پھر ارشاد ہوا۔ کیا تمہارے اولاد ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں حضورؐ! میری اولاد شریح ہے۔ مسلم ہے۔ عبداللہ ہے۔ پھر پوچھا۔ ان میں سب سے بڑا

کون ہے؟ اس نے عرض کیا۔ شُریح! قَالَ فَاَنْتَ اَبُوْشُرَیْحٍ۔ رحمت دو عالمؐ نے فرمایا۔ (خبردار! آج سے ابوالحکم کنیت ترک کردو) کہ اب تم ابو شریح ہو۔ یعنی تمہاری کنیت ابوالحکم کی بجائے ابو شریح رکھ دی گئی ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

نام تبدیل کرلو

بھائیو! غور کرو۔ کہ رحمت دو عالمؐ ان ناموں کو تبدیل کر دیتے تھے۔ جو شرکیہ ہوتے تھے۔ یا جن سے شرک کی بو آتی تھی۔ جو فخر یا تکبر کا باعث ہو سکتے تھے۔ یا احساس کمتری اور قنوطیّت کے آئینہ دار تھے۔ رسول خداؐ کے ارشادات، احکام، اور کام ساری امت کے لئے برابر قابل عمل ہیں۔ تو پھر کیا ہی اچھا ہو۔ کہ رسولِ خداؐ کی تعلیم کے مطابق آپ بھی اپنے ناموں کا جائزہ لیں۔ اگر وہ شرعاً قابل اعتراض ہوں۔ تو بدل دیں۔ اس میں شرم کی کوئی بات نہیں ہے حضرت انورؐ نے اپنی بیوی کا نام برّہ سے جویریہؓ کر دیا تھا۔ حالانکہ برّہ شرکیہ نام نہیں تھا۔ اور آپکو کم از کم شرکیہ نام تو ضرور بدل دینے چاہئیں!

نام رکھنے کا طریقہ

بچوں کے نام رکھنے ہوں۔ تو چند طریقوں سے رکھ سکتے ہیں۔

پہلا طریقہ:۔ یہ ہے۔ کہ اگر لڑکا ہو ــــ تو عبد کے آگے، اور لڑکی ہو ــــ تو اَمَتہ کے آگے خدا کے ننانوے ناموں میں سے کوئی ایک نام لگا دو۔ بڑا پاکیزہ اور معنی خیز نام بن جائے گا۔

نام رکھنے میں عبد کی اضافت کسی غیراللہ کی طرف نہ ہو کہ عبد کو عبد کا ــــ عبد بنانا پست ذہنیت پر دلالت کرتا ہے۔

فضل۔ کرم۔ عنایت۔ رحمت۔ عطا، جب اولاد کی صورت میں

حاصل ہوں۔ تو نام رکھتے وقت انہیں غیر اللہ کا مضاف نہ بنائیں۔ خدا بیٹا دے۔ تو اس کا ایسا نام ہرگز نہ رکھیں۔ کہ بلاتے وقت اسے غیر اللہ کی نیاز یا نذر کہنا پڑے۔

بخش ــ کے پہلے کسی غیر اللہ کا نام ــــ نام رکھنے میں بالکل نہ لائیں۔ بلکہ خدا کے ناموں میں سے کسی نام کو پہلے لا کر اچھا نام بنائیں۔

دوسرا طریقہ:ــ یہ ہے کہ اسم محمدؐ یا احمدؐ کے ساتھ کوئی صفت (ADJECTIVE) جو حضورؐ کے لئے ثابت ہو ــــ لگا کر نام رکھ لیں۔

تیسرا طریقہ ــــ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے انبیاء کے ناموں پر نام رکھیں۔

چوتھا طریقہ ــــ کہ کوئی مرکّب اضافی یا مرکّب توصیفی بنا لیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ بشرطیکہ اس مرکّب ــــ نام ــ کا معنیٰ، مطلب اور مفہوم کسی صورت بھی کتاب و سنت کی اسلامی تعلیم سے نہ ٹکرائے نہ اس سے شرک ٹپکے، نہ مخلوق کی غلامی کی بو آئے۔ نہ اس سے دماغ میں کبر و غرور سمائے۔ اور نہ احساس کمتری پیدا ہو۔ اس طرح آپ اپنے علم، فہم، لیاقت، ذہانت، تخیل، تصوّر، قیاس اور عقل و فکر کی جولانی سے ہزارہا نام تجویز کر سکتے ہیں۔ شاعری کی ٹکسال سے ناموں کے سکے ڈھال سکتے ہیں۔ "خالص سونے" کے "سکے"! "طلائی دینار" ــــ بے غلّ و غش!! تخیل کی پاکیزگی اور "بلند پروازی" "کامل عیاری" کی ضامن ہے!

خبردار! اپنے بچوں اور بچیوں کے نام بڑی سوچ بچار کے بعد ــ بلکہ

اہل توحید علماء یا فاضل ادبار کے مشورہ سے معنی خیز اور کردار آفریں رکھا کریں تاکہ وہ بچے بڑے ہو کر اپنے ناموں کا اعلےٰ مفہوم پاکر اسم باؐمسمیٰ ہونے کی کوشش کریں۔ ناموں کے معانی کے دریا کے پیراک نہیں۔ اس طرح ملک و ملّت کی فضا توحید خداوندی، سنت کی شیفتگی، ہر قسم کی ہنرمندی خیر و خوبی، رشد و ہدایت، علم و فضل، تہذیب و اخلاق اور کمالات کے تنوع سے بھر جائے گی!

غیر اللہ کے حصے ٹھیرانا

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (پ۸ ع ۳)

اور (یہ کافر) خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور (خدا کے پیدا کئے ہوئے) چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ (نیاز) ٹھیراتے ہیں۔ پھر اپنے (مشرکانہ) خیال کے مطابق کہتے ہیں۔ کہ اتنا حصہ تو خدا کا ہے اور اتنا حصہ (نیاز) ہمارے (ٹھیرائے ہوئے) شریکوں کا۔ پھر (ان کا ردیہ یہ ہے۔ کہ جو (حصہ) ان کے (ٹھیرائے ہوئے) شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتا۔ اور جو (حصہ) اللہ کا ہوتا ہے۔ وہ ان کے (ٹھیرائے ہوئے) شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ برا ہے جو (تقسیم کا)

۱؎ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کریں۔ انہیں اخلاق، تہذیب اور تمدن کے زیور سے آراستہ کریں۔ دینی اور مروجہ تعلیم کی بلندیوں تک پہنچائیں، تاکہ وہ عقل و شعور سے کام لے کر اپنے معنی خیز نام کے تقاضے کے مطابق زندگی بنائیں۔ منہ

حکم کرتے ہیں۔"

نذرِ اللہ نیازِ لات

اس آیت میں خدا نے مکہ کے مشرکوں کا ایک شرکیہ فعل مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لئے بیان کیا ہے۔ کہ زمین کی پیداوار — غلہ، اناج، پھل وغیرہ اور چوپایوں میں سے ایک حصہ تو خدا کے نام کا نکالتے تھے۔ هٰذَا لِلّٰهِ — نذرِ اللہ! اگر وہ یہاں تک ہی رہتے۔ صرف اللہ کی نذر نیاز پر ہی معاملہ ختم کر دیتے۔ تو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہ چلتا۔ نہ تلواریں اٹھتیں۔ اور نہ جنگیں ہوتیں۔ لیکن انہوں نے خدا سے بغاوت کرتے ہوئے توحید کی حد کو یوں پھاندا۔ کہنے لگے — هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا — یہ حصہ — ہمارے (ٹھیرائے ہوئے) شریکوں کا ہے یعنی جن خدا کے پیاروں — لات، منات وغیرہ نے خدا کو کہہ کہا کر، ہماری سفارشیں کر کر کھیتی پکوائی ہے۔ جن کی طفیل اتنا غلہ اور اناج ہمارے گھر آیا ہے۔ باغوں میں درخت پھلوں سے لد گئے ہیں۔ کھجوروں — انگوروں سے ہمارے گھر بھر گئے ہیں۔ جنہوں نے مویشیوں کی ڈار، بکریوں بھیڑوں اور اونٹوں پر نگاہ رکھی ہے۔ اور خدا کو کہہ کر بلاؤں، حادثوں اور وباؤں سے انہیں بچایا ہے۔ خدا کے حصّے کے ساتھ یہ ایک حصہ ان کا بھی ہے۔ نذرِ اللہ۔ نیازِ لات۔ نیازِ اللہ۔ نذرِ منات۔

جس شخص کے دل میں اللہ کا ڈر ہے۔ اور حق کا متلاشی ہے اسے مرنا یاد ہے۔ اور خدا کو حساب دینے پر ایمان ہے۔ وہ نابینی ارادت کی پٹی آنکھ سے کھول کر هٰذَا لِلّٰهِ — وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا — کو پڑھے۔ اور پھر بتائے۔ کہ اگر نذرِ اللہ کے ساتھ نذرِ لات و منات شرک

ہے۔ تو نذر اللہ کے سوا نذر حسین رضؓ کیوں شرک نہیں؟ اور اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عقیدت کے سمگلر ـــــ آپ کی دقِ تقدس بیچ کھانے والے یہ کہیں۔ کہ لات تو پتھر کا بت تھا۔ اس کی نظر نیاز شرک تھی۔ اور حضرت امام حسین رضؓ تو خدا کے بزرگ اور پیارے تھے۔ اس لئے ان کے نام کی نذر نیاز جائز[1] ہے۔ تو ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ مشرکین عرب لات کے بت کے پتھر سے کچھ سروکار نہیں رکھتے تھے۔ ہم پیچھے بتا چکے ہیں۔ کہ قوم نوح کے پانچ بت ان کے بڑے بزرگ تھے۔ ان بزرگوں کی ارواح سے وہ لوگ توسّل کرتے تھے۔ اسی طرح لات بھی اہل عرب کا بزرگ تھا۔ جیسا کہ ابن جریر میں آیت اَفَرَأَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضؓ وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے:۔

كَانَ يَلُتُّ السَّوِيْقَ لِلْحَاجِّ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيُطْعِمُ مَنْ يَّمُرُّ مِنَ النَّاسِ فَلَمَّا مَاتَ عَبَدُوْهُ وَقَالُوْا هُوَ اللّٰتُ ـــــ اِنَّهُمْ غَلَوْا فِيْهِ لِصَلَاحِهٖ حَتّٰى عَبَدُوْهُ وَصَارَ قَبْرُهٗ وَثَنًا مِّنْ اَوْثَانِ الْمُشْرِكِيْنَ

[1] اس جائز ہے پر کوئی دلیل شرعی؟ کوئی نہیں! صرف اپنا ہی خیال اور زعم ہے اور اس خیال و زعم کے تحت، نذر لغیر اللہ کے بین السطور میں بے مشقت دنیا کا مال اکٹھا کرنا ہے۔ مشرکین کے پاس بھی نذر لغیر اللہ کے لئے کوئی وجہ جواز نہ تھی۔ خدا کہتا ہے۔ وہ جو یہ کہتے تھے۔ کہ یہ حصہ اللہ کا ہے۔ اور یہ حصہ شرکاء کا۔ فَقَالُوْا ـــــ بِزَعْمِهِمْ ـــــ وہ صرف اپنے خیال اور زعم سے کہتے تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ نذر لغیر اللہ کے لئے نہ دلیل اُن کے پاس تھی اور نہ اِن کے پاس۔ (صادق)

لات ان لوگوں کا بزرگ تھا۔ حج کے دنوں میں وہ حاجیوں کیلئے
ستو کی سبیلیں لگاتا تھا۔ اور آنے جانے والے عام لوگوں کو
کھلاتا پلاتا تھا۔ (بہت بڑا سخی اور نیک مرد تھا) جب وہ مرگیا تو
لوگوں نے اس کی بزرگی میں غلو کر کے پرستش شروع کردی (اسکے
نام کی نذریں نیازیں دینے لگ گئے۔ اور اسے خدا کے ہاں اپنا
سفارشی بنالیا۔ اور پھر) اس کی قبر (رفتہ رفتہ) مشرکوں کے بتوں
میں ایک بُت بن گئی (ابن جریر۔ ابن کثیر وغیرہ)

اب آپ کو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ لوگ جو لات کا حصہ۔۔ نذر نیاز نکالتے
تھے وہ پتھر کی نیاز نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ان کے بزرگ لات کی نذر ہوتی تھی
اس نذر لغیر اللہ کو قرآن نے شرک قرار دیا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کی
نذر کے ساتھ حضرت امام حسین رضؓ یا کسی نبی، ولی، شہید، بزرگ کی نذر نیاز
دیتے ہیں۔ لات کے ناذروں اور ان کلمہ گو نذر گزاروں میں کیا فرق
ہوا، وہاں بھی بزرگ کی نذر اور یہاں بھی بزرگ کی نیاز۔ چونکہ نذر نیاز
شرعاً عبادت ہے۔ اس لئے ہر غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ کوئی چھوٹا
بزرگ ہو۔ یا بڑا بزرگ ہو۔ نبی ہو یا امتی ہو۔ زمانہ جاہلیت کا انسان ہو
یا دورِ اسلام کا بڑا آدمی ہو۔ اللہ کی نذر کے سوا ہر انسان کی نذر حرام
اور باطل ہے۔ قبر میں مدفون ہو یا بت میں مرکوز۔

اب جب کہ قرآن سے ثابت ہوا۔ کہ غیر اللہ کی نذر نیاز مشرکوں
کا فعل تھا۔ اور قرآن نے سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ سے ان کے اس فعل کی

لہ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ اور کہتے ہیں (مشرک کہ
یہ (لات ومنات وغیرہ) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (پ ۱۱ ع ۷)

مذمت کی ہے۔ تو پھر جن "بزرگوں" کی یہ تعلیم ہے۔ کہ:۔

تیسرے" چوتھے بخار کے لئے فلاں قبر پر جاکر ٹھیکری لے کر گلے میں باندھو اور صاحب قبر سے کہہ آنا۔ کہ اگر بخار اتر گیا۔ تو سوا روپیہ نیاز لاؤں گا۔

جہل سے اور پھکے نکل رہے ہوں۔ تو فلاں بزرگ کے مزار پر جاکر جھاڑو نذر مان کر نجات کی درخواست کرو۔

بچہ پیدا ہونے کے بعد سوکھنے لگ جائے۔ تو ہرے پیر کی قبر پر جا کر اس کا ماتھا ٹکاؤ۔ اور نذر مانو۔

جوڑوں کے درد سے جب چلنے پھرنے سے رہ جاؤ۔ تو چارپائی اٹھوا کر اس روضہ پر سات جمعراتیں متواتر جاؤ۔ اور مقررہ نذر ہر جمعرات کو ادا کرو۔

بچے سوکھنے سے بچانے ہوں۔ تو بچہ کے سر پر فلاں بزرگ کے نام کی چوٹی رکھ دو۔ اور ہر ششماہی پر ان کے نام کی نذر دیا کرو۔ ان بزرگ کی بچہ پر نظر رہے گی۔

اگر بچے مر مر جاتے ہوں۔ تو بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے گلے میں فلاں پیر صاحب کے نام کی چاندی کی ہنسلی ڈال دو۔ اور ہر سال ایک ایک ڈالتے جاؤ۔ اور کہہ دو۔ اے حضرت ... صاحب! جب بچہ (موت کی خطرناک منزل سے نکل کر، بارہ برس کا ہو جائے گا۔ تو ان ہنسلیوں کی قیمت کی دیگ پکا کر تیرے نام نذر کروں گا۔

اگر کسی کو بھوت، چڑیل، مسان وغیرہ لگ جائے۔ یا کسی جن کا سایہ ہو۔ تو سلیمان؈ کی دہائی دو۔

دُولھا کی برات جانے لگے۔ تو پہلے دولھا کو فلاں مزار پر لے جاؤ۔ اسے

گھوڑی سے اتار کر ماتھا ٹکا کر، نذر چڑھا کر پھر دلہن کے گھر جاؤ۔ خیریت رہے گی۔ ورنہ ......

بچہ پیدا ہو۔ تو اس کا نام پیراں دتا (پیروں کا دیا ہوا) رکھو، دیتا خدا ہی ہے۔ لیکن خدا سے یہ پیر بزرگ ہی لے کر دیتے ہیں۔ ان کا احسان بھی ماننا چاہیئے۔ اور پھر زندگی بھر یہ بزرگ بچہ پر ہاتھ رکھیں گے۔

خشک سالی اور قحط کا زمانہ آئے۔ تو اولیاء اللہ کے مزاروں کو دودھ یا کم از کم پانی سے نہلاؤ۔ اور بارش کروانے کے لئے ان سے عرض کرو۔

ایام وبا میں اپنے مکان کے دروازے پر فلاں فلاں بزرگوں کے نام لکھ کر لگا دو۔ وبا اندر نہیں آئے گی۔ کچھ ان کے نام کی نذر بھی دو۔

سخت مصیبت کے وقت جب تم حیران ہو جاؤ اور تمہارا کچھ بس نہ چلے۔ تو دو رکعت صلوٰۃ الغوثیہ بغداد کی طرف منہ کر کے پڑھو۔ پہلی رکعت میں گیارہ قدم آگے بڑھو۔ اور دوسری رکعت میں گیارہ قدم پیچھے ہٹو۔ تمہاری مصیبت جھٹ دور ہو جائے گی۔ حضرت پیر کی نیاز دو۔

اگر سال بھر مال، جان، اولاد کی خیریت چاہتے ہو۔ تو فلاں امام کے نام کے کونڈے بھرو۔ یاد رہے۔ کہ اگر کونڈوں کی کھیر سے ذرہ بھر بھی زمین پر گر گئی۔ یا کسی طرح کی بے ادبی ہوئی۔ تو وہ تباہی آئے گی کہ یاد رکھو گے۔

بے اولادی، بے روزگاری، بیماری، اور مقدمہ کی کامیابی کے لئے بزرگانِ دین کے چلّوں، اور تھانوں پر حاضر ہونا چاہیئے۔ اور حسب توفیق نذر، نیاز پیش کر کے ان مقدس مقامات پر سجدے میں گر جاؤ اور پھر...

حج کے لئے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ اگر اتنی رقم میسر نہ آئے۔ تو فلاں بزرگ کے روضہ پر سات مرتبہ ہو آؤ۔ ہر سال عرس کے عرس جاکر نذر نیاز حسب توفیق دیا کرو۔ سات مرتبہ جانے سے پورے حج کا ثواب مل جائے گا......

نذروں، نیازوں، چڑھاووں اور چراغیوں کی صورتوں، حالتوں، قسموں شاخوں، جگہوں اور مقاموں کو ہم کہاں تک گنائیں۔ ان کا شمار مشکل ہے فرمائیے! استمداد اور نذر لغیر اللہ کی یہ تعلیم قرآن کی آیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے؟ اشراک باللہ کے یہ "کچے گھروندے" ——— هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ——— کے "ریت کے تودے" کے ساتھ ——— سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ[1] اور لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ[2] کے زلزلے کے پہلے جھٹکے سے ہی پیوند ارض نہیں ہو گئے؟؟

علامہ اقبال ذہنوں کو شرک کی آلائش سے پاک کرنے کے لئے درست فرما گئے ہیں ؎

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے!
ترے دماغ میں بتخانہ ہو تو کیا کہئے؟
جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہئے

[1] (مشرکین مکہ) کیا برا انصاف کرتے ہیں" جو کہتے ہیں کہ کھیتی باڑی اور چارپایوں میں سے یہ حصہ اللہ کا ہے۔ اور یہ حصہ ہمارے (بنائے ہوئے) شریکوں (لات ومنات) کا ہے۔ [2] (جن لوگوں کو تم سوائے اللہ کے حاجت روائیوں کے لئے پکارتے ہو) نہیں اختیار رکھتے۔ وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کا" (پ ۲۲ ع ۱۴)

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

پھر وہ جو کچھ اناج، غلہ، چوپایہ وغیرہ بتوں کے واسطے قرار دیتے تھے۔ وہ ان کے نزدیک اللہ کی طرف نہیں پہنچتا تھا۔ یعنی بتوں — اپنے بزرگوں — کے نام کی منذور چیزیں اُن مصارف میں صرف نہیں کرتے تھے۔ جو خدا تعالیٰ نے مشروع فرمائے ہیں۔ فقیروں، محتاجوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں، ناداروں، مقروضوں کو لات ومنات وغیرہ کے چڑھاووں اور نیازوں میں سے کچھ نہیں دیتے تھے۔ بلکہ سب کا سب مجاور کھا جاتے تھے۔ اور بچا کچھا بت خانہ کی مرمت وغیرہ پر لگاتے تھے۔ اور جو مال اللہ کے نام کا ہوتا۔ وہ بتوں کی طرف پہنچ جاتا تھا۔ یعنی بتوں کی اصلاح اور بت خانہ کے خدمت گزاروں کی ضروریات پر صرف ہو جاتا تھا۔

معلوم ہوا۔ کہ مشرک بہ نسبت خدا تعالیٰ کے بتوں کا زیادہ لحاظ رکھتے تھے۔ وہ بے ادب بتوں کی نذروں کو خدا کے مصارف پر قطعاً خرچ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کی بڑے ادب سے حفاظت کرتے تھے۔ بت کے نام کے جانوروں کو بھوکا پیاسا نہیں رکھتے تھے۔ انہیں مارتے نہیں تھے، ان کی بہت خاطر تواضع کرتے تھے۔ وہ جانور کسی کی کھیتی کھا جائیں۔ کسی کا پانی پی جائیں۔ کوئی نقصان کر جائیں۔ لوگ کچھ نہیں کہتے تھے۔ کہ مبادا کوئی تباہی آجائے۔ ڈرتے تھے۔ کہ جن کے نام کی یہ جانور نذر ہیں۔ وہ ناراض ہو کر اپنے تصرف سے ہم پر کوئی بلا نازل نہ کردیں۔ ان کے نام کی کھانے کی چیزوں کو نہایت پاک جگہوں میں رکھتے۔ جن برتنوں میں وہ چیزیں ہوتیں۔ انہیں معطر کرتے۔ اور پھر کھانوں پر خوشبوئیں چھڑکتے، اور بڑے ادب سے انہیں آپس

میں بانٹتے اور کھاتے پیتے تھے۔ کوئی دانہ زمین پر نہ گرنے دیتے۔ غیر اللہ کے نام کی نذر نیاز اپنے گھر سے لے کر جب اپنے بزرگ کے نام کے بت یا تھان کی طرف چلتے۔ تو راستے میں کسی محتاج سے محتاج اور جاں بلب بھوکے تک کو بھی خدا کے نام پر ذرہ بھر نہ دیتے۔ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ ۚ حتیٰ کہ "بزرگ" کی درگاہ پر حاضری دے کر اسے مجاوروں کے حوالے کر دیتے اور خدا کے حصّے[1] نذر نیاز کی وہ اتنی پروا اور نگرانی نہ کرتے۔ جتنی نذر لغیر اللہ کی کرتے تھے۔ خدا کی نذروں کو بتوں کی درگاہوں پر بھی لگا لیتے۔ مجاور بھی کھا لیتے۔ فَھُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِھِمْ خدا نے فرمایا۔ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۔ کیا بُرا ہے ان کا یہ حکم؛ کہ گھر کی شرع بنا رکھی ہے۔

مشرکوں کے فعل سے مطابقت

مسلمان بھائیو۔ سوچو! کہ خدا نے مشرکوں کے اس فعل، اور گھر کی بنائی ہوئی شرع کو کیوں بیان کیا ہے؟ صرف اس لئے کہ مسلمان توحید پر کاربند رہتے ہوئے اس طرح کا شرک کا کوئی کام نہ کریں۔ نذر نیاز دیں۔ تو صرف اللہ ہی کے نام کی دیں۔ نذر مانیں۔ تو صرف واحد القہار کے نام کی ہی مانیں۔ مگر آج کل کیا ہو رہا ہے؟ خدا کے نام کی نذر، نیاز شاید ہی کوئی مانتا اور پوری کرتا ہے۔ غیر اللہ کی نذروں نیازوں کا بجید زور ہے ـــــ مشرکین مکہ تو پہلے اللہ کا نام لیتے ـــــ اللہ کا حصّہ نذر نکالتے ـــــ اور بعد میں شریکوں کی نذر کا نام لیتے، لیکن

[1] خدا کی نذر کو حصہ کہنا بھی ان کی جہالت اور کفر و شرک کی ایک شاخ تھی۔ خدا کی پیدا کردہ چیزوں اور اس کی مخلوق چوپایوں میں سے اس کیلئے ایک جزو قرار دیتے تھے۔ حالانکہ وہ سب چیزوں کا آپ خالق اور مالک ہے، رب اور رزاق ہے۔ (محمد صادق)

مسلمان تو اللہ کو بھلا ہی بیٹھے ہیں۔ صرف غیر اللہ کی نیازوں پر زور ہے آپ کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔ کہ قبروں کے اوپر ہزاروں روپے اور بہت سی خورد و نوش کی چیزیں ہر جمعرات کو چڑھاوا چڑھتا ہے۔ اور بزرگوں اور شہیدوں کے مزاروں پر عرس کے عرس لاکھوں روپے، کھانے پینے اور پہننے کی بے شمار اشیاء ۔۔۔ نذر لائی جاتی ہیں۔ ہر سال ملک میں بزرگوں کے روضوں کی نذر نیاز کی آمدنی کروڑوں روپے تک پہنچتی ہے۔ جو سجادہ نشیں اور مجاور ۔۔۔ اڑاتے ہیں۔ فرمایئے! خدا کے نام کی نذر نیاز ہر سال کتنے لاکھ روپے کی نکلتی ہے۔ جو خدا کے بتائے ہوئے مصارف پر خرچ ہوتی ہے؟ اس کا جواب آپ کی زندہ ضمیر یہی دے گی۔ کہ الا ما شاء اللہ ۔۔۔ مسلمان خدا کے نام کی نذر۔ نیاز دینا جانتے ہی نہیں۔ برہمنیت اور ملائیت نے انہیں خدا کے نام پر نذر ماننا اور پورا کرنا[1] بتایا ہی نہیں۔ تو پھر ہماری حالت اس

[1] اس لئے نہیں بتایا کہ اگر لوگ خدا کے نام پر نذریں نیازیں ماننے لگ جائیں۔ تو لامحالہ وہ ان مصارف پر خرچ کریں گے۔ جو خدا نے مشروع فرمائے ہیں۔ مساجد پر صرف کریں گے۔ غریب رشتہ داروں اور مفلس ہمسایوں کو دیں گے۔ یتیموں، فقیروں مسکینوں اور محتاجوں کو کھلائینگے۔ قومی اور ملی ضرورتوں پر صرف کرینگے اس طرح جب سب نیازیں نذریں مشروع صیغوں پر لگ گئیں اور (خانہ ساز) مدّوں، بزرگوں کی قبروں، شہیدوں کے مزاروں، تھانوں وغیرہ پر ایک پیسہ نہ پہنچا۔ تو گدی نشینوں مجاوروں۔ صاحب زادوں اور پیروں کا روزگار مارا جائے گا۔ آمدنی بند ہو جائیگی۔ اور پھر تن آسان خدا کے "پیارے" کہاں سے کھائیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خالص قرآن و حدیث بیان کرنے والوں کو یہ لوگ بزرگوں کا منکر اور بے ادب کہتے ہیں۔

(باقی ص ۲۸۵ پر)

باب میں مشرکین مکہ سے پہلی ہوتی نا ۔۔ کہ وہ ھٰذَا اِللّٰہِ .....
وَھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا ۔۔۔ کہتے تھے ۔ اور ہم ھٰذَا لِلّٰہِ
۔۔۔ کہنے سے گئے ۔ اور نذر لغیر اللہ کے سراب کی طرف رخش
حیات کو سرپٹ دوڑا رہے ہیں ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

پھر مکہ والوں کی طرح غیر اللہ کی نیاز کی بہت حفاظت کی جاتی ہے
اس کا بڑا ادب بجالایا جاتا ہے ۔ نذر لغیر اللہ کے کھانے کو بے وضو
ہاتھ نہیں لگاتے ۔ اونچی جگہ رکھتے ہیں ۔ اسے کوئی کھانے کی جرأت
نہیں کرتا ۔ اگر نذر نیاز کے دودھ کو اٹھا کر کوئی عورت مزار پر چڑھانے کے
لئے آرہی ہو ۔ تو مرتی مرجائے ۔ راستے میں اس دودھ میں سے کسی کو
ایک گھونٹ تک نہیں دے گی ۔ اگر کہا جائے ۔ کہ خدا کے نام پر یہ دودھ
ہسپتال میں مریضوں کے لئے دیدے ۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گی ۔
فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ دودھ بزرگ کے مزار
پر لاکر مجاوروں کے حوالے کردے گی ! کیا اہل مکہ کے فعل کے ساتھ پوری
پوری مطابقت نہیں ہو گئی ؎

(بقیہ صفحہ گذشتہ) دراصل نہ کوئی بزرگوں کا منکر ہے ۔ اور نہ بے ادب ۔ البتہ حق گوئی
پران کی "مہاجنی" اور "سود خوری" کی بے ادبی ضرور ہوتی ہے ؎

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
اس خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن (اقبالؒ)

نہ تخمِ لَا اِلٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی (اقبالؒ)

غالیوں کے شرک کی کافرجوانی

مشرکین مکہ رحمت دو عالمؐ کے ساتھ شرک کی حمایت اور پاسداری میں تئیس سال تک نبرد آزما رہے۔ انہوں نے اپنی اولاد، بیویوں، بچوں، خویش واقارب، اور جانوں مالوں کو اشراک باللہ کے جہنم میں جھونک دینا منظور کیا۔ لیکن گلستانِ توحید کی روح پرور ہوا میں سانس لینا گوارا نہ کیا۔ اس سے آپ ان لوگوں کے شرک پر پختہ، محکم اور پکے ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان کے دل میں لات ومنات اور دیگر اصنام کی محبت اس درجہ رچ گئی تھی۔ کہ مصائب وحوائج میں انہیں پکارنا اوران سے استمداد کرنا کسی صورت بھی چھوڑ نہیں سکتے تھے ایسے پکے اور ضدی مشرکوں پرجب ایک ایسی روح فرسا گھڑی آتی۔ زندگی اور موت کا سوال پیدا ہوجاتا۔ چاروں طرف سے نا امیدی ہی نا امیدی گھیر لیتی۔ یاس وقنوط کی کالی گھٹائیں چھاجاتیں۔ اور سوائے موت اور بربادی کے کوئی صورت دکھائی نہ دیتی۔ تو ایسے نازک وقت میں وہ لات ومنات کو بھول جاتے۔ آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی اللہ کے سوا حاجت روانہ سمجھتے۔ اور بڑے خضوع وخشوع سے خلوص بھری دعا صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے آگے ہی کرتے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۲۱ ع ۳)

پس جب (مشرک لوگ) سوار ہوتے ہیں کشتی میں (اور کشتی طوفان میں غرق ہونے لگتی ہے) تو پکارتے ہیں (صرف) اللہ ہی کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت (شرک سے) پھر جب (خدا) ان کو (دریا سے) نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ تو نجات پاتے ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں" (کہتے ہیں، لات و منات کی طفیل بچ گئے۔ لاؤ نذر نیاز ان کی)

غور فرمایا آپ نے۔ کہ مکے کے مشرک ناامیدی کی حالت میں خالص اللہ کو پکارتے تھے۔ کہتے تھے۔ یا اللہ، دریا کی ہلاکت خیز موجوں سے ہمیں بچا لے۔ تیری ذات کے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ تو ہی مشکل کشا، اور تنہا دستگیر ہے۔ ہمارے ڈوبتے بیڑے کو پار لگا دے۔ اور آج کل کے غالیوں اور "انوکھے محبوں" کا یہ حال ہے۔ کہ جب ان پر پوری پوری مایوسی چھا جاتی ہے۔ اور تکلیفوں اور مصیبتوں میں انہیں کچھ نہیں سوجھتا تو کہتے ہیں:۔

امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن!

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادرا

کوئی پریشانی اور ناچاری میں کہتا ہے — یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔ کوئی مصیبت میں کہتا ہے یا رسول اللہ مدد۔ یا علی مدد۔ — یا حسین مدد — کوئی دکھیا پکارتا ہے۔ یا غوث الاعظم۔ کوئی مبہوت کہتا ہے — یا خواجہ خضر —

یہاں غور طلب امر یہ ہے۔ کہ مشرکین عام حالات میں۔ غیر اللہ کو پکارتے تھے۔ لیکن جب ان کی کشتی دریا میں ڈوبنے لگتی۔ اور وہ

زندگی سے نا امید ہو جاتے۔ تو اس وقت صرف اللہ واحد القہار کو ہی پکارتے تھے۔ اور "مسلمانوں" کا یہ حال ہے۔ کہ عام حالات میں تو وہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہی پڑھتے ہیں۔ لیکن جب انہیں کوئی سخت مصیبت آگھیرتی ہے۔ وہ بے حد پریشان ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی "کشتی" غرق ہونے لگتی ہے تو ایسے آڑے وقت میں جب کہ اسباب بھی فیل ہو جاتے ہیں۔ اور سوائے خدا کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا — اس وقت کہتے ہیں —

یا معین الدین اجمیری پار کر کشتی میری!

اب آپ اندازہ لگالیں۔ کہ ابوجہل کے شرک کا وزن زیادہ ہے۔ یا چودھویں صدی کے "مسلمان" کا شرک اس کے شرک سے وزنی ہے — بوجہل موت وحیات کی کشمکش کے اندھیرے میں غیر اللہ سے آنکھ موند کر صرف اللہ ہی کے دروازے کو دستک دیتا ہے۔ اور "مومن مسلمان" شدائد و مصائب کی شب یلدا میں اللہ کو چھوڑ کر — غیر اللہ کو پکارتا ہے

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری، تو قتیلِ شیوۂ آذری

شورنجتان بنی آدم

مسلمان بھائیو! ملائیت کا قلاوہ گلے سے اتار کر، برہمنیت کی غار سے نکل کر۔ اگر آپ بصیرت کی روشنی میں دیکھیں گے۔ تو آپ ضرور مان جائینگے، کہ زمانہ جاہلیت کی پوجا پاٹ کے شرکیہ طریقے مسلمانوں میں ضرور رائج ہیں بزرگوں اور ولیوں کی پرستش کی لعنت کا "ملمع" اور "مرصع" طوق — حضرت نوحؑ کے زمانے میں — شیطان نے لوگوں کے گلے میں ایسی استادی

سے ڈالا۔ کہ ہزاروں سال گزر چکنے کے بعد آج تک لوگ اسے اتارنے کا نام نہیں لیتے۔ "ملمع ساز" "طوق" کی جلا میں فرق نہیں آنے دیتا۔ اس کی آب کو قائم رکھتا ہے۔ اسے پالش کرتا اور چمکاتا رہتا ہے۔ کہ شوربختانِ بنی آدم اس حلقۂ بگوشی کو سازِ دلبری جان کر مطمئن رہیں ؎

ہوئی ہے تربیت آغوشِ بیت اللہ میں تیری
دلِ شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی (اقبالؒ)

مشرکانہ ذہنیت کی فریب کارانہ چالیں

جادو کے فریب سے "لکشمی" کو رام کرنے والے — ارادت و عقیدت کی کساد بازاری کو دور کرنا خوب جانتے ہیں۔ استعانتِ شرعیہ کے "آئینہ" میں شرکیہ استعانت کی ننگی تصویریں دکھاتے — اور شرعیہ استغاثہ کا "ٹائیٹل" لگا کر شرکیہ استغاثہ کی کتاب پڑھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔ تو پھر کیوں کہتے ہو۔ کہ مظلوم اور غریب کی مدد امداد کرو۔ مقروض کو قرض سے چھڑاؤ۔ فلاں کی سفارش کرو۔ اس کا کام کرا دو۔ بازار سے سودا لا دو۔ ڈوبتے کو بچاؤ۔ کیوں دوسرے سے ماچس، قلم، دوات، نمک، ہلدی، سوئی، دھاگہ... وغیرہ مانگ لیتے ہو؟ بیمار ہو جاؤ۔ تو کیوں حکیم، ڈاکٹر کو بلاتے ہو۔ کیوں گھر میں آواز دیتے ہو۔ کہ مجھے پانی پلاؤ۔ روٹی لاؤ۔ بوجھ زیادہ ہو۔ تو کیوں دوسرے کو بلاتے ہو کہ بھائی بوجھ اٹھوا دو..... ان حالات میں کیوں غیر اللہ سے مدد مانگتے ہو؟

بودبات کی ناپیدی

دراصل یہ مشرکانہ ذہنیت کی فریب کارانہ چالیں — اور پاپائیت کے دجل طرز گھناونے نظریئے

ہیں۔ "بھیڑوں" کو مونڈتے وقت کی "تھپکیاں" ہیں۔ "اون" اتارتے وقت کے "پچکارنے" ہیں۔ بندگانِ خدا کو دھوکا دینا اور سادہ لوحوں کو اُلّو بنا کر اپنی غلامی کے ویرانے میں بسانا ہے!

ایک عورت کی شادی کو کافی عرصہ گزر گیا ہے۔ اس کے اولاد نہیں ہوئی اسے بیٹے کی ضرورت ہے۔ اتفاق سے آج شام اس کے گھر نمک ختم ہو گیا ہے اسے نمک کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی ہمسائی سے نمک مانگ لیتی ہے۔ اس پر برہمنیت کہتی ہے۔ کہ جب اس نے نمک غیر اللہ سے مانگ لیا ہے۔ تو بیٹا بھی غیر اللہ سے مانگ سکتی ہے۔ بیٹے کی آرزو لے کر کسی مزار پر جائے۔ تھان پر حاضری دے۔ یا مرشد پکڑے۔ سبحان اللہ! ؎

بت کریں آرزو خدائی کی!
شان ہے تیری کبریائی کی!

غور فرمائیں کہ نمک تو اس نے اپنی ہمسائی سے مانگ لیا۔ کہ نمک اس کے پاس یقیناً موجود تھا۔ کیا اولاد بھی کسی غیر اللہ کے پاس موجود ہے۔ یا اختیار میں ہے۔ جو وہ بیٹے کے لئے غیر اللہ کو پکارے۔ کسی مزار یا تھان پر جا کر جبہ سائی کرے؟ اس قیاس مع الفارق کی "پل صراط" پر تو وہی قدم رکھے۔ جس نے جہنم میں گرنا ہو!! ؎

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

تعاونِ اسلامی کی نشان دہی

یاد رکھیں۔ کہ قرآن و حدیث کی رو سے ہر اس قسم کی مدد، کسی سے لینا یا کسی کو دینا جائز ہے۔ جس مدد پر — مددگار قادر ہو۔ اور ہر وہ چیز ایک دوسرے

سے مانگ لینی درست ہے۔ جو اس کے پاس یا اختیار میں ہو۔ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ اس کی تمدنی، معیشی اور معاشرتی زندگی امداد باہمی کی متقاضی ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ نیک کاموں اور خداترسی (کی باتوں) میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ (پ ۶ ع ۵)

یعنی جتنے کام شرعاً جائز ہیں۔ ان میں تمہیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیئے۔ کوئی بھوکا ہے تو اگر تمہارے پاس کھانا ہے تو اسے کھلاؤ۔ ننگے کو پہناؤ۔ مالدار ہو تو مقروض کی قرض سے جان چھڑاؤ۔ بیماروں کی خبر لو۔ انہیں دوائی لا دو۔ خدانخواستہ کسی کے مکان کو آگ لگ جائے۔ تو آگ بجھاؤ گھر والوں اور ان کے سامان کو بچاؤ۔ ہمت ہے تو ڈوبتے کو پانی کی موجوں سے چھڑالاؤ۔ واقفیت ہے تو کسی کی جائز سفارش کردو۔ یتیموں، مسکینوں، فقیروں، ناداروں، محتاجوں کی مقدور بھر خبرگیری کرو۔ کاغذ، قلم، دوات، نمک، مرچ، ہلدی، مصالحہ، وغیرہ — کی اگر کسی کو ضرورت پڑ جائے۔ تو دینے سے دریغ نہ کرو۔ الحاصل — تمام وہ امور جو آپ کے بس اور اختیار میں ہیں — ان سے انسانوں کی خدمت کرو۔ ان کے کام آؤ۔

یہی ہے عبادت یہی دین وایماں!
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

فریاد مشروع کا پتہ

حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا۔ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا (بخاری)

اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ظالم کی اس طرح کہ اسے ظلم کرنے سے باز رکھو۔ اور مظلوم کی اس طرح کہ

اسے ظلم سے بچاؤ۔ اسی طرح اگر آپ کو کسی زور آور ظالم نے پکڑ رکھا ہے اور آپ پر زیادتی کر رہا ہے۔ آپ کے پاس سے لوگ گزر رہے ہیں۔ تو آپ انہیں آواز دے کر کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس ظالم کی تعدّی سے مجھے بچاؤ قوم قبط کے ایک ظالم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کو پکڑا ہوا تھا۔ اور اس پر ظلم کر رہا تھا۔ پاس سے حضرت موسٰےؑ گزرے۔ قرآن کہتا ہے۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِی مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِی مِنْ عَدُوِّهٖ۔

موسٰے علیہ السلام کی قوم کے آدمی نے اپنے دشمن (قبطی) پر حضرت موسٰےؑ سے فریاد کی۔ (کہ مجھے ظالم سے بچاؤ)

اس آدمی کی حضرت موسٰےؑ سے فریاد کرنی اس لئے جائز تھی۔ کہ حضرت موسٰےؑ بیچ بچاؤ کرا سکتے تھے۔ مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑانا ان کے بس اور اختیار میں تھا۔ چنانچہ انہوں نے ظالم کو بہت سمجھایا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ پھر آپ نے اسے ایک مُکا رسید کیا۔ جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا ـــــ

قرآن اور حدیث کی ان تصریحات سے ثابت ہوا۔ کہ جو کام کسی کے اختیار اور بس میں ہو۔ دنیا کی زندگی میں ہم اس سے وہ کام لے سکتے ہیں اسے کہہ سکتے ہیں۔ اور اس صورت میں ہم سب ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ اس امداد باھمی کو تعاون اسلامی یا استعانت شرعیہ کہتے ہیں۔ یہ استعانت، تعاون، مل ورتن (CO-OPERATION) نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ کار ثواب ہے۔

اللہ کے در کے گدا

آپ جانتے ہوں کہ فلاں شخص بھوکا ننگا اور محض کنگال ہے تو کیا آپ ضرورت کے وقت اسکے پاس جا کر یہ کہتے

ہیں۔ بھائی! ایک سو روپے کی ضرورت ہے۔ چند دنوں کے لئے ادھار دو؟
آپ دانستہ ایسا نہیں کریں گے۔ اور اگر "کنگال شاہ" سے کوئی "جمنا داس"
مانگنے چلا جائے گا۔ تو نادم اور شرمندہ ہو کر واپس آئے گا۔ خوب یاد رکھیں۔
کہ جو امور صرف اللہ کی ذات کے ساتھ ہی مختص ہیں۔ جو باتیں اور کام اللہ ہی
کے اختیار اور قبضے میں ہیں۔ جو خدائے برتر کے خاصے ہیں۔ جو اس کی ازلی،
ابدی صفات ہیں ـــ ان چیزوں کو غیر اللہ میں ماننا یقیناً شرک ہے۔
یعنی جن کاموں کا خدا نے کسی کو اختیار نہیں دیا۔ ان کاموں کے لئے غیر اللہ کو
پکارنا یا اس سے مدد مانگنا حرام اور شرک کی آگ کو پھونکیں مارنا ہے۔ مخلوق
کے دروازے کو ان کاموں کے لئے دستک دینی ـــ جو صرف اللہ ہی کے
قبضے اور تصرف میں ہیں ـــ انسانیت کے نام کی بٹا لگانا ہے۔ ان
ہی معنوں میں خدا نے تمام اولاد آدم کو خطاب فرمایا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ اِلَى اللّٰهِ ج (پ ۲۲ ع ۱۵)

اے بنی نوع انسان (کیا ادنٰے اور کیا اعلٰے) تم سب اللہ کے
در کے گدا ہو"

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ج (پ ۲۶ ع ۸)

اور (سنو! صرف) اللہ (ہی) بے پرواہ ہے اور تم سب (اسکے)
محتاج (بھکاری) ہو"

اب آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ خدا کی عبادات، صفات، اسکے اختیارات
اور تصرفات میں کسی کو شریک کرنا اس کو اللہ کے مقابلہ میں معبود بنانا ہے،
اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ استعانت شرعیہ اور چیز ہے۔ اور استعانت شرکیہ
الگ عذاب ہے! اور دونوں میں فرق کرنا صراط مستقیم پر چلنا ہے۔

ستارہ پرستی کا شرک

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں تشریف لے گئے۔ تو ایک رات بارش ہوئی۔ صبح کو حضورؐ نے نماز فجر پڑھائی اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:-

هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِيْ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ۔ (بخاری مسلم)

حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے (بارش کے ہونے پر) کیا فرمایا؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ اللہ اور (اللہ کے بتانے سے) اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ (سنو!) خدا نے کہا ہے کہ (بارش کے بعد) صبح کو میرے بعض بندے (ایسے) مومن ہوں گے۔ اور بعض کافر ہوں گے۔ پھر جس نے کہا کہ بارش خدا کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے۔ وہ مجھ پر ایمان لایا۔ اور ستاروں کا منکر ہوا۔ اور جس نے کہا۔ کہ بارش فلاں نچھتر سے ہوئی ہے۔ وہ میرا منکر ہوا۔ اور ستاروں پر ایمان لایا"

مُلاحظہ:- حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ بارانِ رحمت کو خدا کے فضل اور محض اس کے حکم سے جاننا اللہ کی توحید پر ایمان لانا اور ستارہ پرستی کے شرک سے انکار کرنا ہے۔ اور نزولِ باراں کو ستاروں کی تاثیر سے یقین کرنا ——— ستاروں کو پوجنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کوئی چیز ذاتی طور پر مؤثر نہیں ہے۔ اور کسی چیز کو مؤثر بالذات

ماننا کفر اور شرک ہے۔ غور کریں کہ اسلام نے کس درجہ سینوں میں کوٹ کوٹ کر توحید بھری ہے۔ اور ہر حال میں خدا کی الوہیت پر ایمان رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اللہ کی توحید اور مرد موحد کے ایمان کے درمیانی "پردوں" کو ناپید کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط — دوڑو سیدھے اللہ کی طرف (پ ۲۷ ع ۲)

چالیس دن کی نماز برباد

عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ لَّا يُقْبَلُ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا۔ (مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت حفصہ رض روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جو کوئی خبریں بتانے والے (نجومی، رمال، جفار، پامسٹ، فال نکالنے والے) کے پاس جائے۔ اور پھر اس سے کچھ پوچھے۔ تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی"

نوٹ:- آیندہ کی خبریں بتانا علم غیب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ جو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر جب لوگ نجومیوں، رمالوں وغیرہ سے اپنا مستقبل دریافت کریں گے۔ تو وہ ایک شرک کی بات کریں گے۔ جس کی وجہ سے عبادت ضائع ہو جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ پریشانیوں، تشویشوں، مصیبتوں، اور اپنی مذبذب حالتوں میں خدا پر بھروسہ رکھیں، وضو کر کے نماز پڑھیں اور خدا کا کثرت سے ذکر کریں۔ بادیدہ نم قرآن پڑھیں۔ اور پھر رو رو کر خالق

لیل ونہار کی جناب میں دعا کریں۔ کہ وہ تاریک مستقبل کو صبح خنداں میں تبدیل کردے۔ بجائے رجوع الی اللہ کے اگر آپ منجموں وغیرہ سے استفسار کریں گے۔ قسمت کا حال پوچھیں گے۔ تو نہ آپ کو اطمینان ہوگا۔ نہ درد کا درماں ملے گا۔ طبیعت زیادہ پریشان ہوگی اور عقائد وایمان کی فضا الٹی مکدر ہو کر رہ جائے گی ؎

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
(اقبالؒ)

شگون لینا شرک ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ قَالَ لَہٗ ثَلٰثًا۔ (ابوداؤد)

عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شگون لینا شرک ہے۔ شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے"

ملاحظہ:۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ بہت شگون لیتے تھے اور اس پر بڑا اعتقاد رکھتے تھے۔ حضرت انورؐ نے اس چیز کا قلع قمع کرنے کے لئے تین بار اس کو شرک کہا۔ تاکہ لوگ شگون لینے کی عادت کو ترک کردیں۔

وہ لوگ جب کہیں جانے لگتے۔ یا کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو کسی جانور یا ہرن وغیرہ کو شِشکارتے۔ اگر وہ دائیں جانب کو بھاگتا تو اسکو

مبارک جانتے اور اپنے سفر کو چلے جاتے۔ اور اگر بائیں طرف دوڑتا۔ تو نحس سمجھتے اور کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔ اس کے علاوہ اور کئی طریقے شگون لینے کے ان میں مروج تھے جن کی بنا پر وہ مہینوں، دنوں، وقتوں، ساعتوں، اور گھڑیوں کو منحوس یا مبارک جان کر کام نہ کرتے یا کرتے تھے۔ شگون کی سعادت اور نحوست اخبار غیب سے متعلق ہے۔ جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے حضورؐ نے شگون پر اعتقاد اور عمل کرنے کو شرک فرما کر —— سفروں، کاموں، ارادوں کی کشتی کو خدا کے بھروسے پر عمل کے دریا میں چلانے کا حکم دیا ہے۔

جانور اڑانے اور فالیں نکالنیں

عَنْ قَطَنِ ابْنِ قَبِيْصَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِيَافَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّيَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ (ابوداؤد)

قطن ابن قبیصہ سے روایت ہے۔ اس نے اپنے باپ سے نقل کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اڑانا جانوروں کا شگون لینے کے لئے (اور آئندہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے) فالیں نکالنا (پانسے وغیرہ ڈال کر)، اور کسی قسم کا شگون لینا افعال شرک سے ہے۔

ملاحظہ:۔ بعض بعض جانوروں کے اڑنے، اڑانے، گزرنے اور ان کے بولنے، آواز نکالنے وغیرہ سے عرب کی عورتیں شگون لیتی تھی۔ مطلب اخذ کرتی اور آئندہ کے لئے اس پر حکم لگاتی تھیں۔ کہ کوئی سفر میں گیا ہوا آج آئے گا۔ یا بیمار شفا پائیگا۔ کہیں سے غم کی خبر آئیگی یا خوشی کا پیغام پہنچیگا۔ آج سفر درپیش ہوگا۔ فلاں کام میں خسارہ ہوگا۔ یا نفع ملیگا وغیرہ۔

آجکل مسلمان عورتیں بھی جانوروں سے کئی طرح کے شگون لیتی ہیں مثلاً کوا بولے تو اس کا مطلب کچھ سمجھتی ہیں۔ گھر آکر بیٹھ جائے۔ تو کہتی ہیں۔ کوے بول! آج میرا بھائی آئے گا۔ کوے اڑ۔ بھلا میری بہن کا کیا حال ہے۔ رسولِ خداؐ نے کوا ہو یا کوئی جانور — ان کی بولیوں، ان کے اڑنے یا اڑانے سے شگون لینے کو کفر کی رسموں سے شکار کیا ہے۔ مسلمانوں کو ایسی باتوں سے توبہ کرنی چاہیئے۔ کہ اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی بولیوں اور اڑانوں کو مغیبات کا مظہر جانتے ہیں۔

اسی طرح فالیں نکالنی بھی آپ نے منع فرمائیں۔ مثلاً صبح صبح عقاب دیکھا۔ تو اس سے عقاب — عذاب مراد لے لیا۔ کہ آج ضرور کوئی تکلیف پہنچے گی۔ یا غراب نظر آیا۔ تو غربت سمجھ لی۔ کہ آج مسافری درپیش آئے گی۔ یا بھوک کا سامنا ہوگا۔ اگر ہد ہد منڈیر پر آبیٹھا۔ تو ہدایت سے تعبیر کر لیا۔ رمل کا پانسہ پھینک کر سختی، نرمی، تنگی، فراخی، خوشی، غمی کے حکم لگائے کسی عزیز کے خط میں دیر ہو گئی۔ یا بیمار کی بیماری طول پکڑ گئی۔ گھر میں خدانخواستہ کوئی نہ کوئی تکلیف آنے لگی۔ رزق کی تنگی ہو گئی کوئی پریشانی یا مصیبت پہنچ گئی … تو فالیں نکالنے والے کے پاس چلے گئے۔ اس کی "تجارتی کتاب" پر چاندی رکھی۔ اور کوئی چاندی کی چیز بھی — بندوں کو ہر حال میں اللہ سے لو لگائے رکھنے کی پاک تعلیم دینے والے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے اندر ان خرافات کو باطل اور حرام قرار دیا ہے۔ کہ فردا کے متعلق کوئی حکم نہیں لگا سکتا۔ اور سختی نرمی خالق لیل و نہار کے اختیار میں ہے ؎

اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم ✤ اسی کی طلب میں مروجب مروتم

مبرا ہے شوکت سے اسکی خدائی ٭ نہیں اسکے آگے کسی کی بڑائی!

مت کہو خدا رسول چاہے

عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَقُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ۔

(مشکوٰۃ شریف) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مت کہا کرو۔ جو چاہے اللہ اور محمدؐ اور کہا کرو، جو چاہے اللہ اکیلا"

ملاحظہ:۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ لازوال میں کسی کو شرکت حاصل نہیں۔ اس لئے حضورؐ کے فرمان کے مطابق ہم نہیں کہہ سکتے۔ "جو اللہ رسول چاہے"۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی کی صلاح اور مشورے کے تنہا —— چاہتا ہے۔ اس کی چاہت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ مشکوٰۃ میں ہی ایک اور روایت موجود ہے۔ کہ دورانِ گفتگو میں ایک شخص حضورؐ کو کہہ بیٹھا —— مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ۔ "جو خدا اور آپ چاہیں"۔ اس پر حضرت انورؐ نے (ناراض ہو کر) فرمایا۔ اَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا؟ ۔کیا تو نے مجھ کو اللہ کا شریک بنا دیا —— قُلْ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ ثُمَّ شَاءَ مُحَمَّدٌ۔ (شرکیہ کلمہ سے توبہ کر۔ اور کہہ۔ جو اللہ اکیلا چاہے۔ پھر (جب اللہ کا چاہنا معلوم ہو۔ تو) محمدؐ چاہے۔

ہمیں بڑی احتیاط سے گفتگو کرنا چاہیے۔ اور اللہ کی شان اور صفت میں حضورؐ اور کسی کو بھی شامل کرنے سے بچنا چاہیئے۔ اور کبھی نہیں کہنا چاہیئے۔ جو خدا رسول چاہے، "اللہ رسول شفا دے"۔ "رب رسول رزق دے"، کسی کی موت پر، "اچھا خدا رسول کی مرضی"، لڑائی کے موقع پر۔ "اللہ رسول فتح دے"۔ **الحاصل** جو امور اللہ کے خصائص

سے یا غیب سے متعلق ہیں۔ ان میں خدا کا نام لیتے وقت حضورؐ کو شریک نہ کریں۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے:۔

مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔ اور تم (کچھ) نہیں چاہ سکتے مگر جو چاہے اللہ۔ یعنی خدا کے چاہنے میں کسی کو شرکت نہیں ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ "جو (صرف آپ) چاہتا ہے۔ کر (ہی) دیتا ہے" (پ ۳۰ ع ۱۰)

بزرگی کے جل ترنگ کا شکار

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں اور آیتوں سے اجالا ہو گیا۔ کہ جس کا یہ عقیدہ ہو۔ اولیاء اللہ ـــ گریبانِ حیات چاک کردہ یا بقیدِ حیات ـــ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ وہ یقیناً مشرک ہے۔" اس کی ذہنیت پہلے مشرکوں کے سجاؤ سے بھی نجس ہے۔ اور جو "بزرگ" ولایت کی چاندنی کو کھیت کرنے کے لئے ـــ دم مارتے ہیں۔ کہ نظام دہر میں وہ جو چاہیں کر دیں۔ یاد رکھیں۔ کہ وہ پیدا و پنہاں ذات سے ٹکر لینے والے کذاب ہیں۔ ان کی بزرگی کے جل ترنگ کا شکار ہونے والوں کی حالت نہایت قابلِ رحم ہے۔

چاہنا دعا کی کشکول ہیں

بعض اوقات کئی باتیں ہم چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ تو پوری ہو جاتی ہیں۔ کئی خواہشیں اور ارادے سجدہ ریزی کی صورت میں پھل لاتے ہیں۔ ہزاروں ولیوں اور بزرگوں نے بے شمار آرزوؤں کی کشکول لے کر جب اللہ کے در پر صدا دی۔ تو داتا نے ان کی جھولیوں کو بھر دیا۔ اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا۔ کہ ان کی مرضی خدا کی مرضی میں شریک اور ان کا چاہنا خدا کے چاہنے میں شامل ہے۔ یاد رکھیں۔ کہ انبیا و اولیاء کے چاہنے اور انسانوں

کی خواہشوں، مرادوں اور تمناؤں کی عریانی جب دعا کا لباس پہن لیتی ہے۔ تو اسے خدا کے دروازے کی گداگری کہتے ہیں۔ دعا کے معنی ہی ہیں اللہ کی جناب سے مانگنا۔ جب اپنے چاہنے کو اللہ سے مانگا۔ مطلب کی جھولی اسکے آگے پھیلائی۔ تو بھرے خزانوں والے نے اسے بھر دیا۔ تو یوں کہنا چاہیئے کہ مالک نے فقیری کی لاج رکھ لی۔ خالی ہاتھ نہیں پھیرا۔ کشکول بھر دی۔ نہ کہ خدا کے اور بزرگوں کے چاہنے کے مرکب کو۔ معاذ اللہ ۔ نظام عالم کا کارفرما جان کر ایمان سے ہاتھ دھولیں۔ خوب یاد رہے!

غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ اس نے بے شک شرک کیا"

اسی طرح صحیح مسلم میں عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ نہ قسم کھایا کرو تم بتوں کی اور نہ باپ دادوں کی"

بخاری مسلم میں ابن عمر رض سے مروی ہے کہ حضرت اکرمؐ نے فرمایا۔ "خدا تعالیٰ تم کو باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے پھر جس کو قسم کھانا ہی ہو وہ صرف اللہ ہی کی قسم کھائے یا چپ رہے"!

ملاحظہ :۔ قسم کھانا دراصل اپنی بات پر خدائے جبار و قہار کو گواہ کرنا ہے۔ تاکہ دوسرا شخص اس بات کو یہ جان کر مان جائے۔ کہ عالم الغیب خدا قسم کھانے والے کی نیت، اسکے سچ یا جھوٹ کو خوب جانتا ہے۔ اور وہ قہار

لازوال دھوکہ دینے والوں، جھوٹوں، مکاروں، خائنوں کو دنیا یا دین میں پکڑنے بدلہ لینے اور سزا دینے پر قادر ہے۔ اس تصور سے خدا خوف آدمی کبھی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا۔ اور نہ متقی مومن مردِ مسلمان کی خدا کے نام کی قسم کو رد کر سکتا ہے۔ پھر ہر مسلمان کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اول تو وہ ایک دوسرے کی دینداری اور تقوےٰ شعاری کے پیش نظر زبان پر اعتبار کیا کریں۔ کہ قرآنی معیار کا مسلمان جھوٹ نہیں بولتا۔ اور اگر کسی بات پر وثوق اور زیادہ یقین مطلوب ہو۔ اور قسم کی ضرورت پڑ جائے۔ تو پھر بے شک سچی قسم اللہ کے نام کی کھا لینی چاہیئے۔ اور دوسرے فریق کو مان لینی چاہیئے۔

غیر اللہ کی قسم کیوں شرک ہے؟

جو شخص کسی کی قسم پر اعتبار کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کی عالم الغیبی شانِ قہاری، اور اس کی بطش شدید کے سبب کرتا ہے۔ یعنی اس کو یقین آ جاتا ہے۔ کہ اگر حالف جھوٹ پر جبار کو گواہ کر رہا ہے۔ خیانت پر عالم الغیب قہار کی قسم کھا رہا ہے۔ تو وہ زود — دنیا میں ہی — یا بدیر — آخرت میں اس کو ضرور پکڑیگا۔ اور میرا بدلہ لے گا۔ اس کے برعکس اگر کوئی غیر اللہ کی قسم کھائے گا۔ تو بتائیے کہ اللہ کے سوا وہ کون ہے؟۔ جو حالف کی نیت کو جانتا ہو۔ اس کے سچے یا جھوٹے ہونے سے واقف ہو۔ جو ظلم، فریب یا خیانت کی قسم پر حالف کو دنیا یا دین میں سزا دے سکے؟ ظاہر ہے۔ کہ ان خدائی صفات کا مالک کوئی نہیں۔ جب کوئی نہیں۔ تو غیر اللہ کی قسم کھانا بے سود ہوا۔ کیونکہ قسم کھانے والے کو کوئی ڈر خوف نہیں کہ جس غیر اللہ کی وہ قسم کھا رہا ہے وہ اسکے سچ جھوٹ سے نہ تو واقف

ہے۔ اور نہ ہی جھوٹی قسم پر حالف کو کوئی سزا دے سکتا ہے۔ اسی طرح دوسرا شخص بھی غیر اللہ کی قسم پر مطمئن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسکے جھوٹے حالف کو کوئی بازپرس کرنے والا نہیں ہے۔

چونکہ قسم کے بین السطور میں عالم الغیب کا خوف کارفرما ہے، داورِ محشر کی پرسش کا سوال ہے۔ اس لئے غیر اللہ کی قسم شرک ہے۔ کہ کوئی غیر اللہ نہ پوچھنے والا ہے۔ اور نہ غیب جاننے والا ہے۔ جو جھوٹے کو اپنے غیب کے علم کی بنا پر جھوٹا قرار دے کر پکڑ لے۔

غیر اللہ کی قسموں پر زور

پھر جو لوگ پیروں، بزرگوں اور شہیدوں کی قسم کھاتے ہیں۔ تو وہ دوسروں کو یہ یقین دلاتے ہیں۔ کہ اگر وہ جھوٹی قسم کھا رہے ہیں۔ تو بزرگ ان کو تباہ کر دیں گے۔ اور دوسرے بھی بزرگ کی قسم پر یہ سمجھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ کہ اگر حالف جھوٹا ہوا۔ تو پیر دستگیر اس کو غارت کر دے گا۔ چنانچہ اسی خیال سے اللہ واحد القہار کی قسم کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ جتنی کہ ولیوں اور بزرگوں کے نام کی قسم کو دی جاتی ہے۔ اب آپ ازراہِ انصاف فرمائیں کہ ایسے لوگوں کے مہا مشرک ہونے میں کیا شک باقی ہے؟ جنہوں نے اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر بزرگوں کو جھوٹے حالفوں کا بازپرس کرنے والا جان رکھا ہے۔

یہی حال مشرکین مکہ کا تھا۔ کہ بہ نسبت اللہ کے غیر اللہ۔ جھوٹے معبودوں کی حلفیں بکثرت اٹھاتے تھے۔ حضرت انورؐ نے فرمایا۔

لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِیْتِ[۷۵] — جھوٹے معبودوں، بتوں لات و منات کی قسمیں نہ کھاؤ!

۷۵ صحیح مسلم

ہم تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں درد دل سے عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ کبھی بھی کسی غیر اللہ کی قسم نہ کھائیں۔ وہ غیر اللہ کوئی نبی ہو۔ ولی ہو۔ بزرگ ہو۔ کوئی مزار والا ہو۔ باپ ہو یا ماں ہو۔ کسی کی جان ہو، سر ہو۔ بازو ہو۔ گائے بھینس ہو۔ بیٹا ہو۔ دودھ ہو سوکھا گھاس ہو۔ خدا کی مخلوق میں سے کوئی ہو۔ اگر آپ نے کسی غیر اللہ کی قسم کھالی۔ تو آپ مشرک ہو جائینگے۔ ہم نہیں کہتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اس بارے میں حدیثیں آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

توحید الٰہی کا بحر موّاج

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ (حضورؐ! لوگوں کی) جانیں سختی میں پڑ گئیں۔ کنبے بھوکے مر گئے۔ اور مویشی تلف ہو گئے (اس لئے) ہمارے لئے اللہ تعالےٰ سے بارش طلب کرو۔ فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ۔ پھر ہم (بذریعہ دعائے حضورؐ) آپ کو اللہ کی جناب میں سفارشی[1] ٹھیراتے ہیں۔ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ۔ اور اللہ تعالےٰ

[1] حضورؐ کی سفارش اور وسیلہ سے مراد آپ کی دعا ہے۔ نماز استسقاء ہے یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد قحط کے زمانہ میں حضرت عمرؓ وغیرہ نے حضورؐ کے چچا عباسؓ کو کہا۔ کہ پہلے ہم حضرت انورؐ کو (طلب باراں کیلئے) وسیلہ بناتے تھے۔ اب آپ ہم میں نہیں ہیں اسلئے ہم آپکو بارش کیلئے خدا کے ہاں وسیلہ بناتے ہیں یعنی نماز استسقاء پڑھائیے۔ اور بارش کیلئے اللہ کی جناب میں دعا فرمائیے اگر دعا کے سوا محض حضورؐ کی ذات وسیلہ ہوتی تو پھر حضرت عباسؓ کو وسیلہ کیوں بناتے؟ یاد رہے۔ کہ وسیلہ نیک اعمال اور دعا ہی ہو سکتی ہے۔ (صادق)

کو آپ کے پاس سفارشی لاتے ہیں۔ یہ سن کر رحمت دو عالم نے (غضبناک ہو کر) فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وُجُوْهِ أَصْحَابِهٖ۔ پاک ہے اللہ! پاک ہے اللہ! عرصہ تک فرماتے رہے (اسی طرح) اللہ کی تسبیح — یہاں تک کہ (آپ کے غیظ و غضب کا) اثر آپ کے صحابہؓ کے چہروں سے ظاہر ہونے لگا۔ (کہ ان کے چہرے مارے دہشت کے متغیر ہو گئے۔ اور پھر جب سب تھر تھر کانپنے لگے) تو (اس اعرابی کو مخاطب کر کے) فرمایا — وَيْحَكَ — وائے ہے تجھ کو (اے بے وقوف غافل، جاہل سن!) إِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى أَحَدٍ۔ تحقیق شان یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں بنایا جاتا۔ اس کا وسیلہ کسی کے ہاں نہیں پکڑا جاتا۔ شَأْنُ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ — سفارشی بنانے سے اس کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ وَيْحَكَ أَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ وائے تجھ کو! (بے وقوف) جانتا ہے تو، کیا ہے عظمت اللہ کی؟ (سن!) إِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوٰتِهٖ هٰكَذَا وَقَالَ بِأَصَابِعِهٖ مِثْلُ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ أَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ۔ بے شک اس کا عرش آسمانوں پر محیط ہے۔ اس طرح — اور بتایا (سمجھانے کے لئے) اپنی انگلیوں سے — مانند قبہ کے! اور (اتنا عظیم الشان اور وسیع و عریض) عرش (عظمت الٰہی کے بار سے) لرزتا ہے۔ جس طرح سوار کے (بوجھ کے) سبب اونٹ کا پالان چرچڑ بولتا ہے (ابوداؤد)

حضرت انورؐ غضب میں آ گئے

بارش کی دعا کرانے کے لئے ایک اعرابی نادانی سے حضورؐ کو کہہ بیٹھا۔ کہ ہم آپ کو اللہ کے پاس سفارشی بناتے ہیں۔ یعنی آپ سے مینہ کے لئے دعا

کراتے ہیں۔ اور اللہ کو آپ کے پاس "سفارشی لاتے ہیں"۔ اللہ کی سفارش کے لفظ سے حضورؐ کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ آپ غضب میں آ گئے۔ بے ادبی، گستاخی اور خدا کی شان کے منافی کلمات سن کر ڈرتے ہوئے اس کی تسبیح و تقدیس میں لگ گئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جس کے پاس سفارش کی جاتی ہے۔ اصل کام اس کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اور سفارشی کے کہنے پر وہ کر دیتا ہے۔ تو جب اعرابی نے آپ کے آگے خدا کو سفارشی بنایا۔ تو گویا حضورؐ کو مختار کار جانا۔ اور خدا کو اس کام کے لئے سفارش کرنے والا۔ اور یہ امر سراسر باطل ہے۔ کہ اللہ حضورؐ کے آگے کسی کام کے لئے کسی کی سفارش کرے۔ اس پر حضورؐ کے غصے کی انتہا ہو گئی۔ کہ اعرابی نے کیا کہا ہے۔ حالانکہ خدائی کاموں میں بندے کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔ آپ تعجب، غصے، دہشت اور خوف الٰہی کے جوش سے لگے خدا کی تسبیحیں پڑھنے اور کافی دیر تک پڑھا کئے۔ حتیٰ کہ اہل مجلس بھی گھبرا گئے۔ حضورؐ کے غصے کو بھانپ کر اللہ کے ڈر سے کانپ کانپ گئے۔ پھر حضورؐ نے نادان اعرابی کو سمجھایا۔ کہ وہ خدائی کاموں میں سے کسی کام کا اختیار نہیں رکھتے۔ کہ جس کے لئے — توبہ — معاذ اللہ — خدا سفارش کرے۔ پھر خدا کی عظمت سمجھانے کے لئے آپ نے مثال دیتے ہوئے دکھایا۔ کہ جس طرح میری انگلیاں قبے کی مانند میری ہتھیلی پر ہیں ایسے ہی خدائے لازوال کے عرش نے تمام آسمانوں کو بطور قبے کے گھیر رکھا ہے۔ عرش الٰہی تمام افلاک پر محیط ہے۔ اتنا بڑا عرش جس کے آگے سارے آسمان کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ خدا کے بارِ عظمت سے لرز رہا ہے۔ اس کے جلال و مجد سے کانپ رہا ہے۔ پھر ایسے صاحب جبروت

مالک کو — اے نادان اعرابی — اس کے عبدؐ کے پاس سفارشی ٹھیراتے ہو!! ڈرو! لرزو! کانپو! خوف کھاؤ! توبہ کرو!)

اللہ کی شان میں گستاخی

مسلمان بھائیو۔ غور کرو۔ یہ ہے شان اللہ کی جو حضورؐ نے بتائی ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کس طرح تصرفاتِ الٰہیہ میں اپنی بے بسی دکھائی ہے لیکن ہمیں تعجب آتا ہے۔ ان مسلمانوں پر — جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ کو معاذ اللہ سبک کرتے ہیں۔ اور عرسوں، مولودوں کی محفلوں میں جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں ؎

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا ہے کیا؟
جو کچھ لینا ہے ہم لے لیں گے محمدؐ سے

کس قدر بے ادبی، گستاخی، شوخی اور شرارت ہے اللہ کی شان میں — ؟ اللہ کے پلے ہے کیا؟ ...... وحدت! ایک ہونا! لفظ پلّے۔ گرہ — پر غور کرو۔ یعنی صرف ایک ہونے کو اس نے گرہ میں باندھ رکھا ہے۔ اس ایک ہونے کے سوا اس کے پاس ہے کیا؟ معاذ اللہ کچھ نہیں! پھر سب کچھ کس کے پاس ہے؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہے۔ پھر "جو کچھ لینا ہے ہم لے لیں گے محمدؐ سے"!

بھائیو سوچو! حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ایک اعرابی سے اللہ کی سفارش کا لفظ سن کر تھرا اٹھے۔ اور اسے بار بار ڈانٹ پلائی۔ اگر اللہ کے پلے، کی گستاخی کے الفاظ آپ سن پاتے، تو کیا کرتے؟ مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کی شان پہچانو!

اللہ کے پلے میں!

جو لوگ قرآن کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں۔ اور کلام

کو برحق اور سچ مانتے ہیں۔ وہ آیات ذیل غور سے پڑھیں۔ انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اللہ کے پلے میں کیا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (پ۱۴ ع ۲)

اور جتنی چیزیں ہیں۔ ہمارے پاس سب کے خزانے (بھرے ہوئے) ہیں۔ اور ہم ایک معلوم (مقرر) اندازے کے ساتھ ان کو (مخلوق کے لئے) اتارتے ہیں"

غور کریں۔ کہ قرآن کہتا ہے۔ خدا کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور "بدبخت" کہتے ہیں۔ خدا کے پلے میں ہے کیا۔؟ ان کا قرآن پر کیا ایمان ہوا۔ اور خدا کو ماننے کے کیا معنی؟ پھر ان تمام چیزوں کے خزانوں کے متعلق خدا کہتا ہے۔ ہم ایک معلوم اندازے کے ساتھ (یعنی جس قدر اپنے علم کے ساتھ مناسب سمجھتے ہیں۔ ان خزانوں میں سے اپنی مخلوق کو بھیجتے ہیں۔ ثابت ہوا۔ کہ ہر چیز۔ تمام نعمتیں اللہ کے بھرے خزانوں سے انسانوں کو ملتی ہیں۔ لیکن "عاقبت نااندیش" حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے لینے کا دم بھرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ۔ تمام نبیوں اور سب انسانوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۔ اے بنی آدم (کیا شاہ اور کیا گدا، کیا امتی اور کیا نبی) تم سب خدا کے (در کے) محتاج ہو" (پ۲۲ ع ۱۵)

پھر فرمایا۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ ۔ اور رزق تمہارا (سب کا) آسمان میں (میرے پاس) ہے۔ (پ۲۶ ع ۱۸)

اپنی نعمت یاد دلائی ۔ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ

بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ — اگر تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو اور جس پر تمہاری زندگی کا دار و مدار ہے) خشک ہو جائے تو کون تمہارے پاس پانی جاری لائیگا؟ (پ۲۹ ع ۲)

پھر نافرمانوں، سرکشوں اور ناشکروں کو اپنی عظمت اور جبروت کی طرف توجہ دلائی۔ کہ ان کا خالق کتنی طاقت کا مالک ہے۔ اور وہ کیا کچھ کر سکتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ٥ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ٥ (پ۱۳ ع ۱۵)

کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی۔ کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو (اور سب مخلوق کو جو اُن میں ہے)، حق کے ساتھ پیدا کیا اور اگر چاہے تو مٹا دے تم (سب) کو۔ (کھرا کھوج گنوا دے تمہارا)، اور لا بسائے نئی خلقت (تمہاری جگہ)، اور یہ کام اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔"

مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کو خدا کی الوہیت میں شریک کرنے والوں اور نبیوں اور بزرگوں کے مرتبوں کے غالیوں کو خدا نے ڈانٹ پلائی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ وہ زبردست اقتدار اور جاہ و جلال والا ہے۔ اس کے پلے میں ہے:-

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ط (پ۶ ع ۷)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو۔ (کہ بھلا بتاؤ تو سہی)، اگر اللہ مریم کے بیٹے مسیح کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں۔ سب کو ہلاک کرنا چاہے۔ تو ایسا کون ہے۔ جس کا خدا کے آگے کچھ بھی زور چلتا ہو۔" (یعنی اگر خدا ان سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کون خدا کو روک

سکتا ہے؟)

خدا کے پلے کو خالی کہنے والے نادان ــ ناشکرے!

اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ۝ ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی۔ (پ ۲۹ ع ۱۸)

کیا نہ تھا ایک بوند منی کی۔ جو ڈالی گئی تھی رحم میں۔ پھر ہُوا لوتھڑا۔ پھر پیدا کیا (انسان) اور تندرست کیا ''

ایک بوند سے جس نے تجھے زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ، تمام اعضا، احشار، عقل، فکر، فہم، فراست، شکل، صورت، انسانیت بخش کر بے شمار نعمتیں دیں۔ آج تو اسے کہتا ہے۔ تیرے پلے میں ہے کیا؟ اور حبِ رسول کی نمائشی محبت میں جھوم جھوم کر پڑھتا ہے۔ جو کچھ لینا ہے میں لے لوں گا محمد سے، ان کا اپنا حال یہ ہے۔ کہ درگاہ رب العالمین میں یوں عرض کرتے ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ (بخاری مسلم)

اے اللہ! جو تو دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو تو نہ دے۔ وہ کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اور دولت مند کو اس کی دولت مندی تیرے عذاب سے نافع نہیں ہے ''

غور کریں کہ اس دعا میں حضور نے فرمایا ہے۔ کہ جو چیز خدا نہ دے، وہ کوئی نہیں دے سکتا۔ کوئی دینے والا ہے ہی نہیں۔ کسی غیر اللہ سے مل ہی نہیں سکتی اس سے ثابت ہُوا۔ کہ ہر چیز اللہ ہی کے پلے میں ہے اور امتی سے لیکر پیغمبر تک ہر شخص اللہ ہی کے پلے کا محتاج ہے۔ اسی مضمون کی حضور کی ایک اَور

عجز بھری دعا ملاحظہ فرمائیں!

رسول خدا کی عجز بھری دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ وَتَرٰی مَکَانِیْ وَتَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ۔ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ۔ اَلْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ۔ اَلْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِیْ۔ اَسْئَلُکَ مَسْاَلَۃَ الْمِسْکِیْنِ وَ اَبْتَھِلُ اِلَیْکَ ابْتِھَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ۔ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَفَاضَتْ لَکَ عَیْنَاہُ۔ وَنَحِلَ لَکَ جَسَدُہٗ۔ وَرَغِمَ لَکَ اَنْفُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا وَکُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا۔ یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ۔ یَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ۔ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (طبرانی)

الٰہی تو مجھے خوب جانتا ہے۔ اور میرا (زندگی کا ہر) مقام تیری نظر میں ہے تو میری باتیں سنتا ہے۔ میرا باطن اور ظاہر تجھ پر آشکار ہے میرا کوئی امر کوئی کام، کوئی حاجت، کوئی مشکل تجھ پر مخفی نہیں۔ میرے مالک! میں خستہ حال فقیر ہوں۔ تیرے دروازے پر فریادی اور پناہ گزین بن کر آیا ہوں۔ میرا دل تیرے ڈر سے کانپ رہا ہے اور کلیجہ تیرے خوف سے منہ کو آرہا ہے۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرتے ہوئے تیری جناب میں معافی کا طلبگار ہوں۔ خداوندا! مجھ مسکین کا سوال پورا کر، اپنے گنہگار اور حقیر غلام کی عاجزی اور زاری پر ترس کر

معبود لازوال! اس دہشت زدہ، سہمے ہوئے بڑے محتاج کی عاجزی
اور گڑگڑاہٹ پر عنایت کی نظر کر۔ میں تیرے حضور گردن جھکائے ہوئے
آنکھوں سے برکھا برساتے ہوئے جسم کو تیرے خوف سے پگھلاتے اور
گلاتے ہوئے، ناک اور پیشانی کو خاک آلودہ کر کے حاضر ہوا ہوں
اللہ! میری دعاؤں کو شرف قبول عطا فرما۔ اپنے دروازے سے
مجھے ناکام نہ لوٹا۔ میری بار بار یہی التجا اور دعا ہے کہ مجھ پر شفقت
اور مہربانی فرما۔ تجھ سے کوئی بہتر نہیں کہ جس سے میں سوال کروں
جس کے دروازے کو دستک دوں۔ یا جسے پکاروں۔ الٰہی! تجھ
سے بڑا کوئی معطی نہیں ہے۔ کوئی دینے والا اور بخشش کرنے والا
نہیں ہے۔ فقیروں کی جھولیاں بھرنے والے، سائلوں کے سوال
پورے کرنے والے — ارحم الراحمین! مجھ پر مہربانی فرما۔ رحم کی نظر کر
— کہ ہر طرح کی حمد و ستائش کے لائق تیری ہی شانِ ربوبیت ہے!

ملاحظہ:۔ رحمت للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو پڑھنے
کے بعد اپنے ایمان سے پوچھ کر بتائیں۔ کہ اللہ کے پلے میں کیا کچھ نہیں ہے؟
اور اس بات پر بھی غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جن سے
بڑے مرتبے کا تمام اولاد آدم میں کوئی انسان اور رسول نہیں ہوا اور جو بنی
نوع انسان میں "بعد از خدا بزرگ" کا درجہ رکھتے ہیں) جس اللہ کے آگے اس
قدر عاجزی، زاری، مسکینی، فقیری، خوف، خشیت اور گڑگڑاہٹ سے دعا
مانگتے ہیں وہ اللہ کتنی شان و آن اور بزرگی والا ہے۔ کس قدر لازوال
خزانوں کا مالک ہے ؎

روئیش بچشم پاک تواں دید چوں ہلال
ہر دیدہ جائے جلوۂ آں ماہپارہ نیست (حافظؒ)

بچھڑے کی پوجا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر میقات رب العلمین کیلئے تشریف لیگئے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی خلافت کے فرائض انجام دینے کے لئے تاکید کر گئے۔ کہ بنی اسرائیل کو برابر نصیحت کرتے رہیں۔ ان کے ایمان کو توحید کی آتش نوائی اور تذکیر کی شعلہ بیانی سے گرمائے رکھیں۔ تاکہ عقائد کی اجلی فضا اشراک و احداث کے میلے سے متعفن نہ ہو۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے خلافت کی ذمہ داریوں کو خوب نبھایا۔ وعظ و نصیحت اور تذکیر و ہدایت کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ فرزندان یعقوبؑ کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کی خاطر اپنے جسم کا رُواں رواں سعی پیہم کی نذر کر ڈالا۔ ان کے آسمانِ تذکیر سے صبح و مسا بارانِ ہدیٰ کی برکھا برستی رہی۔ لیکن ان لوگوں کے دل کچھ ایسے سخت اور ان کی "زمین" ایسی بنجر ہو گئی، کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ ان کی کشت زارِ توحید میں شرک کے کلاہ باراں اور صنم پرستی کی زقوم صفت روئیدگی پھوٹنے لگی۔ اور جب خدائے لم یزل کی محبت پر غیر اللہ کی الفت نے غلبہ پالیا۔ تو پھر انہوں نے سامری کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے :-

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ (پ ۱ ع ۶)

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے قوم کو (بچھڑا پوجتے دیکھ کر) کہا۔
اے قوم! تم نے بسبب بچھڑا پوجنے کے اپنی جانوں پر (شرک سے)
ظلم کیا ہے پھر (اب علاج یہ ہے کہ) تم سب اپنے خالق کی طرف توبہ
کرو (اس طرح کہ) اپنی جانوں کو (برضا و رغبت) قتل کرو۔ یہ (توبہ
بالقتل) تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے پھر خدا
تعالےٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی - بے شک وہ توبہ قبول کرنے
والا مہربان ہے؟

سامری سنار کے تیار کردہ بچھڑے پر بنی اسرائیل ریجھ گئے۔ اسکے نمائشی
حسن کے سحر نے انکے ایمان کو اغوا کر لیا - اور وہ شیطان کے قولِ زخرف کے
جھانسے میں آکر گوسالہ کے آگے سربسجود ہو گئے۔

پیغمبرزادوں کی قنوطیت

اس اعتقاد کے ساتھ وہ اسکے نام کی نذر نیاز
دینے لگ گئے۔ اسکے حضور قربانیاں ذبح
کرنا شروع کر دیں۔ اموال و ارزاق اور اثمار و فواکہ — ماکولات اور مشروبات کے
تنوع اور ملبوسات کی گونا گونی کا چڑھاوا چڑھانے لگے — کہ بچھڑا ان سے
خوش ہو کر خدا سے ان کی مرادیں پوری کرا دے گا۔ خالق و مخلوق کے درمیان
وسیلہ بن کر غم زدوں کو، دکھوں دردوں اور مصیبتوں سے نجات دلوائیگا۔
ان کی ہر قسم کی حاجتوں اور مشکلوں کی نیا کو اللہ سے سفارش کر کے پار لگوائیگا
یہ پیغمبرزادے کچھ ایسے قنوطی ہو گئے۔ اور اپنے گناہوں کے سبب خود کو خدا
سے اتنا دور سمجھنے لگے۔ کہ ان کو یقین ہو گیا۔ کہ اب خدا ان کی دعاؤں کو ہرگز
قبول نہیں کرے گا۔ ان کی آرزوؤں اور التجاؤں کو ٹھکرا دیگا۔ کیونکہ وہ بے حد
گنہگار ہونے کے سبب خدا سے مانگنے اور دعا کرنے کے لائق ہی نہیں رہے ہیں۔

مشرکوں کی قدر مشترک

اس یاس و قنوط کے "نزع کے عالم" میں انہوں نے بچھڑے کو اللہ کے پاس سفارشی بنایا اپنی دعائیں التجائیں، حاجتیں اور درخواستیں خدا کے حضور پیش کرنے کے لئے وسیلہ قرار دیا۔
خدا نے ہر زمانے کے مشرکوں کی قدر مشترک کو ان ہی کی زبان سے بیان کیا ہے:۔

وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَآءُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔

اور کہتے ہیں مشرک کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ کام بنانے والا وہی ہے۔
ان خدا کے پیاروں کے پاس تو ہم صرف اسلئے جاتے ہیں اور ان کے
نام کی نذر نیاز محض اس لئے دیتے ہیں۔ کہ) یہ سفارش کرنے والے
ہیں ہماری اللہ کے پاس۔ (پ ۱۱ ع ۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہایت غضبناک ہو کر بچھڑے کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اور سامری کو ایسا پھٹکارا۔ کہ وہ دیوانہ اور حواس باختہ ہو کر —— لَا مِسَاسَ —— پکارتا پھرا۔

توبہ کے نقشے میں خون کا رنگ

بنی اسرائیل کے جب ہواس ٹھکانے ہوئے "وسیلہ" کی شراب کا نشہ اترا۔ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ کے نور سے ان کے ظلمت کدہ دِل سے شرک کا اندھیرا سیماب پا ہوا۔ "وسیلہ" اور "واسطہ"۔ اور "سفارش" کے بت عقل سلیم کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور —— نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ —— کی شمع سے ان کی دنیائے ایمان جگمگا اٹھی —— تو حضرت موسےٰ کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے لئے بہ ہزار ندامت تیار ہو گئے۔ انہوں نے شرک کیا تھا۔ دوئی کی سیاہی سے دل سیاہ کیا تھا۔ اشراک باللہ کے ظلم عظیم سے توبہ کرنے کی صورت موسیٰ علیہ السلام نے ان

کو یہ بتائی۔ کہ

جن لوگوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے کہنے سے بچھڑا نہیں پوجا تھا۔ وہ تلواریں بے نیام کرکے ایک طرف کھڑے ہو جائیں اور عجل پرست برغبت تمام اپنے قتل کے لئے گردنیں جھکا دیں تاکہ موحدین، مشرکوں کی گردنیں اڑا دیں۔ اس شرک کی توبہ خدا تعالٰی تمہاری جانوں کی قربانی لے کر قبول کرے گا۔ گردنیں کٹوا کر راضی ہوگا اگر تم اللہ کو خوش کرکے آخرت کو سرسبز اور بار آور دیکھنا چاہتے ہو، عقبےٰ میں نجات کے خواہاں ہو تو جانیں دیکر توبہ کرلو۔ غیر اللہ کی نذر نیاز، گئو سالہ کی پرستش کے کفارہ میں اپنی جانوں کو توبہ کی بھینٹ چڑھاؤ۔ شاہ رگ کا خون اللہ کی نیاز دو ....

جن لوگوں نے بچھڑ بیت کے زہر کو آب حیات سمجھ کر پیا تھا۔ انہوں نے تنی ہوئی تلواروں کے آگے انابت کی گردنیں جھکا دیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ریگ زار لالہ زار بن گیا۔ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ کے نقشے میں رنگ بھر گیا۔ یہ ہے توبہ بچھڑے کی پوجا کی۔ (مستفاد از ابن جریر وغیرہ)

مسلمانوں میں بچھڑ بیت

یہودیوں کے بچھڑے کی پوجا کا حال پڑھ کر مسلمان اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ اپنے کئے کا پھل پا گئے۔ لیکن یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ خدا تعالٰی نے ان کی گئو سالہ پرستی کا ذکر قرآن میں کیوں بیان کیا ہے؟ مسلمان تجاہل عارفانہ سے کام لے کر دانستہ بے بصری کا شکار ہوتے ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے۔ کہ قرآن نے تمام حالات، واقعات اور قصص و سیر محض امت محمدیہ کی عبرت و نصیحت کے لئے کھول کھول کر سنائے ہیں۔

اور اپنے ماننے والوں کی ہر دکھتی رگ پر انگشتِ تذکیر رکھ کر مرض کا پتہ بتایا ہے اور تمام بیتی ہوئی امتوں کی مہلک بیماریوں کی فہرست گنا کر انہیں متنبہ اور ہوشیار کیا ہے اور ہر جان اور ایمان لیوا انجام کے آغاز کی شکل و صورت دکھائی ہے۔ سہ

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب!
اس زیاں خانے میں تیرا امتحان ہے زندگی

جس طرح یہودی اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے بچھڑا پوج کر شرک کے گڑھے میں جا گرے۔ ٹھیک اسی طرح آج مسلمان بھی اللہ کو مانتے ہوئے "بچھڑے" پوج رہے ہیں۔ دیناری علماء اور مہاجن مشائخ ـــــ تو عوام کو یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ سامری نے چاندی کا نہایت خوبصورت بچھڑا بنا کر یہودیوں کو پرستش کے لئے دیا۔ وہ سامری بڑا مکار اور بے ایمان تھا۔ جس نے شرک کی طرح ڈالی، اور یہودی ایسے اندھے اور بے وقوف بن گئے۔ کہ گئو سالہ کی ڈنڈوت کر کے خدا کے غضب میں آ گئے۔ گویا ان کے نزدیک گئو سالہ کا قصہ ایک کہانی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہ بچھڑا بنایا گیا۔ کچھ وقت کے لئے اسے پوجا گیا۔ اور پھر جلا دیا گیا۔ اور اپنے متعلق ایک بے جان حکایت چھوڑ گیا۔

ان مقتداؤں اور پیشواؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح فرعون۔ نمرود۔ ہامان۔ شداد۔ مرحب۔ عنتر۔ بوجہل اور بولہب مر کھپ گئے ہیں۔ لیکن فرعونیت۔ نمرودیت۔ ہامانیت۔ شدادیت۔ مرحبی۔ عنتری۔ بوجہلی اور بولہبی آج تک موجود ہے۔ اسی طرح سامری کا گئو سالہ اگرچہ موسیٰ نے جلا دیا۔ بچھڑے کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن "بچھڑیت" ضرور چلی آئی ہے ـــ "گئو سالیت" "موسویت" سے برابر برسرِ پیکار رہی ہے۔

مسلمانو! گوشِ ہوش سے سنو! اگر آپ نے شریعت کے خلاف اپنی

خواہش کی پیروی کی۔ تو یاد رہے۔ کہ آپ نے خواہش کو اللہ سے ورے معبود بنایا یہ معبود ہی بچھڑا ہے۔ جس کی آپ نے پرستش کر ڈالی ہے۔ خدائے قدوس نے خواہش کی "بچھڑیت" کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ ۔ (پ۲۵ ع ۱۹)

بھلا تو نے اس کو دیکھا۔ کہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔

یاد رکھیں۔ کہ ہر غیر اللہ کی معبودیت خواہ کسی رنگ میں ہو۔ عین بچھڑیت ہے۔ گئوسالہ پرستی ہے۔

قرآن یا حدیث کے مقابلہ میں اگر آپ نے کسی امام کا قول مان لیا تو گویا آپ نے اس امام کو بچھڑا بنا کر پوج لیا۔ آپ نے سامری کے بچھڑے کی "گئوسالیت" کے آگے سجدہ کر دیا۔ کسی کے کہنے پر اگر آپ نے بلا دلیل کسی چیز کو شریعت کے نام سے قبول کر لیا۔ تو آپ نے بلا شبہ اس عالم یا امام کو اللہ کے سوا "رب" بنا لیا۔ یہ رب بنانا سامری کے بچھڑے پر ایمان لانا ہے۔ اگر یہ جملہ آپ پر گراں گزرے۔ تو آیۂ ذیل پڑھ کر بوجھ ہلکا کریں۔ اور اس کی روحانیت سے ایمان میں جان ڈال لیں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو ان کے بلا دلیل حرام و حلال کردہ مسائل کو مان کر اللہ کے سوا "رب" بنا لیا (پ۱۰ ع ۱۱)

پھر احبار و رہبان، علماء و مشائخ۔ اماموں، قاضیوں، مفتیوں، پیروں، صوفیوں درویشوں، مرشدوں، امیروں، چودھریوں، حاکموں۔ بادشاہوں کے ــــ کتاب و سنت کے خلاف ــــ احکام و ارشادات ماننا ان کو بچھڑا بنا کر پرستش کرنا ہے۔ اللہ سے ورے انہیں رب قرار دے کر "گئوسالیت" کے حضور سربسجود ہونا ہے

اللہ کے حکم کے مطابق مخلوق کی مانتے چلے جانا نظام عالم کی درستگی، اور انسانی معاشرے کی اصلاح و فلاح کا موجب ہے۔ اور خدا کے حکم کے خلاف خلق کو خوش کرنا اور ان کی وفاداری کا دم بھرنا — بت پوجا ہے۔ گئو سالہ پرستی ہے۔ لات و منات کی ڈنڈوت ہے۔

پیروں۔ درویشوں۔ مزاروں اور قبروں کے آگے سجدے۔ قبروں کے عرس، شہداء اور بزرگوں کے نام کی نذریں نیازیں، اہل قبور سے استمداد، غیر اللہ سے دعا۔ ان کے نام کے نعرے، انہیں حاجت روا، مشکل کشا، حاضر و ناظر، نافع و ضار جاننا اور اللہ کے ہاں سفارشی ماننا —— ان تمام امور میں دراصل "بچھڑیت" کی روح کارفرما ہے! مسلمان کتنے خوش فہم ہو گئے ہیں۔ کہ وہ یہودیوں کی گئو سالہ پرستی پر تو نفرین بھیجتے ہیں۔ لیکن اپنے اندر "گئو سالیت" اور بچھڑیت کو محسوس نہیں کرتے!

مسلمانو! غور کرو۔ یہودیوں کی گئو سالہ پرستی (شرک) کی توبہ کس طرح قبول ہوئی؟ انہوں نے جانیں دے کر اللہ کو راضی کیا تھا۔ لیکن آپ نے یہ نہیں سوچا۔ کہ بچھڑے کی پوجا — شرک کتنا خطرناک جرم ہے۔ کس قدر ایمان لیوا اور خوفناک چیز ہے۔ پھر کیا آپ کے لئے ضروری نہیں ہے۔ کہ آج ہی ہر قسم کی "بچھڑیت" (شرک) سے خالص توبہ کر لیں؟ یہودیوں کی توبہ کی طرح آپ کی توبہ فَاقْتُلُوْا کا تقاضا نہیں کرتی۔ سچے دل سے۔ پورے خلوص سے بارگاہ لایزال میں جھک جائیں۔ اور اقرار کریں — کہ تا زیست کسی قسم کے شرک کا ارتکاب نہ کریں گے۔ کبھی "بچھڑا" نہ پوجیں گے۔ ۵

تنک بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت دے!!
نہ رہ منت کشِ شبنم، نگوں جام و سبو کر لے

غیر اللہ کے نعرے!

اسلامی جنگوں اور غزووں میں جب صحابہؓ اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر لڑتے تھے تو خوب داد شجاعت دیتے ہوئے تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ وہ لوگ باوجود مسلح ہونے کے ہرگز آلاتِ حرب پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ میدانِ وغا میں اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کے انتظار میں وہ اس درجہ محو و مستغرق ہوتے تھے۔ کہ باتیغ ہوتے ہوئے بھی بے تیغ لڑتے تھے۔ ان کا یقین اور ایمان تھا۔ کہ بغیر نصرت الٰہی —— تیر و تلوار اور سپر و سنان بے کار ہیں۔ ان ہی معنوں میں علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ!
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

قتل و رمی کا فاعل

بدر کے میدان میں مٹھی بھر مسلمانوں نے کافروں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ کفر کے سترؔ سر غنوں کو جہنم واصل کر کے —— اور ستر کو قید کر کے جب وہ اللہ والے فتح کی خوشی میں شاداں و فرحاں مدینہ کی طرف واپس آ رہے تھے۔ تو کوئی کہتا تھا۔ کہ میں نے فلاں کو قتل کیا۔ کسی نے کہا۔ میں نے اس کو قید کیا۔ ابھی یہ کافروں کے قتل و قید کا تذکرہ جاری ہی تھا۔ کہ حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لے کر تشریف لے آئے:۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج (پ ۹ ع ۱۶)

پھر (اے صحابہ رض) تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔ اور نہیں پھینکا تو نے (اے محمدؐ مشتِ خاک کو کافروں کی طرف) جس وقت پھینکا۔ لیکن اللہ نے پھینکا تھا۔"

یعنی صرف اللہ ہی کی توفیق اور مدد سے کافر مارے گئے۔ اور فتح ہوئی ہے۔ حضرت انور صلعم نے کنکریوں بھری خاک کی مٹھی زور سے کافروں کی طرف پھینکی تھی۔ خدا نے معجزانہ طور پر یہ خاک کافروں کی آنکھوں میں ڈال دی۔ جس سے وہ بڑے پریشان ہوئے اور گھبرا گئے۔ اور آخر لڑائی میں شکست کھا گئے۔ خدا تعالےٰ جہاں صحابہ رض کو کہہ رہا ہے۔ کہ تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے ان کو مارا ہے۔ وہاں رب لایزال اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح فرما رہا ہے۔ کہ جو کنکریوں کی مٹھی تو نے کافروں کی طرف پھینکی تھی۔ جس سے وہ پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ مٹھی تو نے نہیں پھینکی تھی۔ دراصل خدا نے پھینکی تھی۔ مطلب یہ ہے۔ کہ میری ہی توفیق امداد، اور فضل سے

لہ بعض مقلبین وَمَا رَمَيْتَ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضورؐ کا پھینکنا اللہ کا پھینکنا تھا آپکی مٹھی خدا کی مٹھی تھی تو آپ معاذ اللہ خدا ہوئے۔ وہی ذات میم کے پردے میں تھی۔ ان نادانوں کو معلوم ہو کہ خدا نے اسی آیت میں صحابہ رض کو بھی بعینہ وہی الفاظ کہے ہیں۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ ۔ تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۔ دلیکن اللہ نے ان کو قتل کیا۔ یہاں خدا صحابہ رض کو کہہ رہا ہے۔ تم نے قتل نہیں کیا۔ میں نے قتل کیا ہے تو کیا صحابہ رض بھی معاذ اللہ خدا ہوئے۔ اگر مٹھی خدا نے پھینکی ہے تو قتل بھی خدا نے کیا ہے۔ یاد رہے۔ کہ صحابہ رض کے قتل اور حضورؐ کے رمی کا حقیقی فاعل اور مؤثر مطلق اللہ تعالےٰ ہے۔ انسان اس کے فضل وکرم اور حول وقوۃ کے بغیر محض عاجز اور بے چارہ ہے (صادق)

سب کچھ ہیچ ہے۔ اگر نصرت ایزدی اور توفیق خداوندی شامل حال نہ ہوتی۔ تو نہ صحابہؓ کی تلوار زنی کچھ کام آتی۔ اور نہ جناب ختم نبیاںؐ کی مشتِ خاک کارگر ہوتی۔

قرآن میں ایک اور جگہ خدا نے فرمایا :-

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ــــ

اور نہیں ہے مدد (کہیں سے بھی) سوائے اللہ کی جناب کے" (پ۴ ع۴)

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ــــ

اور نہیں ہے (مصیبتوں اور مشکلوں میں جنگوں اور معرکوں میں) تمہارے لئے سوائے اللہ کے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار" (پ۱ ع۱۳)

میدانِ جنگ میں خدا کا ذکر

یہی وہ عقیدہ توحید ہے۔ جو ہمارے اسلاف صحابہؓ کے رگ و ریشہ میں جاری اور ساری تھا۔ اور وہ جنگوں اور معرکوں میں لڑتے وقت ذرا بھی اپنے اندر اگر کمزوری محسوس کرتے یا اپنی طبیعت میں گھبراہٹ یا بے چینی پاتے۔ تو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے۔ اسی کی تسبیحیں پڑھتے۔ اور تکبیریں بلند کرتے۔ جیسا کہ خدا نے میدان جنگ میں لڑنے والے صحابہؓ (اور قیامت تک کے مسلمانوں) کو حکم دیا ہے :-

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ۱۰ ع۲)

اے ایمان والو! جب (اللہ کی راہ میں) لڑو تم کسی (کافر) جماعت سے تو ثابت (قدم) رہو۔ اور (فتح چاہنے کے لئے) اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ تاکہ تمہیں (میدان جنگ میں) کامیابی حاصل ہو"

خدا کے اس حکم سے ثابت ہوا۔ کہ جہاد کے معرکوں میں صرف اللہ ہی کو یاد کرنا چاہئے اسی کے آگے ہی ورد۔ وظیفہ۔ دعا۔ استغاثہ اور تسبیح و تہلیل ہونی چاہئے۔ اور

علی الخصوص ضرورت کے وقت صرف اللہ ہی کے نام کا نعرہ تکبیر بلند کرنا چاہیئے۔ یاد رکھیں۔ کہ نعرہ دراصل دعا ہے۔ اور حدیث شریف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ۔ دعا تو عبادت ہی ہے۔ (حصن حصین)

جب دعا عبادت ہوئی۔ تو نعرہ بھی دعا ہونے کے سبب عبادت ہوا پھر یہ غیر اللہ کے نام ہرگز نہ لگانا چاہیئے۔ کیونکہ غیر اللہ کی ہر قسم کی عبادت شرک اور حرام ہے۔ خدا نے خود فرمایا ہے:-

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۔۔ پس مت پکارو ساتھ اللہ کے (ورد، وظیفہ، دعا میں مصیبتوں کے وقت) کسی اور کو ۔۔۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)

غیر اللہ کا نعرہ شرک ہے

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعدد غزووں میں تشریف لیگئے۔ دورانِ جنگ میں یا جنگی مشقوں میں کبھی بھی حضورؐ نے غیر اللہ کا نعرہ نہیں لگایا۔ عہد صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی، اور عہد حیدری میں کافروں کے ساتھ بہت لڑائیاں ہوئیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ اور تاریخ و سیر سے قطعاً ثابت نہیں۔ کہ کبھی کسی نے غیر اللہ کا نعرہ ۔۔ نعرۂ رسالت یا نعرۂ حیدری لگایا ہو۔ ہاں یہ سب اللہ کے نزدیک پہنچے ہوئے۔ اللہ کے نیک بندے ان لڑائیوں میں بڑے خضوع اور خشوع سے اللہ ہی کا ذکر کرتے تھے۔ اللہ ہی کا نام اچھالتے اور بلند کرتے تھے۔ اور نعرۂ تکبیر کے سوا (جو مدد چاہنے اور فتح حاصل کرنے کے لئے اللہ کی جناب میں ایک دعا ہے) کبھی غیر اللہ کا نعرہ نہیں لگاتے تھے۔ چونکہ غیر اللہ کا نعرہ لگانا ۔۔ اس غیر اللہ کے آگے دعا ہوتی ہے۔ اس سے مدد اور فتح کی درخواست ہوتی ہے اس لئے یہ کام صریحاً شرک ہے۔ جس سے خدا سخت ناراض اور غضبناک ہو

جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے کبھی یہ کام نہیں کیا۔ قرآن اور حدیث کے علاوہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے۔ کہ جنگِ بدر جو اسلام میں سب سے پہلی لڑائی لڑی گئی۔ اس وقت سے لے کر صحابہؓ، تابعینؒ۔ تبع تابعینؒ کے نیک زمانوں تک کبھی غیراللہ کا نعرہ سننے سنانے میں نہیں آیا۔

نعروں کا لامتناہی سلسلہ

اور نعرہ توحید کے توحیدی نظریہ کو چھوڑ کر اگر ہم غیراللہ کے نعرہ کے شرکیہ راستہ پر گامزن ہوں گے۔ تو پھر کہا جائے گا۔ کہ نعرۂ رسالت اور نعرہ حیدری کے علاوہ نعرہ صدیقی کیوں نہ ہو؟ نعرہ فاروقی (جس عہد میں اسلام تقریباً ساری دنیا میں پھیل گیا تھا) کیوں نہ لگایا جائے؟ اور نعرہ عثمانی بھی کیوں نہ بلند کیا جائے؟ اور اس کے سوا نعرۂ خالدؓ، نعرہ ابوعبیدہؓ، نعرہ جعفرؓ طیار اور ان کے علاوہ صحابہ ہیں اور سینکڑوں بڑے بڑے —— کافروں کے کشتوں کے پشتے لگانے والے جانباز —— اللہ کے پیارے اولیاء اللہ موجود تھے کیوں نہ ان کے نام کا بھی نعرہ لگایا جائے؟ اور پھر یہ غیراللہ کے نعروں کا لامتناہی سلسلہ ختم ہی نہیں ہو سکتا۔ کہ ساری تاریخ اسلام مجاہدوں اور غازیوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔

اور پھر اس بات سے کسی کو مجالِ انکار نہیں۔ یہ امر اجلٰہ بدیہیات سے ہے کہ جن نیک پاک بزرگ اور خدارسیدہ ہستیوں کو ہم نعرہ کی صورت میں پکارتے ہیں۔ ان کی اپنی زندگیاں خدا کی کڑی آزمائشوں اور لرزہ خیز ابتلاؤں میں گھری رہی ہیں۔ انبیاء سے بڑھ کر اور کون بزرگ ہو سکتا۔ اَشَدُّ الْبَلَاءِ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ —— کا مطلب ہی یہ ہے۔ کہ جو بلا آسمان سے اترتی تھی وہ اکثر پیغمبر کا گھر ہی تلاش کرتی تھی۔

يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ — کے الفاظ سے قرآن گواہ ہے۔ کہ دورانِ تبلیغ میں سینکڑوں انبیاء دشمنانِ دین کے ہاتھوں شہید کردئے گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس تک اشاعتِ توحید کی پاداش میں ہوشربا ایذاؤں سے دوچار رہے۔ دورانِ وعظ میں آپ پر پتھروں کی بارش ہوتی۔ سارا بدن لہولہان ہوجاتا۔ اور کئی بار غشی تک نوبت پہنچ جاتی۔

جناب خاتم النبیین، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ تبلیغ میں وہ تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں۔ آپ پر ایسے مظالم توڑے گئے۔ کہ ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اُحد کے میدان میں حضورؐ کا دانت مبارک شہید ہوجاتا ہے۔ آپ پر تیروں کی بوچھاڑ ہوتی ہے جسم اطہر سے وہ خون بہنے لگتا ہے جس کے ایک قطرہ کی قیمت دوجہان بھی کچھ نہیں۔ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم (ہماری جانیں، ماں باپ اور سارا جہان آپ پر قربان) ایک گڑھے میں گر پڑتے ہیں۔ مَاتَ مُحَمَّدٌ قُتِلَ مُحَمَّدٌ — کی افواہ میدان کارزار میں پھیل جاتی ہے۔ یہ لرزہ خیز مصائب حضورؐ کے درجات کی انتہائی بلندی، آپ کے راضی برضا اور صابر ہونے پر شاہد ہیں۔ آپ کے لاثانی مراتب و درجات کا ثبوت ہیں۔ اور ساتھ ہی امت کے لئے صبر اور سبق آموز۔ پھر امت کو مصائب و بلیات میں توحید پر قائم رکھنے کے لئے ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا —

کہہ دے (اے محمدؐ) میں تمہارے لئے (اے میری امت) نقصان اور بھلائی کا اختیار نہیں رکھتا۔ (پ ۲۹ ع ۱۲)

اب فرمائیے اگر آپ نے میدان جنگ کے اندر یا باہر نعرہ رسالت لگا کر آپ

کو پکارا۔ تو جو خود جنگوں کی مصیبتوں میں مدد و فتح کے لئے اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے کس طرح آپ کی مدد و فتح کو پہنچیں گے؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں ایک ظالم نے خنجر بھونک کر مصلیٰ پر شہید کر دیا تھا۔ اور جو اپنے لخت جگر اور سارے قبیلے کی مدد کو کربلا میں تشریف فرما نہ ہوئے ـــ آج اگر آپ استمداد کیلئے دشمن کے مقابلہ میں نعرہ حیدری لگائیں گے۔ یا علیؓ پکاریں گے۔ تو کیسے جناب علیؓ آپ کی مدد و ظفر کے لئے جنگاہ میں آجائیں گے؟

تمام شہروں کی مسلم لیگوں۔ اسلامی انجمنوں۔ دینی اداروں سیاسی اور مذہبی جماعتوں۔ رضا کاروں۔ جہادی جیشوں۔ مسجدوں کے اماموں خطیبوں واعظوں لیکچراروں اور پاکستان کی افواج قاہرہ کی خدمت میں ہم بڑے خلوص سے عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ قرآن اور حدیث کے حکم کے مطابق غیر اللہ کے نعروں کو فی الفور بند کرا دیں۔ اور صرف اللہ کو اپنے لئے کافی مانتے ہوئے محض نعرۂ تکبیر پر ہی اکتفا کریں۔ دیکھئے خدا تعالےٰ کن دلنشکاف الفاظ میں آپ کو متنبہ کرتا ہے :۔

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ۔ (پ ۴ ع ۸)

اگر مدد کرے تمہاری (مصیبتوں اور مشکلوں میں) اللہ پھر نہیں ہے کوئی غالب آنے والا تم پر۔ اور اگر چھوڑ دے تم کو تو پھر (زمین و آسمان میں) کون ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے (چھوڑ دینے کے) بعد اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیئے۔"

شریعت سازی

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (پ۲۵ ع۴)

کیا ان لوگوں کے لئے (خدا کے مقابلہ میں ایسے) شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے شریعت سازی کر رکھی ہے جسکا خدا نے (ہرگز) حکم نہیں دیا۔ اور اگر (پوچھ گچھ کے لئے قیامت کے دن کا) قطعی وعدہ نہ کیا گیا ہوتا۔ تو ان (شریعت سازوں) میں (ان کے جھگڑوں کا) فیصلہ کبھی کا ہوچکا ہوتا۔ اور بے شک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے "

آذری کرنے والے

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا پوچھتا ہے کیا اللہ کے سوا اس کے ایسے شریک ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کے لئے دین کا راستہ ــــ شریعت بنائی ہو؟ حالانکہ خدا نے انہیں شریعت بنانے کا قطعاً اذن نہیں دیا۔ دین کا راستہ از خود تجویز کرنا۔ گھریلو احکام و مسائل مذہب کے نام سے بیان کرنا اس قدر زشت و زبوں اور مورد غضب الٰہی ہے کہ اگر پرسش اعمال کے لئے قیامت کا دن مقرر نہ ہوچکا ہوتا۔ تو "شریعت سازوں" کو دنیا میں ہی خدا پکڑ لیتا۔ "دلق" و "عمامہ" کا طلسم ورع یہیں توڑ دیتا۔ بڑے بڑے آذری کرنے والے فرقہ سازوں کو اس جہان میں ہی مبتلائے عذاب کر دیتا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی کو حق حاصل نہیں۔ کہ وہ مذہب کا راستہ تجویز کرے۔ شریعت بنائے۔ شریعت بنانا، دین کا راستہ متعین کرنا، صراط

مستقیم کا پتہ دینا، حلال وحرام، جائز، ناجائز، کارِ ثواب، کارِ گناہ، نیکی اور بدی کی نشان دہی کرنا اور حکم لگانا صرف اللہ احکم الحاکمین کا کام ہے۔ جیسا کہ خود اس نے ارشاد فرمایا:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (پ ۲۵ ع ۳)

(لوگو سنو!) اللہ نے تمہارے لئے شریعت بنائی ہے جس پر چلنے کا اس نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا تھا۔ اور (اے پیغمبر!) تیری طرف بھی (اسی راستے پر چلنے کی) وحی کی ہے اور اسی (راستے پر چلنے) کا ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ کو حکم دیا تھا۔ کہ اسی دین (شریعت الٰہی) کو قائم رکھنا۔ اور (از خود شریعت سازی کر کے) دین میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ (اے پیغمبرؐ!) تم جس (دین اشریعت) کی طرف مشرکوں کو دعوت دیتے ہو۔ وہ ان پر (خانہ ساز شریعت رکھنے کے سبب) بہت ہی گراں گزرتا ہے"

اس آیت سے خوب واضح ہوگیا کہ شریعت اللہ بناتا ہے۔ دین کا راستہ خدا متعین کرتا ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْحَلَالُ مَا اَحْلَلْتَ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمْتَ وَالدِّيْنُ مَا شَرَعْتَ (حصن)

خداوندا! حلال صرف وہی ہے۔ جسے تو نے (وحی جلی یا خفی سے) حلال کیا اور حرام صرف وہی ہے جسے تو نے حرام ہونے کا حکم دیا۔ اور

دین صرف اسی کا نام ہے۔ جسے تو نے مقرر کیا"

آپ اچھی طرح سمجھ گئے کہ شریعت اور دین کا بنانا، مقرر کرنا اور حکم دینا صرف اللہ ہی کا کام ہے۔ یہ کام کوئی پیغمبر بھی از خود بغیر وحی کے نہیں کر سکتا۔ ہاں وحی کے حکم کے مطابق پیغمبر شریعت کی نشان دہی کرتا ہے جائز ناجائز حلال، حرام اور ہر مسئلہ اور حکم بتاتا ہے۔ اور شریعت کی تعیین، تدوین، اور اظہار و تقرر میں اللہ کی ہدایت اور وحی کا محتاج ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے۔ تو بارگاہِ ایزدی میں یوں مناجات کی:-

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (پ۱ ع ۱۵)

اے ہمارے پروردگار! ہم (دونوں باپ بیٹے) کو اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری نسل میں ایک (نبیوں کی) جماعت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور (خانہ کعبہ تیار ہو چکا ہے۔ اب) ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بھی بتا۔ اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ بیشک تو بڑا ہی درگزر کرنے والا مہربان ہے"

دیکھ لیجئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی رویت مناسک کی اللہ ہی سے درخواست کرتے ہیں۔ اسی پاک ذات سے ہی عبادت کی ہیئت، صورت، طریقہ اور قاعدہ دریافت فرماتے ہیں اور از خود کوئی طریقہ عبادت کا ایجاد نہیں کرتے۔ شریعت سازی کی جرأت، دین بنانے کی تجویز، راستہ متعین کرنے کا خیال تک نہیں کرتے۔ خوب سمجھ لیجئے۔ کہ شریعت سازی

صرف اللہ ہی کا کام ہے۔

پھر جو شخص از خود شریعت سازی کرے۔ کسی شے کو بغیر اذن الٰہی جائز کہے۔ یا ناجائز۔ کار ثواب بنائے یا کارِ گناہ۔ اپنی ذاتی راؤں اور قیاسوں کو دین کی حیثیت سے پیش کرے۔ مسائل کو خود گھڑ کر ان پر شریعت کا لیبل لگائے" دکان" چلانے اور روٹی کمانے کے لئے اپنی "صنعتوں" اور "ایجادوں" کو ثوابِ دارین کے وعدے سے بیچے اور اس طرح خاصہ خداوندی — شریعت سازی میں شرکت کرے۔ تو وہ بلاشبہ خدا کی الوہیت میں شراکت کا مدعی ہوا۔ اقتدارِ ایزدی کا اس نے دم مارا۔ کون ہے یہ شخص جو شریعت سازی کرتا ہے؟ شریعت سازی بدعت کو کہتے ہیں۔ اور شریعت ساز بدعتی ہوتا ہے۔ یاد رکھیں۔

شریعت سازی یا بدعت

بدعت کتاب و سنت سے خارج اس نئی بات، امر، حکم، رسم، طریقہ اور کام کو کہتے ہیں۔ جو مذہبی دنیا میں دین کے نام سے جاری کیا جائے۔ اسے نیک کام کہا جائے اور کرنے والے کو ثواب کا وعدہ (حکیمہ) دیا جائے۔ اور اس کی سند نہ تو کتاب و سنت سے ملے اور نہ ہی اس کا پتہ خلفائے راشدین کے زمانے میں چلے!

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ بدعتی یعنی شریعت ساز اقتدار خداوندی اور الوہیت ایزدی میں شرکت کا دم مارتا ہے۔ اور یہ بات آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ خدا کا شریک بننا کتنا بڑا گناہ ہے۔ اور جو آیت ہم شروع میں لکھ آئے ہیں۔ اس میں آپ نے پڑھ ہی لیا ہے۔ کہ کیا (خدا کے مقابلہ میں) ایسے شریک ہیں جنہوں نے لوگوں کے لئے شریعت سازی کر رکھی ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ شریعت سازی۔ ایجاد فی الدین — احداث و بدعت شرک ہے اور حقیقت یہ ہے۔ کہ — خدا کا کوئی شریک نہیں۔ جو لوگوں کے لئے شرع بنائے۔ بغیر

اذنِ الٰہی، بلا دلیل ان کو مسائل و فتاوے بتائے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق اہیں دینِ ساختہ پر چلائے۔"

شرک فی الرسالت

پھر اتنا بڑا مجرم خدا کے امر و نہی کے علاوہ اپنے تیار کردہ "اوامر" خانہ ساز مسائل لوگوں میں جاری کر کے شرک فی الرسالت کا مرتکب بھی ہوتا ہے کیونکہ خدا کی نازل کردہ شریعت کو اس کا پیغمبر ہی ظاہر کرتا ہے۔ دینِ الٰہی کی نشان دہی خدا کے اذن سے رسول ہی فرماتا ہے۔ اور تمام اوامر و نواہی کی فہرست نبی کے ہاتھوں ہی مکمل ہوتی ہے تو شریعت ساز ــ بدعتی ــ جہاں خدا کا شریک بنتا ہے۔ وہاں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام بھی چھینتا ہے۔ گویا اسلام کے مکمل دین میں مسائل وضع کر کے ایک طرح سے نبی بنتا ہے۔ گو زبان سے دعوائے نبوت نہیں کرتا۔

حشر میں رسول خدا ساقی کوثر ہوں گے۔ اپنی امت کو کوثر سے جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ لوگ آتے جائیں گے اور سیراب ہو ہو کر لوٹیں گے۔ اس دوران میں آپ کی امت کا ایک گروہ حوضِ کوثر کی طرف بڑھے گا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَہُمْ ــ میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ آجائے گی۔ وہ میرے پاس پہنچنے سے روک دیئے جائینگے" میں خدا سے عرض کروں گا یہ میرے (امت کے) ہیں۔ (انہیں کیوں روکا گیا ہے؟) خدا جواب دے گا:۔ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ ــ میرے رسولؐ! تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں، نو ایجاد مسئلے اور گھر ملو فتوے دین کے اندر جاری کئے تھے" یہ شریعت سازوں کا ٹولہ ہے۔ اِنَّہُمْ غَیَّرُوْا دِیْنَکَ ــ انہوں نے تیرے (مکمل) دین کو (بدعتیں جاری کر کے) بدل دیا تھا۔ مذہب

کی شکل بگاڑ دی تھی"؛ (اس لیئے یہ اہل بدعت تیرے حوض کوثر پر ہرگز نہیں آسکتے۔ اور نہ ہی وہاں سے پی سکتے ہیں، حضور اکرمؐ فرماتے ہیں۔ پھر میں اُنہیں کہوں گا سُحقًا سُحقًا ـــ دور ہو جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔ میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاؤ!" (مسلم۔ احمد)

دین کے "اجارہ داروں" کا حشر

یہ حشر ہوگا حشر میں ان مولویوں، پیروں اور مقتدیوں اور مریدوں کا، جنہوں نے بدعتیں جاری کیں اور ان پر عمل کیا۔ گھریلو مسئلے بنائے اور خواہش کے فتوے دیئے روٹی کے لئے دین کو بدلا اور دنیائے جیفہ کے لئے شریعت میں رخنہ اندازی کی؛ دین کو ٹکڑے کرکے فرقہ بندیوں کی بنیاد رکھی۔ آیات کو غلط سلط بیان کرکے مسلمانوں کو آپس میں لڑایا۔ اور لڑا کر انہیں گروہ گروہ بنایا۔ غیر ذی عوج قرآن کو موڑا۔ اور اس "موڑ" میں "تجارت" کے "کارخانے" کھولے۔ احادیث کی تغییر کی دنیا میں اپنی "رسالت" کا ڈنکا بجایا۔ اپنے بے سند اقوال وافعال کے بتوں کو لوگوں سے پجوایا۔ اور شریعت غرّہی کے اندر اپنی "آمریت" کا مظاہرہ کیا۔ ایسے لوگوں کو حضرت انورم حوض کوثر سے دھتکار دیں گے۔ اپنی آنکھوں سے پرے ہٹا دیں گے۔ رحمت دو عالمؐ کی "رسالت کی کملی کھینچنے والے" نابکاروں کو فرشتے دھکے دیتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اور ان کے لئے حضورؐ شفاعت بھی نہیں فرمائیں گے اور نہ ہی خدا آپ کو ان کے لئے شفاعت کا اذن دے گا۔ جب حوض کوثر پر خدا انہیں پھٹکنے نہیں دے گا۔ اور حضورؐ سُحقا، سُحقا۔ دور ہو جاؤ۔ دفع ہو جاؤ کہہ دیں گے۔ اب ان دین کے "اجارہ داروں" "آمروں" کو کون پوچھے گا؟ انجام ظاہر ہے!

شریعت ساز اور نار جہنم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ (مشکوٰۃ)

اسلام کے نام سے ہر نیا کام، امر، طریقہ اور مسئلہ (جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو) بدعت ہے۔ (شریعت سازی ہے) اور ہر بدعت گمراہی (دین سے بھٹکنا) ہے اور ہر گمراہی موجب دوزخ ہے۔"

مُلاحظہ:۔ بدعت کے جاری کرنے اور بدعت پر عمل کرنے والوں کو حضرت انورؐ عذاب جہنم سے ڈرا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ہر بے سند مسئلہ اور ہر بے دلیل فتوے ماننے اور اس پر عمل کرتے وقت لرز جانا چاہیئے۔ کہ کہیں یہ عمل انہیں لے نہ ڈوبے۔ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ!

غیر مسنون عمل مردود

مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے ہماری (مکمل) شریعت کے اندر کوئی نیا طریقہ، مسئلہ وغیرہ نکالا جس کا ہم نے کوئی حکم نہ دیا ہو۔ پس وہ نیا طریقہ مردود ہے۔"

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ (ترمذی)

جس نے بغیر ہماری سند کے کسی عمل کو اپنا معمول بنایا پس وہ عامل و معمول دونوں (عند اللہ) مردود ہیں۔"

اہل بدعت کے اعمال برباد

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَّلَا صَلٰوةً وَّلَا صَدَقَةً وَّلَا حَجًّا وَّلَا عُمْرَةً وَّلَا جِهَادًا وَّيَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ۔ (ابن ماجہ)

خداتعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے۔ نہ نماز اور نہ زکوٰۃ و خیرات اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی (دائرہ) اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے۔ جیسے بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔"

ملاحظہ:۔ یہ حدیث پڑھ کر کانپ جائیں۔ اور پھر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اہل بدعت کے ساتھ اتنی سختی کیوں روا رکھی گئی ہے کہ اس کی نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، اور تمام اعمال خیر عنداللہ مردود و مدحور ہیں؟ اس کی وجہ بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس پر خدا اور اس کے رسول ؐ کا غیظ و غضب اس لئے ہے۔ اس کی نیکیاں محض اس وجہ سے ٹھکرادی جاتی ہیں کہ وہ خدا کے مقابلہ میں شریعت سازی کرتا ہے۔ "جعلی سکے" بنا کر "شاہی سکوں" میں شامل کر کے انہیں رواج دیتا ہے۔ اور اس طرح خدا اور اس کے پیغمبر ؐ سے ٹکر لیتا ہے! تو پھر کس طرح خدا ایسے باغی کے اعمال قبول کرے!

مسلمانو! گوش ہوش سے سنو! کہ اپنی زندگی بڑی احتیاط سے گزارو۔ خبردار! کسی ایسے امر کے مرتکب نہ ہونا۔ کسی ایسے مسئلے کو نہ اپنا بیٹھنا۔ کسی ایسی چیز پر عمل نہ کر گزرنا۔ جس کو شریعت کے نام سے پیش کیا گیا ہو۔ اور کتاب و سنت میں اس کا نام و نشان نہ ہو۔ خلفائے راشدین اسے پہچانتے نہ ہوں۔ پھر سنو! کھوٹے "سکے" کو شریعت کے بازار میں چلانا —— بدعت پر عمل کرنا آپ کے تمام اعمالِ صالح کے فلک بوس ایوان کو دھڑام سے زمین پر گرا دے گا۔ آپ کا کوئی عمل قطعاً قبول نہیں ہوگا۔ اور پھر حشر کے میدان میں آپ ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائیں گے اور کہیں گے:۔

یَالَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا (پ۱۹ع۱)

"ہائے افسوس! میں نے (سنت کے مطابق عمل کر کے) رسول ؐ کا راستہ پکڑا ہوتا۔"

بدعتی کی توقیر کی ممانعت

علماء، صلحاء اور بزرگانِ دین کی عزت، حرمت او ادب بجالانا اور ان کا استقبال کرنا۔ اخلاق اسلامی کے تقاضوں سے ہے، بدعت کی نجاست سے خدا اور اس کے رسولؐ کو اس قدر گھِن آتی ہے کہ بدعتی کے متعلق حضرت اکرمؐ نے فرمایا:۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

(شعب الایمان)

جس نے بدعتی کی عزت و توقیر کی۔ اس نے اسلام کے گرانے پر مدد کی۔

اس ارشاد رسولؐ کے مطابق آپ کبھی کسی اہل بدعت کا استقبال نہ کریں۔ اس کی عزت و توقیر نہ کریں۔ کیونکہ بدعتی کی توقیر میں سنت کی حقارت پائی جاتی ہے۔ جو ویرانی دین کا موجب ہے۔ اسی قیاس پر سنت کے متبع عالم و شیخ کی تکریم و توقیر تعمیر بنائے اسلام ہے۔

بدعات کی نشاندہی

یہاں تک تو سب اتفاق کریں گے۔ کہ بدعت کے متعلق یہ سب حدیثیں درست ہیں۔ صحیح ہیں۔ اور واقعی بدعت بڑی بری۔ زشت، زبون، ایمان لیوا، اسلام لیوا، دشمن سنن، رقیب رسالت دوزخ کا شعلہ اور موجب نیران ہے۔ لیکن بدعات سے بچنے کے لئے جب مسلمانوں کو ان کی شناخت کرائی جائے۔ محدثات کی نام بنام گھناؤنی صورتیں دکھائی جائیں۔ کھوٹے سکّوں کی نشاندہی کی جائے تو یہ بات بعض طبائع پر بہت شاق گزرتی ہے۔ ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ علماء اور مشائخ کا ایک گروہ بدعات کے گِنانے سنانے اور دکھانے سے ناراض ہوتا ہے۔ اور ایسے مبلغ کو بے ادب اور بزرگوں کا منکر بتاتا ہے۔ اور "بے ادبی" اور "انکار بزرگی" کے خانہ ساز فتوے کی ٹٹی میں بیٹھ کر ارادت کیشوں کے ایمان اور انکے مال کا

شکار کھیلنا ہے۔

اہل مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے۔ کہ یہ قرآن جو آپ ہمیں سناتے ہیں۔ اس میں ہمارے (ساختہ پرداختہ) مذہب، رسموں، رواجوں، عبادت کے طریقوں، ہمارے پیارے معبودوں کا ابطال اور تغلیط ہے۔ بہتر ہے۔ کہ ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ هٰذَاۤ ۔۔۔ اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لے آؤ ۔۔۔" یعنی اور ایسا قرآن لے آؤ۔ جس میں ہماری دل شکنی اور عقیدہ کی برائی مذکور نہ ہو۔ اس قرآن کو ہم بڑی خوشی سے سننے کو تیار ہوں گے۔ اور اگر کوئی دوسرا قرآن نہیں لا سکتے تو ۔۔۔ بَدِّلۡهُ ۔۔۔ اسی قرآن کو بدل دو۔ یعنی اُن اُن مقامات سے تبدیل کردو۔ جہاں جہاں ہمارے معتقدات، غیر اللہ کی نداؤں، اور پوجا کی صورتوں کی مذمت موجود ہے۔ خدا نے فرمایا۔ میرے رسولؐ! ان کو جواب دو ۔۔۔ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآیِٔ نَفۡسِیۡ ۔۔۔ میرے لئے ناممکن ہے۔ کہ اس میں اپنی طرف سے ردو بدل کروں۔ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۔۔۔ میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کی صورت میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔" یعنی حضورؐ نے ان لوگوں کو جن کی قرآن سننے سے دل شکنی ہوتی تھی۔ کہا۔ کہ اگر میں تمہاری رعایت کروں قرآن سنانے، سمجھانے، تفسیر و تشریح کرنے میں تمہاری خواہشات کا لحاظ کروں۔ تمہاری دل شکنی کے ڈر سے تمہاری کفریہ، شرکیہ رسموں، رواجوں، طریقوں، عبادتوں اور گھریلو مذہب کو باطل نہ کہوں۔ تو اس صورت میں ۔۔۔ میں خدا کا نافرمان ہوں گا۔ اور ڈرتا ہوں اس عذاب سے جو قیامت کے دن خدا کے نافرمانوں پر مسلط ہوگا!

۱؎ (پ۱۱ ع۷)، ۲؎ (پ۱۱ ع۷)، ۳؎ (پ۱۱ ع۷)، ۴؎ (پ۱۱ ع۷)

اس انتباہِ خداوندی کے بعد اگر یہ خیال کیا جائے۔ کہ بدعات کی نشاندہی اور ان کی صورتوں کا پتہ بتانے سے لوگوں کی دل شکنی ہوگی۔ وہ ناراض ہوں گے۔ تو پھر ہمیں بھی خدا کی نافرمانی کی اس صورت میں یوم عظیم کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اللہ کے دین کی رعایت کے بجائے لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے، عوام کی خواہش کی پیروی کر کے یقیناً خدا کو ناراض کرنا ہے۔ اسلئے "شریعت سازی" کے عنوان کو مثالوں سے واضح کرنا دین کے تقاضوں سے ہے۔ اس "مبتدا" کی "خبر" آگے آتی ہے!

مسلمانوں اور کافروں کی رسمیں

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلٰثَۃٌ مُلْحِدٌ فِی الْحَرَامِ وَمُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُھْرِیْقَ دَمَہٗ۔ (بخاری)

سب سے بڑھ کر خدا کا غضب تین آدمیوں پر ہے۔ گناہ کرنے والا حرم میں۔ پہلے کافروں کی عادتیں (اور رسمیں) اسلام میں چاہنے والا شخص خون ریزی کے لئے مسلمان کے خونِ ناحق کا خواہاں!

ملاحظہ:۔ کعبۃ اللہ احکم الحاکمین اور شہنشاہ لایزال کا گھر ہے۔ اس گھر کی سارے جہان سے بڑھ کر عزت اور حرمت کرنی چاہیئے۔ بڑے خوف اور ڈر سے نہایت خضوع اور خشوع سے وہاں عبادت کرنی چاہئے۔ پھر جو شخص وہاں گناہ کرے۔ تو گویا اس نے بیت اللہ کی بڑی بے ادبی اور بے حرمتی کی۔ خدا کی جناب میں بڑی بے باکی اور گستاخی سے پیش آیا۔ اللہ سے ایک طرح کا آمنا سامنا کیا۔ اس لئے ساری دنیا کے گنہگاروں سے بڑھ کر ——

اس[1] پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

ایک شخص زنا کرتا ہے۔ ایک کسی کو ناحق قتل کر دیتا ہے۔ زنا اور قتل اتنے بڑے جرم ہیں کہ خدا اس زانی اور قاتل کو زندہ نہیں رہنے دینا چاہتا۔ اس نے اسلام میں ان کے لئے سزائے موت کا حکم دے رکھا ہے۔ اسکے سوا ہر شخص کو جینے کا حق حاصل ہے۔ خدا سب کی زندگی چاہتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کر دے۔ تو گویا اس نے مقتول کی خدا کی بخشی ہوئی زندگی کو ختم کر دیا۔ اس قاتل پر سب سے زیادہ خدا کا غضب اترے گا۔

اسی طرح جو کام، طریقے، رسمیں، اور رواج کافروں نے اپنی مرضی سے نکال رکھے تھے۔ اور انہیں نیک سمجھ کر ان پر عمل کرتے تھے۔ چونکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں تھے۔ کسی پیغمبر نے نہیں بتائے تھے۔ اسلئے خدا نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ ان پر قرآن نازل کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ کافروں کی مذہبی اختراعوں، اور رسموں کو مٹا دو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کی تمام رسموں، رواجوں، کو پامال کر دیا۔ ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ اور فرمایا کہ جو اسلام میں ان جاہلی رسوم کو چاہے گا۔ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللہِ ـــ سارے جہان کے لوگوں سے بڑھ کر اس پر غضب الٰہی نازل ہوگا۔

---

[1] جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں انہیں بڑی احتیاط سے حرم میں وقت گزارنا چاہیئے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ کہ کسی قسم کا گناہ، خدا کی نافرمانی اور معصیت سرزد نہ ہو۔ خیال، نیت اور ضمیر تک کو گناہ کی آلودگی سے بچائیں۔ وہاں ہر ملک کی عورتیں بھی بکثرت ہوتی ہیں کسی پر دانستہ شہوانی نظر نہ پڑ جائے۔ خدانخواستہ اگر ایسا ہوا۔ تو جس قدر خدا کا غضب ساری دنیا کے گنہگاروں پر اترتا ہے۔ اتنا اس اکیلے حاجی پر نازل ہوگا۔ خداوندا! حرم کے عابدوں اور زائروں کے ایمان کا تو ہی حافظ ہو! (صادق)

بدعتوں اور رسموں کی فہرست

کافروں کی رسموں، رواجوں، عادتوں، طور طریقوں کو جنہیں حضورؐ نے ملیا میٹ کر دیا

—جو شخص چاہے، اپنائے۔ عمل میں لائے۔ وہ خدا کے اتنے ہی قہر کا مورد ہوتا ہے۔ جتنا حرم میں گناہ کرنے والا اور مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا! کیا کسی مسلمان کو آپ بلاوجہ، ناحق قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا خانہ کعبہ میں زنا کاری اور شراب خوری کا آپ خیال بھی کر سکتے ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں، اسی طرح بحیثیت مسلمان آپ کو جاہلیت کی رسموں پر عمل کرتے وقت بھی ڈرنا چاہیئے۔ کہ حضرت انورؐ نے تینوں کاموں کو ایک جیسا غضب الٰہی کا موجب قرار دیا ہے اب ہم بدعتوں اور جاہلیت کی رسموںؑ کو بیان کرتے ہیں۔ آپ ان سے مجتنب رہیں۔ دوسروں کو روکیں۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ انہیں مٹانے اور ناپید کرنے کی سعی کریں۔ وہ چیزیں یہ ہیں:۔

قبریں پختہ بنانا۔ قبروں پر مسجدیں۔ قبےؒ، گنبد وغیرہ تعمیر کرنا — چراغ جلانا۔ میلے لگانا — عرس کرنا۔ غلاف اور چادریں ڈالنا۔ منتیں ماننا — چڑھاوے چڑھانا۔ مجاوری کرنا۔ قیام کرنا۔ اعتکاف کرنا۔ سجدے کرنا — ان کا طواف کرنا۔ کفنی پر کلمہ لکھنا۔ میت کے ساتھ قبر میں قرآن کی سورتیں یا قل پڑھ کر ڈھیلے یا شجرہ وغیرہ رکھنا۔ مُردوں کا تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی کرنا۔ قبر پر اسقاط کرنا۔ حافظوں کا بٹھانا۔ کتبے لگانا۔ تاریخیں لکھنا دور

لہ رسومِ جاہلیہ پر عمل کرنے والا مسلمان اس لئے قاتل اور ملحد حرم کے برابر گنہگار اور موردِ غضب ہے کہ جن کافروں کی رسموں اور رواجوں کو خدا نے کفر، شرک یا برا سمجھ کر مٹایا۔ یہ ان چیزوں کو زندہ کرتا ہے۔ گویا خدا سے مقابلہ کرتا ہے۔ خدا مٹائے اور بے نشان کرے۔ اور یہ عمل کرے اور رواج دے۔ (صادق)

دراز مقامات سے بغرض زیارت قبروں پر جانا - جنازہ پڑھنے کے بعد سونگی، میوہ وغیرہ بانٹنا - نماز جنازہ سے سلام پھیر کر پھر دعا مانگنا - دفن کرنے کے بعد قبرستان سے نکل کر دعا مانگنا - تین دن سے زیادہ ماتم میں بیٹھنا --- یہ سب کام بدعت ہیں - قرآن اور حدیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں - ان کو کار ثواب اور موجب اجر جان کر کرنا شریعت سازی کرنا ہے - گویا --- معاذاللہ، یہ دین کے کام میت کی خیرخواہی اور اسے ثواب پہنچانے کے طریقے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم --- جناب رحمت للعالمین بھول گئے تھے - جو بعد کے لوگوں نے جاری کئے! مسلمان بھائیو! یاد رکھو - یہ کام مولویوں اور اماموں نے اپنے کھانے پینے کے لئے دین کے نام سے ایجاد کئے ہیں - آپ کے مرنے والے عزیزوں اور بزرگوں کے ساتھ خیرخواہی جتا کر اپنے گھر سے ثواب کے مسئلے بنا رکھے ہیں - اور اس خیرخواہی کے بین السطور میں ان کی روٹی کا مسئلہ کارفرما ہے - کیا یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مردوں، میتوں اور قبروں والوں کے خیرخواہ اور ہمدرد ہیں؟ حضورؐ کے متعلق خدا نے قرآن میں فرمایا ہے --- بالمؤمنین رؤف رحیم --- کہ آپ مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں - تو پھر اس رؤف رحیم رسولؐ نے مرنے والے مومنوں کے لئے مذکورہ کام کیوں نہیں کئے؟ حضورؐ کی زندگی میں مسلمان شہید بھی ہوئے - حضرت حمزہؓ نہایت بے دردی سے شہید کئے گئے - حضورؐ کو بعید صدمہ پہنچا - اور آپ نے انہیں سید الشہداء فرمایا - پھر حضورؐ آٹھ برس تک بعد میں زندہ سلامت رہے - کیوں نہ آپ نے سید الشہداء کا عرس کیا؟ ان کے علاوہ شہداء اُحد بھی بڑے مرتبوں والے تھے - ان کا ہی عرس، تیجہ، دسواں چالیسواں یا برسی کی ہوتی - شعبان میں روح ملانے کا ختم ہی پڑھا ہوتا -

آپ کے رشتہ دار، خویش، اقارب، عزیز اور عام مسلمان فوت ہوئے۔ ان کی قبریں بھی کھدیں۔ آپ نے ان کے جنازے بھی پڑھے۔ انہیں دفن بھی کیا۔ کیا کسی کا قل، دسواں، چہلم، برسی، وغیرہ کی؟ کسی کی قبر پختہ بنوائی؟ کسی پر کتبہ لگوایا؟ اپنے چچا حمزہ رض کا روضہ یا قبہ تعمیر کرایا؟ اسقاط کرائی؟ متذکرۃ الصدر امور میں سے کوئی کام بھی کیا ——؟ ہرگز نہیں!! تو جو کام شافع روزِ جزا نے امت کے لئے نہیں کئے۔ اور نہ کرنے کو کہا۔ اور دین اور شریعت کو مکمل کر کے چھوڑ گئے۔ پھر اور کس کو حق حاصل ہے۔ کہ اپنی طرف سے مسئلے بنا کر کارِ ثواب کہہ کر دینِ نبیؐ میں داخل کرے؟ مسلمانو! خبردار! ان بدعات سے بچ جاؤ۔ یہ نیکی برباد گناہ لازم والا معاملہ ہے!! ہندوؤں میں جو شخص مر جاتا ہے۔ برہمن سال بھر تک اس مردہ کے وارثوں کا پیچھا نہیں چھوڑتے ان کے مردہ کو سورگ میں پہنچانے کے وعدے کر کر ان سے سینکڑوں روپے کپڑے، زیور، کھانے پینے کی چیزیں۔ گئو ماتا تک رسم و رسوم کی صورت میں کھا جاتے ہیں۔ ان کے لاگ (حق حقوق) مردہ کے نزع کے وقت سے شروع ہو کر گنگا میں ہڈیوں کے بہانے کے وقت تک جاری رہتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے اندر بھی "برہمنیت" کارفرما ہے۔ جو ان کے مردوں کو بخشوانے اور بہشت میں پہنچانے کے وعدے دے کر "رسوم کی بھینٹ" کھاتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ تمام رسمیں مسلمانوں نے کافروں، ہندوؤں سے لی ہیں۔ ہندو کریا کرتے ہیں۔ چوتھا کرتے ہیں۔ تیرھواں کرتے ہیں۔ برسی کرتے ہیں۔ ان رسوم پر وہ اچھے اچھے کھانے۔ تمام پھل، دودھ، قیمتی کپڑے، برہمن کے آگے رکھتے ہیں۔ اور برہمن ان چیزوں پر اشلوک پڑھ کر سب کچھ گھر لے جاتا ہے۔

ائمہ مساجد اور اہل عرس سے خطاب

بحث ۱۵ ہمیں ائمہ مساجد اور ان رسوم کے مجوزین و مخترعین

— دوسرے علماء سے کوئی بیر نہیں ہے۔ کہ اس بیر کے سبب ہم ان بدعات کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کی رزق مار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کی خیرخواہی کر رہے ہیں۔ جو انہیں بدعتوں سے روک رہے ہیں — اور اس ضمن میں مردوں کی خیرات و صدقات کے کھانے سے باز رکھ رہے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ امامت کرائیں۔ نمازیں پڑھائیں۔ یہ نبیوں کا کام ہے۔ اور ساتھ ہی کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کریں۔ تاکہ ان کی امامت آزاد امامت ہو۔ لوگوں پر صیح معنوں میں سرداری اور حکومت ہو۔ ایسی سرداری، حکومت اور امامت کے کیا ہی کہنے ہیں۔ رحمت دو عالم ؐ کی پوری پوری جانشینی ہے، ہماری دلی دعا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ائمہ مساجد کو لوگوں کی محتاجی سے دست کش کرے اور انہیں آزاد رزق عطا فرمائے۔ کہ جمعراتوں۔ تیجوں۔ دسووں۔ چالیسووں برسیوں۔ ختموں۔ درودوں۔ صدقوں۔ خیراتوں کی کمائی لوگوں کی "بیپ" (MENIAL SERVICE) ہی تو ہے۔

پھر اگر انہیں کوئی ذریعہ معاش میسر نہ آئے۔ اور ان کے لئے امامت ناگزیر ہو۔ تو وہ لوگوں سے جائز خدمت حاصل کرنے کا مطالبہ کریں۔ نہ کہ بدعتوں کے عامل بن کر اور لوگوں سے بدعتوں کا ارتکاب کرا کر اپنی اور انکی عاقبت برباد کریں، یہی خطاب ہمارا قبروں کی نذریں، نیازیں، چڑھاوے کھانے اور عرس رچانے والوں سے ہے۔ کہ وہ توبہ کریں۔ اور ان شرکیہ کاموں اور بدعتوں سے باز آجائیں۔ ایسی کمائی کے کھانے سے بال بال بچیں کوئی ذریعہ معاش اختیار کریں۔ اور ایمانی جرأت سے کام لے کر لوگوں کو سنا دیں۔ کہ نذر

نیاز قبروں پر چڑھانی شرک ہے۔ روضوں کے عرس بدعت ہیں، کہ رحمت دو عالمؐ کے روضہ اقدس پر آج تک ایک پیسہ تک چڑھا وانہیں چڑھا۔ کوئی نذر نیاز نہیں آئی۔ اور نہ عرس ہوا ہے۔ خلفائے راشدین کے مزاروں اور تمام صحابہؓ کی قبروں پر بھی نہ کبھی عرس ہوا ہے۔ اور نہ نذر چڑھی ہے۔ تاکہ وہ بھی توبہ کر کے اپنی عاقبت سنوار لیں۔

کتب فقہ سے بدعات کا ثبوت

حضورؐ نے تین زمانوں کو بہتر زمانے فرمایا ہے۔ ایک اپنا (صحابہؓ کا) زمانہ۔ دوسرا تابعین کا زمانہ۔ تیسرا تبع تابعین کا زمانہ! ان تین زمانوں تک مسلمانوں میں بدعات کا ظہور نہیں ہوا۔ متذکرۃ الصدر امور اسی لئے بدعات ہیں۔ کہ خیر القرون میں ان کا نام ونشان نہ تھا۔ ان کاموں کو فقہ کی کتابوں میں بھی بدعت لکھا ہوا ہے۔ مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور ہدایت کے لئے ہم کتب فقہ کی عبارات بھی یہاں لکھتے ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے۔ کہ حنفیوں کی کتابیں کیا کہتی ہیں اور ہمارے نام حنفی عالم انہیں کدھرے جارہے ہیں۔ تلخیص السنن میں ہے:۔

ان ھذا الاجتماع فی الیوم الثالث خصوصا لیس فیہ فریضۃ ولا فیہ وجوب ولا فیہ سنۃ ولا فیہ استحباب ولا فیہ منفعۃ ولا فیہ مصلحۃ فی الدین بل فیہ طعن ومذمۃ وملامۃ علی السلف حیث لم یتنبھوا لہ بل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث ترک حقوق المیت بل علی اللہ سبحانہ وتعالیٰ حیث لم یکمل شریعۃ وقد قال اللہ تعالیٰ فی تکمیل الشریعۃ المحمدیۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا...... الآیہ (تلخیص السنن)

بے شک (میت کے) تیجہ کا اجتماع نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت ہے، نہ مستحب ہے اور نہ ہی اس میں کوئی دینی منفعت اور مصلحت ہے۔ بلکہ اس تیجا (قل) کرنے میں سلف صالحین پر طعن مذمت اور ملامت آتی ہے۔ کہ انہوں نے کیوں نہ تیجا کرنے سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی حرف آتا ہے۔ کہ انہوں نے میت کے حقوق (تیجا، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ) نہ بتلائے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ پر بھی اعتراض آتا ہے۔ کہ اس نے شریعت کی تکمیل نہ کی۔ حالانکہ اس ذات پاک نے شریعت محمدیہ کی تکمیل کے بارے میں فرمادیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ ...... آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے، اور تمہارے لئے میں نے دین اسلام پسند کر لیا ہے۔

مَطْلَب یہ ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے۔ شریعت میں کوئی خامی نہیں رہی ہے اگر میت کی تیجے، دسویں وغیرہ کی رسمیں دین کی چیزیں ہوتیں۔ تو حضور ضرور ان کو کرتے کراتے۔ صحابہؓ، تابعینؒ۔ تبع تابعینؒ۔ سلف صالحینؒ میں ان کا رواج ہوتا۔ جب کہیں سے ثابت نہیں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ بدعت ہیں۔ گھر کے بنائے ہوئے مسئلے ہیں!

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقرأۃ سورۃ

الانعام او الاخلاص - (فتاوے بزازیہ)

اور کھانا تیار کرنا (میت کا) پہلے دن، اور تیسرے دن، اور ہفتہ کے بعد (دسویں دن) اور (بعض) ایام میں کھانا قبر پر لے جانا اور (میت کے لئے) قرآن پڑھنے کی دعوت کرنا - اور ختم کے لئے یا سورہ انعام یا اخلاص پڑھنے کے لئے صلحاء اور فقراء کو اکٹھا کرنا مکروہ (خدا رسول کے نزدیک ناپسند) ہے -

بھائیو! یہ ہے حنفی مسلک! فقہ کی کتابوں میں سچے حنفیوں کے عقیدے اور عمل - خدا خوف فقہاء کے دیانت دارانہ فتوے!

والاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود والطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ (شرح المنہاج)

اور (میت کے) مخصوص دنوں میں کھانے وغیرہ پکانے جیسے تیجہ، پانچواں، ساتواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں ششماہی اور برسی (کے ختم درود کرنا) بدعت ہے - منع ہے "

الاول الاجتماع للقراءۃ بالقرآن علی المیت بالتخصیص علی المقبرۃ او المسجد او البیت بدعۃ مذمومۃ لانہ لم ینقل فی الصحابۃ شیئا - (رد البدعات از علی المتقی استاذ شیخ عبد الحق محدث دہلوی)

میت پر قرآن پڑھنے کے لئے جمع ہونا خاص کر قبر پر یا مسجد میں یا گھر میں بدعت مذمومہ ہے - کیونکہ صحابہؓ سے ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے "

علامہ مجدالدینؒ صاحب قاموس ارشاد فرماتے ہیں :-

عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات کنند، نہ برگور و نہ غیر آں مکان، و ایں بدعت است و مکروہ (سفر السعادت)

صحابہ رضؓ، تابعین رحؒ، تبع تابعینؒ ۔ سلف صالحین کی عادت نہ تھی ۔ کہ میت کے لئے قبر پر یا کسی اور جگہ جمع ہو کر قرآن پڑھیں ۔ اور (مروّجہ رسوم کے) ختم کریں ۔ اور (یاد رہے کہ) یہ کام بدعت اور مکروہ ہیں ۔"

ان کتابوں کے علاوہ ۔ میت کی مروجہ رسوم (تیجا، دسواں، چہلم وغیرہ) کو فقہ کی اور کتابوں ۔ صغیری، کبیری، عینی، شرح ہدایہ، رد المحتار، جامع الروایت وغیرہ میں بھی بدعت اور مکروہ لکھا ہوا ہے ۔ مسلمانوں کو ہوش سے کام لیتے ہوئے اپنے مولویوں اور پیروں کی اندھی اقتدا نہیں کرنی چاہیئے ایک تو وہ ان رسوم پر مال خرچ کرتے ہیں ۔ اور پھر مذہب حنفی کی رو سے بدعتوں پر عمل پیرا ہو کر گنہگار بنتے ہیں ۔ آپ پیچھے رسول خدا ؐ کی زبانی یہ پڑھ آئے ہیں ۔ کہ بدعتی کا نماز روزہ وغیرہ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا ۔ پھر غور کریں ۔ کہ تیجے، دسویں، چہلم وغیرہ کے ختمات بدعات ہونے کے سبب کس طرح قبول ہوں گے ۔ اور کیسے موتیٰ کو ثواب پہنچے گا ؟ مسلمان بھائیو! سوچو اور غور کرو ۔ کہ یہ "لوگ" اپنی روٹی کے لئے آپ سے کیا سلوک کر رہے ہیں ۔ نہ یہ رسمیں قرآن سے ثابت، نہ حدیث سے ثابت، نہ صحابہؓ کے عمل سے ان کا ثبوت ۔ نہ چاروں اماموں سے ان کا کوئی پتہ ۔ نہ فقہ حنفی میں ان کا کوئی نشان ۔ بلکہ احناف کی کتابوں میں ان رسوم کا نام لے کر ابطال کیا گیا ہے ۔ انہیں مذموم اور بدعت کہا گیا ہے ۔

ملائیت کے ختم کی مُہر

پھر کسقدر اندھیر ہے کہ جو کوئی ان مروجہ رسوم پر عمل پیرا ہو کر ان "بندگان ہوا" کے لئے ختموں، دُرودوں کا انتظام نہ کرے، تو یہ کہتے ہیں: "مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود"۔ یعنی جس میت کا تیجہ، دسواں، چہلم نہ کیا جائے، وہ مردود ہے۔ برہمنیت اسے بہشت کا پروانہ نہیں دے گی۔ خواہ اس میت کے وارث ایصالِ ثواب کی نیت سے سینکڑوں روپے یتامیٰ، ایامیٰ، فقراء، مساکین اور دوسرے مستحقین پر صرف کر دیں۔ مذہبی مدارس یا مسجد کی تعمیر پر ایک خطیر رقم لگا دیں، ان صدقات وخیرات کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار ہے تو اس کھیر۔ حلوے۔ پلاؤ۔ گوشت، روٹی۔ انگور۔ سنگترے۔ کیلے۔ آم۔ خربوزے۔ جوتی۔ تہبند۔ قمیص۔ پگڑی تولئے وغیرہ وغیرہ کا۔ جو تیجے، دسویں، چالیسویں، برسی کو ملائیت کے آگے رکھیں۔ اور وہ ان چیزوں پر ختم کی مہر لگا کر اپنے گھر لے جائے اب یہ میت مردود نہیں، بلکہ مغفور ہے۔ بہشتی ہے۔ "مر گئے مردود" وہ ہیں۔ جن کے وارث ان رسموں کی صورت میں اچھے اچھے کھانے، پھل اور کپڑے ملاّئیت کے حضور پیش نہ کریں۔ اگر یہ بات درست ہے۔ کہ جن کا قل۔ دسواں۔ چہلم نہ ہو۔ وہ "مر گئے مردود" ہیں تو بتائیں کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قل ہوا تھا؛ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ کا قل۔ دسواں ہوا تھا۔ سوا لاکھ صحابہؓ میں سے کسی کے تیجے دسویں کا نشان ملتا ہے؟ حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام احمد حنبلؒ کا قل، چہلم ہونا ثابت ہے؟ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے تیجے، دسویں وغیرہ کا کہیں پتہ چلتا ہے؟ بتائیے کہ جب ان نیکوں بہشتیوں کے "قل" نہیں ہوئے۔ دسویں نہیں ہوئے۔ چہلم نہیں ہوئے۔ تو پھر تمہارے اس

ننگِ اسلام ـــ خانہ ساز فتوے کی کیا وقعت اور حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ جو تم کہتے ہو۔ "مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود"۔ سہ

ستم سے باز آ "ظالم" قیامت ہونیوالی ہے!
بہ پیشِ داورِ محشر عدالت ہونیوالی ہے

الفی، اسقاط، قبر پر اذان اور دیگر بدعات

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ میت کی بھلائی اور اس کی خیر خواہی کی بے حد ضرورت ہے۔ اس لئے اس کی بہتری اور نجات کے لئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ہر وہ کام کر گزرنا چاہیئے جو اس کی مغفرت کا باعث ہو سکتا ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میت کے سب سے بڑے خیر خواہ، ہمدرد، شفقت کرنے والے اور مہربان جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ حضورؐ سے بڑھ کر کوئی میت کا خیر خواہ اور ہمدرد نہیں ہے۔ اس لئے مرنے والے کے متعلق جو کام اسکی بخشش کے لئے حضورؐ نے کئے ہیں، صرف وہی کام اس کی نجات اور مغفرت کا یقینی سبب ہو سکتے ہیں۔ امت کے لوگ اپنی طرف سے اگر میت کی بخشش کیلئے کوئی کام خواہ دیکھنے میں کتنا ہی اچھا ہو ـــ کریں گے۔ تو اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ وہ کام میت کے لئے نافع ہوگا؟ یاد رکھیں۔ کہ وہ کام ہرگز مرنے والے کے لئے سود مند نہیں ہو سکتا۔ جو شافع روز جزا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔ پھر جو کام حضرت انورؐ نے مُردہ کی بہبودی کی خاطر نہ کیا ہو۔ وہ کام اگر امت میں سے کوئی مولوی، پیر، یا امام کرے۔ تو وہ بڑا بے ادب ہے۔ کہ حضورؐ سے بڑھ کر میت کا خیر خواہ بنتا ہے۔ اور معاذ اللہ ثابت کرتا ہے۔ کہ حضورؐ وہ کام کرنا بھول گئے تھے۔ جو

اس نے کیا ہے!

میت کے کفن پر اگر امام صاحب الفی لکھنے لگیں۔ تو آپ ان کو کہئیے۔ کہ میت کے سارے جہان سے بڑے ہمدرد جناب رسولؐ خدا نے یہ کام نہیں کیا تھا۔ خلفائے راشدین اور سارے صحابہؓ کے کفنوں پر کلمہ نہیں لکھا گیا۔ تھا۔ تو آپ یہ کام کیوں کرنے لگے ہیں؟ جواب میں اگر وہ کہیں، کہ بھائی آخر میں کلمہ مبارک ہی تو لکھنے لگا ہوں۔ بڑی برکت والی چیز ہے۔ میت کی نجات کا سامان ہے؟ تو آپ کہیں۔ کہ کیا حضورؐ پر نور بھول گئے تھے انہوں نے کلمۂ مبارک کیوں نہ لکھا، وہ نہ جانتے تھے۔ کہ کلمہ طیبہ کفن پر لکھنا نجات کا سامان ہے!

اسی طرح دفن کے بعد جب امام صاحب میّت کی اسقاط کرانے کیلئے بیٹھیں۔ تو کہہ دیجئے۔ کہ نہ حضورؐ نے لوگوں کو دفن کرنے کے بعد ان کی اسقاط کرائی ہے۔ اور نہ خلفائے راشدین کی تدفین کے بعد ان کی اسقاط ہوئی ہے۔ تو آپ کو رسالت کی گدی پر کس نے بٹھایا ہے۔ جو دین میں اسقاط کا مسئلہ نکال کر میت کو بخشوانے کی ضمانت دینے لگے ہیں۔

پھر بعض مولوی تدفین کے بعد قبر پر اذان کہلواتے ہیں۔ اور میت کے وارثوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ کہ انہوں نے میت کو بخشوانے کا بڑا کام کیا۔ سن لو! کہ ایسا کرنے والے پیغمبرؐ رحمت کی شریعت کو نامکمل بتاتے ہیں۔ کہ شریعت میں قبر پر اذان دینے کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ جو ان "سپوتوں" نے پورا کر دیا۔ غور کریں کہ خدا نے فرمایا ہے۔ لَا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (خبردار!) اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔" کیا یہ خدا اور رسول سے آگے بڑھنا نہیں ہے۔ کہ جو کام رسولؐ خدا نے اسلام میں، مذہب اور شریعت

میں نہیں کئے۔ وہ کام مذہب کے نام سے، شریعت کے لیبل سے، ثواب اور بخشش کے گھر سے وعدے دے کر کئے اور کرائے جاتے ہیں؟ رسول پاک فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (بخاری) جو دین میں نئی بات (مسئلہ وغیرہ) نکالے وہ مردود ہے۔" پھر خوب یاد رہے۔ کہ کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنا، غلاف کعبہ کا ٹکڑا کفن کے ساتھ چسپاں کرنا۔ کفن پر جواب نامہ لکھنا، میت کی پیشانی یا سینے پر انگلی سے یا سیاہی سے بسم اللہ لکھنا، میت عالم ہو تو کفن کے ساتھ عمامہ باندھنا۔ قبر پر کھانا وغیرہ لے جانا، دفن کے بعد قبر پر اذان دینا، صفِ ماتم پر پڑھنے کے لئے چنے رکھنا۔ یہ سب کام یقیناً بدعت ہیں۔ دین کے اندر نئی باتیں ہیں۔ کہ امت کے رؤف رحیم رسولؐ نے ہرگز نہیں کئے ہیں۔ بلکہ حضور پرنورؐ نے فرمایا ہے:۔ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ۔ (بخاری) جس نے (دین کے اندر مسئلہ مسائل کی صورت میں) ایسا کام کیا۔ جس پر ہمارا (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا) حکم (یا عمل) نہ ہو۔ وہ مردود ہے۔"

اور یہ ظاہر ہے۔ کہ مذکورہ امور پر نہ حضورؐ کا حکم ہے۔ اور نہ عمل ہے اور نہ یہ کام صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانوں میں پائے گئے ہیں۔ پھر یہ

لہ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کفن فی ثلثۃ اثواب بیض لیس فیھا قمیص ولا عمامۃ (بخاری) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس کفن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ۔ غور کریں کہ جب رحمت للعالمین کے کفن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا تو پھر کیوں بڑے بڑے پیروں اور بعض عالموں کو مرنے پر عمامے باندھ کر دفن کرتے ہیں اور بعضوں کو عبائیں پہناتے ہیں۔ افسوس مٹی میں دفن ہوتے وقت بھی شیخی نہ گئی!

امور بدعت نہ ہوئے۔ تو اور کیا ہوئے؟ بھائیو! ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کا مرنے والا عزیز ضرور بخشا جائے۔ اس کی مغفرت ہو۔ وہ نجات پائے۔ اس لئے بہتر صورت حضرت انور کی بتائی ہوئی نماز جنازہ ہے۔ جہاں رو رو کر خدا کی جناب میں دعائیں کرنی چاہئیں۔

حدیث میں تین چار دعائیں آئی ہیں۔ جو حضورؐ با دیدۂ تر میت کی نماز جنازہ میں پڑھتے تھے۔ اور سب مسلمان بھی بڑے خلوص سے ان دعاؤں کو پڑھ پڑھ کر خدا سے میت کی بخشش کی درخواست کرتے تھے۔ افسوس! کہ آج جو مسلمان نماز جنازہ پڑھنے جاتے ہیں۔ ان کو وہ ایک معروف دعائے جنازہ بھی نہیں آتی اور امام صاحب جو جنازہ پڑھاتے ہیں۔ وہ بھی رسمی طور پر پڑھاتے ہیں۔ کچھ مسنون دعاؤں کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ یعنی میت کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور اس کی بخشش چاہنے کے لئے صرف جنازہ ہی ایک بہت بڑا سامان ہے جس سے غفلت برتی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ میت کی پوری خیر خواہی کا ثبوت جنازہ پڑھنے میں دیں۔ سنت کے مطابق جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سب دعائیں بڑے خلوص اور خشوع سے پڑھیں۔ کہ مرنے والے کے ساتھ سنت کے مطابق بھلائی کرنے کا یہی ایک سب سے بڑا آخری موقع ہے۔ جنازہ پڑھ کر دفن کر کے قبر پر کھڑے ہو کر میّت کے لئے خدا سے تثبیت کی دعا کرو۔ کہ اللہ اس کو نکرین کے سوالوں پر ثابت قدم رکھے۔ اس کے بعد اب معاملہ ختم ہو گیا۔ کوئی رسم، رسوم مت کرو نہ کوئی خاص دن کھانے پکانے کے مقرر کرو۔ اور نہ برادری کو جمع کر کے دیگیں پکاؤ اور انہیں کھلاؤ۔ ہاں میت کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کا ساری عمر آپ کو اختیار ہے قبر پر جاؤ۔ مسنون دعا کرو۔ اس دعا میں اہل قبور پر سلامتی کا ذکر بھی ہے۔

اوران کی بخشش کی درخواست بھی ہے۔ اور قبروں پر جاکر اپنی موت کو بھی یاد کرو۔ اور موت کو یاد کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کرو۔ اس کے علاوہ میت کے ایصال ثواب کے لئے رسوم کی پابندی سے بے نیاز ہو کر صدقات خیرات بھی کر سکتے ہیں۔ نمود و ریا سے بچ کر اللہ کے نام پر کی گئی خیرات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ خیرات مستحقوں اور شریعت کی بتائی ہوئی مدوں پر صرف ہوئی ہو۔

میت کیلئے ایصال ثواب

ریا، دکھاوا، شہرت، ناموری اور نمود سے بال بال بچ کر اللہ کی راہ میں خدا کے بتائے ہوئے مصارف پر — ہندوانہ رسموں، رواجوں اور بدعتوں اور زمان و مکان کی قیود سے بے نیاز ہو کر صدقات وخیرات کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے ایصال ثواب کی نیت سے اگر آپ کسی سفید پوش مسکین کو ایک بوری گندم لے دینگے، یتیموں کو کپڑے بنوا دیں گے۔ کسی بیوہ عورت کی امداد کرینگے۔ کسی کو قرض سے نجات دلائیں گے۔ مسجد کی تعمیر، تنگ دست خویش و اقارب، فاقہ زدہ ہمسایوں، مذہبی مدرسوں، طالب علموں، رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کرینگے تو انشاء اللہ موتیٰ کو ثواب پہنچیگا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:-

عن عائشۃ ان رجلا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسھا واراھا لو تکلمت تصدقت فھل لھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم (بخاری مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ (حضورؐ!) میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ کچھ بول سکتیں تو صدقہ کرتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں۔ تو کیا انہیں ثواب ملیگا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں!

سرکاری اور گھریلو لیٹر بکس

اب جب کہ حضورؐ کی زبانی ثابت ہو گیا کہ میت کو ثواب، صدقات و خیرات کا پہنچتا ہے تو پھر کون ایصال ثواب کا انکار کر سکتا ہے؟ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ ایصال ثواب کی "ڈاک" خلوص نیت سے "سرکاری[۱] لیٹر بکسوں" میں ڈالنی چاہیئے۔ تاکہ اس پر "سرکاری[۲] مہر" لگے اور پھر "مکتوب[۳] الیہ" کو جا ملے اور اگر "ڈاک[۴]" رسوم و بدعات کے "گھریلو[۵] لیٹر بکسوں" میں ڈالی جائے گی۔ تو ایسی ڈاک کو نہ کوئی نکالے گا۔ نہ اس پر سرکاری مہر لگے گی۔ اور نہ ہی عالم برزخ میں مرے ہوئے عزیزوں کو پہنچیگی[۶]۔

رزق کی چابیاں خدا کے ہاتھ میں

بعض جاہل کہتے ہیں کہ خدا نے رزق کی چابیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی ہوئی ہیں۔ اب رزق حضورؐ کے اختیار میں ہے جس کو جتنا چاہیں دیں۔ واضح ہو۔ کہ یہ عقیدہ بالکل مشرکانہ عقیدہ ہے۔ اور قرآن کے صریح خلاف ہے

۱؎ مراد قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے مصارف ہیں۔ جہاں صدقات و خیرات خرچ کرنے چاہئیں۔ ۲؎ ہر وہ دینی کام جو ریا، نمود، شرک، بدعت، اور کافرانہ رسوم سے بچ کر مسنون طریق پر کیا جائے۔ اس پر قبولیتِ خداوندی کی مہر لگ جاتی ہے۔ یہی "سرکاری مہر" ہے۔ ۳؎ مراد میت ہے۔ ۴؎ صدقات و خیرات وغیرہ۔ ۵؎ تیجہ۔ دسواں، چالیسواں برسی، روحوں سے روح ملانے کے ہندوانہ طریقے وغیرہ۔ ۶؎ حضرت انورؐ فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے۔ نہ نماز اور نہ زکوٰۃ، و خیرات اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی (دائرہ) اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے۔ جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔" (ابن ماجہ) غور کریں کہ جب بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ تو بدعات کی صورت میں صدقات و خیرات کس طرح قبول ہوں گے؟ (صادق)

ارشاد خداوندی ہوتا ہے :-

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۔ (پ ۲۲ ع ۱۳)

کیا ہے کوئی (تمہارا) خالق سوائے خدا کے کہ رزق دے تم کو آسمان سے (بارش اتار کر) اور زمین سے (غلہ اگا کر) نہیں کوئی (رزق دینے والا) معبود مگر وہ، پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی رزق دینے پر مختار نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ غیر اللہ کو رازق سمجھنا یا رزق پر مختار جاننا اس کو اللہ سے ورے معبود بنانا ہے!

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ (پ ۲۷ ع ۲)

بیشک اللہ ہی رزق دینے والا زور آور استوار ہے!

بندے بھوکے ننگے ہیں

حدیث قدسی ہے۔ یعنی حضورؐ انور نے کہا۔ کہ خدا تعالے فرماتا ہے :-

يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ ۔ (مسلم شریف)

قدوس لایزال فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب بھوکے ہو۔ مگر جس کو میں کھلاؤں (وہی سیر ہو گا) پھر تم مجھ (ہی) سے روزی مانگو۔ میں تم کو روزی کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب ننگے ہو۔ مگر جس کو میں پہناؤں (اسی کا ننگ ڈھانپا جائیگا) پھر تم مجھ (ہی) سے لباس مانگو۔ میں تمہیں لباس دوں گا۔"

ملاحظہ:- اس حدیث پاک سے ثابت ہوگیا۔ کہ تمام بندے جن میں بزرگ ولی، قطب، ابدال، شہید اور انبیاءؑ بھی شامل ہیں۔ سب کے سب بھوکے اور رزق روزی میں اللہ کے محتاج ہیں۔ بغیر اللہ کے کھلائے کسی کی بھوک دور نہیں ہوسکتی۔ اور اسی طرح خدا کے پہنائے بغیر کسی کے بدن پر لباس نہیں ہے۔ یعنی ہر بشر کا روٹی کپڑا اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔

رسولِ خدا حاضر ناظر نہیں

بعض اہل ہوا اور عبدالدینار قسم کے واعظوں اور پیروں نے مسلمانوں میں یہ عقیدہ جاری کر رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں۔ اور پھر اس عقیدے کو حضورؐ کی محبت اور عزت کا لازمہ قرار دیتے ہیں۔ اور خود بھی اس خانہ ساز عقیدہ کا اظہار کر کے عاشق رسول بنتے ہیں معلوم نہیں۔ یہ لوگ قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دینگے۔ کہ لوگوں کو قرآن اور حدیث کے خلاف شرک بھری تعلیم دیتے ہیں۔

یاد رکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاضر ناظر نہیں ہے۔ جس نے کسی کو خدا کے سوا حاضر ناظر مانا۔ وہ یقیناً مشرک ہے۔ اور اس مشرک کے شرک میں شک کرنے والا بھی مشرک ہے۔ غور کریں۔ کہ حضرت انورؐ کا ایک وجود کس طرح ہر جگہ موجود ہوسکتا ہے۔ کیسے حضورؐ ہر جگہ موجود ہو کر ہر ہر شخص کے حال کو دیکھنے سننے

لہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت دور دراز سفر کے بعد بھوکے پیاسے ایک بستی میں پہنچے اور ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ پھر شدتِ بھوک کی حالت میں خدا سے یوں دعا کی، رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ (پ۲۰ ع ۶) خداوندا! (سخت بھوکا ہوں۔ اس لئے، تو) اپنے خوان کرم سے، جو (نعمت بھی اس وقت) مجھے بھیج دے میں اس کا سخت محتاج ہوں۔ سبحان اللہ! جتنا پیغمبر کا مرتبہ اونچا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ خود کو خدا کا محتاج جانتا ہے۔

والے ہیں ؟ یہ خاصہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ کہ ذات پاک عرش پر مستوی ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ تمام مخلوقات اس کی نظر میں ہے۔ پروردگار لازوال اپنے ازلی ابدی علم، سمع، بصر، اور قدرت کے رو سے ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ ایک ذرہ اس کے جاننے، دیکھنے اور سننے سے باہر نہیں۔ کہئے کیا حضورؐ بھی خدا کی طرح ان صفات کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مانند سمیع۔ بصیر اور علیم ہیں ؟ ہرگز نہیں حضورؐ تو بغیر وحی کے کچھ نہیں بتاتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کا قصہ، اصحاب کہف کا واقعہ، اہل مدین کا حال، تکفیلِ مریم کا جھگڑا، افک عائشہؓ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کئی امور وحی کے بغیر آپ نے نہ بتائے۔ حاضر ناظر ہوتے تو سب کچھ آپ کو بذات خود معلوم ہوتا۔ پھر آپ کو حاضر ناظر جاننے کے عقیدے سے توبہ کرو۔ خدا کے عذاب سے ڈرو۔ حضورؐ کو خدا نہ بناؤ۔ کل قیامت کو کونسا منہ حضرت انورؐ کو دکھاؤ گے! یہ عقیدہ نہ قرآن میں ہے۔ نہ حدیث میں ہے۔ نہ خلفائے راشدین سے ثابت ہے اور نہ ہی فقہ کی کسی کتاب میں ہے۔ اور نہ ہی چاروں اماموں میں سے کسی کا قول ہے۔ لوگوں ۔۔ سادہ لوحوں میں حضورؐ کی فرضی محبت کو بیچ کر روٹی کمانا چھوڑ دو!

فرشتے درود پہنچاتے ہیں

حضرت ابن مسعود رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ ۔ (نسائی ۔ داری)

خدا تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو اس کام پر مقرر کیا ہوا ہے۔ کہ وہ زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ پھر جو شخص میری امت میں سے مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ وہ فرشتے اس درود و سلام کو میرے پاس پہنچا دیتے ہیں ؎

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:-

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا وَّصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ (مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی)

حضورؐ نے فرمایا۔ نہ ٹھیراؤ اپنے گھروں کو مانند قبروں[1] کے، اور مت ٹھیراؤ میری قبر کو عید[2] (کہ اس پر میلہ اور عرس کرنے لگ جاؤ) اور درود بھیجو مجھ پر پس تمہارا درود مجھ پر پہنچ جاتا ہے (فرشتوں کے ذریعے) جہاں ہو تم؛

ملاحظہ:- ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ درود شریف حضورؐ کو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ تو ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ حاضر ناظر نہیں ہیں۔ اگر آپ موجود اور حاضر ہوتے۔ تو فرشتوں کے پہنچانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ خود ہی سن لیتے۔ ہم حیران ہیں۔ کہ ایسی مشرکانہ تعلیم دینے والوں کا مذہب کیا ہے؟ نہ یہ چیز قرآن میں ہے۔ نہ حدیث میں اور نہ ہی فقہ میں۔

روحِ رسولؐ حاضر نہیں ہوتی

انوکھی محبت کے مدعیوں نے یہ عقیدہ بھی مسلمانوں میں پھیلا رکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ہر گھر میں موجود ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ

[1] یعنی مثل مردوں کے گھروں میں پڑے سوتے نہ رہو۔ قرآن اور نوافل پڑھا کرو۔ فرائض مسجدوں میں ادا کرو اور سنتیں اور نفل اور دیگر اذکار و وظائف وغیرہ گھروں میں پڑھو۔ تا کہ وہاں بھی انوار و برکات نازل ہوں۔" [2] حضورؐ نے اپنی قبر پہ میلے لگانے اور سال بسال اکٹھے ہونے۔ عرس وغیرہ کرنے سے منع کیا۔ غور کریں۔ کہ آپ کی قبر پاک پر تو میلے عرس منع ہوں۔ لیکن بزرگوں اور ولیوں کی قبروں پر دھڑا دھڑ عرس ہو رہے ہیں اور ساتھ ہی لہو لعب اور خرافات کا زور ہے۔ ان میلے لگانے اور عرس کرنے والوں کو خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔ اور اس بدعت سے باز آجانا چاہیئے۔ (صادق)

محفل میلاد میں آپ کی روح حاضر ہوتی ہے۔ کہتی گھر کی ٹکسال سے یہ "سکہ" ڈھالتے ہیں۔ کہ میلاد میں خود حضورؐ تشریف لاتے ہیں۔ اس لئے قیام کرنا چاہیئے یاد رکھیں۔ کہ ان مشرکانہ عقیدوں کو اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندو تناسخ اور آواگون کے قائل ہیں۔ کہ ان کے مردوں کی روحیں دوسری جونوں میں دنیا میں آتی رہتی ہیں۔ اسلام میں مرنے کے بعد روح دنیا میں لوٹ کر نہیں آتی۔ قرآن کہتا ہے :-

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ (پ۱۸ ع۶)

اور لوگوں کے مرے) پیچھے (ایک جہان) برزخ ہے۔ جہاں وہ قبروں سے اٹھائے جانے (کے وقت) تک رہیں گے "

اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ جو دنیا سے فوت ہو گیا۔ وہ عالم برزخ میں چلا گیا اور پھر وہ وہاں سے قیامت تک دنیا میں لوٹ کر نہیں آئیگا۔ معلوم ہوا۔ کہ نہ حضورؐ کی روح پاک دنیا میں آتی ہے۔ اور نہ دوسرے بزرگوں کی ارواح آتی ہیں۔

شہدائے اُحد کا پیغام

مشکوٰۃ کتاب الجہاد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صحابہ رضؓ! جب تمہارے بھائی اُحد کے دن شہید کئے گئے۔ تو خدا تعالےٰ نے ان کی روحوں کو سونے کی قندیلوں میں جو سایۂ عرش میں لٹکی ہوئی ہیں جگہ دی پھر وہ جنت کی نہروں پر آتی ہیں۔ اور بہشت کے میوے کھاتی ہیں جب ان شہیدوں نے اپنے کھانے پینے اور ٹھکانے کی (نہایت درجہ) خوشی پائی۔ تو (خدا کو) کہا کہ کون خبر پہنچائے ہمارے بھائیوں کو (دنیا میں) ہماری طرف سے کہ ہم (بڑے مزے اور آرام سے) زندہ ہیں بہشت میں، تاکہ وہ بہشت حاصل کرنے میں جہاد کے وقت بے رغبتی اور سستی نہ کریں۔ خدا نے انہیں فرمایا کہ میں تمہارا یہ پیغام

ان کو (دنیا میں) پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ خدا نے (پیغام پہنچانے کی صورت میں) یہ آیت نازل فرمائی :-

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ - فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ — (پ ۴ ع ۸)

اور مت گمان کر مرا ہوا ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں۔ بلکہ (وہ) اپنے پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود) ہیں۔ (بہشت سے) ان کو رزق ملتا ہے۔ اور جو کچھ ان کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔ وہ اس میں خوش ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد (دنیا میں زندہ ہیں اور) ابھی ان میں آکر شامل نہیں ہوئے، ان کی نسبت (یہ خیال کر کے) خوشیاں مناتے ہیں کہ وہ بھی شہید ہوں تاکہ ہماری طرح) ان پر (بھی) نہ (کسی قسم کا) خوف طاری ہو اور نہ وہ غمگین ہوں ۔ (پ ۴ ع ۸)

یہ ہے شہیدوں (کی روحوں) کا پیغام دنیا کے مسلمانوں کے نام، جو خدا تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ انہیں پہنچایا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ روحیں دنیا میں لوٹ کر نہیں آتیں، پھر یہ کہنا کہ رسول پاک کی روح ہر گھر میں یا محفل میلاد میں حاضر ہوتی ہے محض جھوٹ ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ فقہ کی کتابوں میں حضورؐ کو یا آپ کی روح پاک کو اور بزرگوں کی ارواح کو حاضر ناظر جاننا کفر اور شرک لکھا ہوا ہے۔ ہم ائمہ احناف اور کتب فقہ کے ارشادات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ انصاف سے ملاحظہ فرمائیں —

ارواح کو حاضر ناظر جاننا کفر ہے

مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یُکَفَّرُ۔ (فتاویٰ بزازیہ)

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو۔ کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہیں۔ اور وہ (لوگوں کے حالات کا) علم رکھتی ہیں وہ کافر ہے"

حضرت انورؐ کی روح کو حاضر ناظر جاننا

وَیَقُوْمُوْنَ عِنْدَ تَوَلُّدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَزْعُمُوْنَ اَنَّ رُوْحَہٗ تَجِیْئُ وَحَاضِرٌ فَزَعْمُھُمْ بَاطِلٌ بَلْ ھٰذَا الْاِعْتِقَادُ شِرْکٌ وَقَدْ مَنَعَ الْاَئِمَّۃُ الْاَرْبَعَۃُ عَنْ مِّثْلِ ھٰذَا۔ (تحفۃ القضاۃ)

لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد کا ذکر سن کر (محفل میلاد میں) کھڑے ہو جاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ کی روح تشریف لاتی ہے اور آپ اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔ (خبردار!) ان کا یہ خیال باطل ہے۔ بلکہ ایسا اعتقاد شرک ہے۔ اور چاروں اماموں نے ایسے عقیدوں سے منع کیا ہے"

مُلاحظہ:۔ غور کریں کہ آئمہ احناف اور حنفی مذہب کی کتابوں کا فتویٰ تو حضورؐ کی روح کو حاضر ناظر جاننے والے کے متعلق کفر اور شرک کا ہے اور ایسے ہی بزرگوں اور ولیوں کی ارواح کو حاضر ناظر ماننا بھی کفر ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ یہ مولوی اور پیر جو حضورؐ کی روح کو گھر گھر حاضر بتاتے ہیں اور محفل میلاد میں بھی اس کی حاضری کا حکم سناتے ہیں۔ ان لوگوں کا کیا مذہب ہے؟ یاد رکھیں کہ یہ حنفی بھی نہیں ہیں اور انہیں اہل سنت کہنا تو اپنی عقل کا ماتم کرنا ہے، ان لوگوں نے اپنے گھر سے مذہب بنایا

ہوا ہے جس پر چلا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور ایسے شاطر ہیں کہ کہتے ہیں جو ان کے ایسے گھریلو عقیدے نہ مانے، اسے رسول پاک سے محبت نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان عقیدوں کو نہ ماننے والا حضورؐ کی شان گھٹاتا ہے۔ شان رسول کا معیار بھی گھر سے بنا لیا۔ اور اسی ترازو پر آپ ہی لوگوں کے ایمان کو تولنے لگ گئے۔ ذرا ان فقہاءؒ کا ایمان بھی اسی ترازو پر تول ڈالئے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی روح کو حاضر ناظر جاننا شرک ہے! اور سنئے :۔

لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد النكاح ويكفر باعتقاد ان النبی صلے الله عليه وسلم يعلم الغيب

(بحر الرائق کتاب النکاح) —— جو شخص نکاح میں کہے کہ میں اللہ کے رسول کو گواہ کرتا ہوں۔ وہ کافر ہو جاتا ہے!

نکاح میں اللہ کے رسولؐ کو گواہ کرنے سے اس لئے کافر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس نے حضورؐ کو غیب کا جاننے والا مانا۔ یا آپ کو مجلس میں حاضر اور موجود جانا۔ لاکھوں رحمتیں ایسے حنفی اماموں اور مفتیوں پر جنہوں نے قرآن اور حدیث کے مطابق فتوے دیئے اور مسئلے بتائے اور کہا کہیں ان نام کے حنفیوں کو جنہوں نے فقہ کی بھی لاج نہ رکھی اور نفس کی "فقہ" گھڑ کر احداث و اشراک کی پگڈنڈیاں بنائیں۔ سادہ لوحانِ امت کو عشق رسول کا چکمہ دے کر ان راہوں پر چلایا اور دور لق و دق کے "جھاڑوں" میں لے جا کر ان کی "کیسہ بری" کی! افسوس روٹی کی خاطر برہمنیت کیا کیا پاپڑ بیلتی ہے۔

مجلس میلاد مروّج جناب رحمت للعالمین خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیدائش پاک، آپ کی صورت، سیرت، اخلاق، کردار، اقوال و افعال اور مرورِ حیات کے لمحہ لمحہ کو بلا پابندی رسوم

ذکر و بیان کرنا موجب رحمت کار ثواب اور نیکی ہے۔ لیکن حضرت انور ؐ کی شان اس بات سے بلند ہے۔ کہ ہندوؤں۔ سکھوں، اور دوسرے کافروں کے لیڈروں کی طرح حضور ؐ کا جنم دن منایا جائے۔ آپ کو یہ سن کر نہایت قلق ہوگا۔ کہ مسلمانوں نے بھی ۱۲۔ ربیع الاول کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنم دن منانا شروع کر دیا ہے۔ بالکل یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کی مانند آپ کی پیدائش کے روز بازاروں کو سجاتے، جھنڈیاں لگاتے، دروازے اور پہاڑیاں بناتے اور چراغاں کرتے ہیں۔ جلوس نکالتے اور ٹی پارٹیوں میں کام و دہن کی تواضع کے سامان کرتے ہیں رات کو مسجدوں اور گھروں میں میلاد (سالگرہ) کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ اعلےٰ اعلےٰ کھانے پکاتے اور ایجادی ختم کی آڑ لے کر کھاتے اور مولود خوانوں کو کھلاتے ہیں۔ پھر نعت خواں افراط و غلو اور مبالغہ سے بھری ہوئی نعتیں پڑھتے۔ اور دیناری قصہ گو، پیشہ ور واعظ اور مولود خواں بے سر و پا کہانیاں، موضوع روایات اور غیر مستند حکایات سناتے ہیں۔ رطب و یابس کے دھندکارے میں عوام کے عقائد بگاڑتے اور پریشان کرتے ہیں۔ اور پھر یہ اجیر پیشہ ور ٹکے کھرے کر کے نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں۔ حیرانگی اس بات پر ہے کہ جو کوئی حضور ؐ کا جنم دن منائے۔ مروج میلاد کرے۔ اس کو محبت رسول ؐ کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے اور دوسروں کو محبت سے خالی بتایا جاتا ہے۔ ہم عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کی خاطر صاف اعلان کرتے ہیں۔ کہ حضور ؐ کی سالگرہ منانا (میلاد کرنا) احداث فی الدین ہے بدعت ہے کیونکہ محبت رسول ؐ کے اس کام کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ۔ حضرت عثمان رضؓ حضرت علی رضؓ اور دوسرے سوا لاکھ صحابہ رضؓ نے قطعاً نہیں کیا۔ کسی نے ۱۲۔ ربیع الاول کے روز حضور ؐ کا جنم دن نہیں منایا۔ میلاد نہیں کیا۔ اگر میلاد دین کی چیز ہوتی محبت رسول ؐ کی علامت ہوتی۔ تو صحابہ رضؓ ضرور

اس پر ہر سال عمل کرتے۔ خلافت راشدہ میں ۱۲۔ ربیع الاول کا دن بڑی دھوم سے منایا جاتا۔ کیونکہ صحابہؓ سے بڑھ کر کسی کو حضورؐ سے محبت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی صحابہؓ سے زیادہ حضرت انورؐ کی محبت اور ادب واحترام کا دعویٰ کرے۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ محبت رسولؐ کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے قول و فعل اور سنتؐ وحدیث پر بصد جان عمل کیا جائے۔ اور اسے پھیلایا جائے ہر قیمت پر اس کی اشاعت کی جائے۔ نہ کہ سالگرہ منانے کی رسم خود گھڑ کر اس پر محبت کی خانہ ساز مہر لگا دی جائے۔ اگر میلاد نہ کرنیوالے رحمت دو عالمؐ کی محبت سے خالی ہیں۔ تو تمام صحابہؓ، تابعینؒ کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ جو اس دن کے منانے سے محروم رہے ہیں۔

کتب فقہ اور بزرگان دین	اِنَّ عَمَلَ الْمَوْلُوْدِ لَمْ یُنْقَلْ عَنِ السَّلَفِ وَلَا خَیْرَ فِیْ مَا

لَمْ یَعْمَلِ السَّلَفُ (فتاویٰ حافظ ابوبکر بغدادی حنفی)

مولود کرنا سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے اور جس کام کو سلف نے نہ کیا ہو۔ اس میں کوئی خیر و برکت نہیں ہو سکتی۔"

لَا یُنْعَقَدُ لِاَنَّہٗ مُحْدَثٌ وَّکُلُّ مُحْدَثٍ ضَلَالَۃٌ وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ (تحفۃ القضاۃ)

لہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ (مشکوٰۃ) میری محبت کا ثبوت یہ ہے۔ کہ میری سنتوں سے محبت کیجائے۔ (ان پر عمل کیا جائے) اور جس نے (میری سنتوں پر عمل کر کے) مجھ سے محبت کی۔ وہ میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔ کہئیے! یہ میلاد کرنا کرانا بھی حضورؐ کی سنت ہے؟ جب سنت نہیں ہے تو حضورؐ کی محبت کے نام سے منانا بدعت ہوا۔

مجلسِ میلاد منعقد نہیں کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ یہ بدعت (دین میں نئی چیز) ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی جہنم واصل کرنے والی ہے۔"

مُلاحظہ:- یہ تو فقہ کی معتبر کتاب کا فتویٰ ہے۔ حنفی بھائیوں کو بہر آنکھوں پر رکھنا چاہیے۔ اور مولود خوانوں کو سنا دینا چاہیئے۔ کہ وہ حنفی نہیں ہیں۔ کہ فقہ سے بھی باہر جا رہے ہیں۔

چیزے کہ نام آں مولد می نامند بدعت است (ذخیرۃ السالکین)

جس چیز کا نام مولود رکھا ہوا ہے۔ یہ بدعت ہے۔

هُوَ بِدْعَةٌ اَحْدَثَهَا الْبَطَّالُوْنَ، وَشَهْوَةُ نَفْسٍ اِعْتَنٰى بِهَا الْاَكَّالُوْنَ۔ (رسالہ تاج الدین فاکہانی)

یہ محفلِ میلاد باطل کے پجاریوں کی گھڑی ہوئی بدعت ہے۔ اور پیٹوؤں کی نفس پرستی کا ایک ذریعہ ہے۔"

روز تولد و وفاتِ ہیچ نبی عید نہ گردانیدند (تحفہ اثنا عشریہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ کہ کسی پیغمبر کی پیدائش یا وفات کے دن ـــــ عید منانا جائز نہیں ہے۔"

اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں آواں در دنیا زندہ می بُودند و ایں مجلس و اجتماع منعقد مے شد۔ آیا بایں امر راضی می شدند و ایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ؟ یقین فقیر آنست۔ کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند۔ بلکہ انکار می نمودند (مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ۔ مکتوب نمبر ۲۷۳)

اگر بالفرض رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں زندہ

ہوتے۔ اور آپ کے سامنے یہ میلاد کی محفلیں منعقد ہوتیں۔ تو ہرگز حضورؐ انہیں پسند نہ فرماتے۔ بلکہ ان سے منع کرتے اور ضرور روکتے!

ملاحظہ:۔ ناظرین کرام غور کریں۔ کہ مروّج میلاد کا منانا فقہاء کرام مشائخ عظام، اور ائمہ دین نے منع کیا ہے۔ کیوں کہ یہ دین کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ بدعت ہے۔

قیام میلاد

جب مولود خوان مولود پڑھ چکتے ہیں۔ تو پھر اہل مجلس کو کہتے ہیں۔ کہ سب کھڑے ہو کر ـــــ قیام کر کے سلام پڑھو۔ کیوں کہ حضورؐ خود یا آپ کی روح تشریف لاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ قیام بھی سراسر منع اور بدعت ہے۔

خدا تعالےٰ نے فرمایا:۔

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔ (پ۲ع ۱۵)

قیام کرو واسطے اللہ کے فرمانبردار ہو کر۔

ثابت ہُوا۔ کہ قیام عبادت ہے۔ اور عبادت صرف اللہ ہی کے لیئے ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لائے۔ اور آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی سب اہل مجلس آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت انورؐ نے فرمایا۔ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا (مجھے دیکھ کر مت کھڑے ہُوا کرو۔ جیسے بے دین لوگ ایک دوسرے کی خاطر کھڑے ہوتے ہیں"۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ صحابہؓ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی۔ اور وہ جانتے تھے۔ کہ حضورؐ اپنے لئے قیام کو برا سمجھتے ہیں۔ اور منع فرما چکے ہیں۔ اس لئے وہ ہرگز حضورؐ کو دیکھ کر قیام نہ کرتے تھے۔" (ترمذی)

دیکھا آپ نے ـــ کہ حضرتِ انورؐ نے اپنے لئے قیام کو منع فرمایا ہے اور شمع رسالت کے پروانے ـــ صحابہؓ، سارے جہان سے بڑھ کر آپ کی عزت و حرمت اور ادب و احترام کرنے والے حضورؐ کیلئے قیام نہیں کرتے تھے۔ پھر آج کل کے انوکھے محبوں کو کہاں سے حق حاصل ہو گیا ہے۔ کہ میلاد میں حضورؐ کے لئے (آپ کی نافرمانی کرتے ہوئے) قیام کرتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ بناوٹی اور جھوٹی محبت ہے۔ جس کی کوئی سند اور اصل نہیں۔

کتب فقہ اور بزرگانِ دین کے فتوے

جَرَتْ عَادَةٌ کَثِیْرٍ مِنَ الْمُحِبِّیْنَ اِذَا سَمِعُوْا بِذِکْرِ وَضْعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْمُوْا لَہٗ تَعْظِیْمًا وَھٰذِہِ الْقِیَامُ بِدْعَۃٌ لَّا اَصْلَ لَہٗ۔ (سیرۃ شامی از فقیہ محمد شامیؒ)

بہت سے "محبوں" کی عادت ہے۔ کہ رحمتِ دو عالم کی ولادت کا ذکر سن کر قیام کرتے ہیں۔ یہ قیام بدعت ہے۔ اس کی کوئی اصل و دلیل نہیں۔"

وَمَا یَفْعَلُہُ الْعَوَامُ عِنْدَ ذِکْرِ وَضْعِ خَیْرِ الْاَنَامِ عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالسَّلَامُ لَیْسَ بِشَیْءٍ بَلْ مَکْرُوْہٌ (تحفۃ العشاق)

حضورؐ کی ولادت کے ذکر کے وقت جو عوام قیام کرتے ہیں۔

اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ مکروہ ہے:

ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيحًا بِالتَّكْفِيرِ بِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ــــ (شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ؒ)

علمائے حنفیہ نے کھلے لفظوں میں اس شخص کو کافر کہا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ قرآن کی اس آیت کے بالکل برعکس ہے۔ قُلْ لَّا ــــ آسمانوں اور زمین میں سوائے اللہ تعالٰے کے کوئی غیب نہیں جانتا۔"

فتاوٰے بزازیہ میں ہے:۔

مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ ــــ

جو شخص کہے۔ کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں۔ اور علم رکھتی ہیں۔ وہ کافر ہے"

مُلاحظہ:۔ فقہ حنفی کی اس مستند کتاب کے فتوے کی رو سے تو میلاد میں حضورؐ کی روح کو حاضر جاننے والا کافر قرار دیا گیا ہے۔ اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے حضورؐ کو غیب جاننے والے ماننے والے کو کافر کہا ہے۔ پھر حنفیوں کو خدا کا خوف کیوں نہیں آتا۔ کہ وہ مجلس میلاد میں حضورؐ کی روح کو حاضر مانتے اور اپنے حال سے حضرت انورؐ کو واقف اور عالم جانتے ہیں۔ انہیں کم از کم اپنی فقہ کی تو لاج رکھنی چاہیئے۔ سادہ لوحوں کا تو یہ حال

۱؎ پ ۲۰ ع ۱۔

ہے ـــــ کہ برہمنیت جس چھری سے چاہے۔ انہیں ذبح کر ڈالے۔" بھیڑیں" بیچاری کیا کر سکتی ہیں! ہاں عوام یاد رکھیں۔ کہ وہ اندھی تقلید کے سبب قیامت کو پکڑے جائیں گے۔ کہ انہوں نے اکال مولویوں اور پیروں کے کہنے پر کیوں اندھا دھند شرک اور بدعت پر عمل کیا؟

حضورؐ نے اسی لئے فرمایا تھا۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابوداؤد) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر" فرض ہے"۔ کہ سب لوگ ضرورت کے مطابق دین سیکھیں۔ تاکہ مولوی اور پیر انہیں جُل نہ دے سکیں۔ قانون سے لاعلمی معاف نہیں کرا سکتی۔ ہر مسلمان مکلف ہے۔ کہ وہ صحیح دین کی تلاش میں کوشاں رہے۔ صرف وہی مانے جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہو۔ اور کسی بے دلیل چیز کو دین کے نام سے ہرگز قبول نہ کرے!

وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ

بعض پیر اور مولوی مریدوں کو یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ دکھوں، دردوں اور مصیبتوں میں پڑھنے کے لئے بتلاتے ہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس وظیفہ کے پڑھنے سے شرک لازم آتا ہے۔ کیونکہ وظیفہ خواں یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ اس کی آواز کو پیر جیلانیؒ قبر میں سن رہے ہیں۔ حالانکہ دور اور نزدیک سے سرًا یا جہرًا سننا خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس خاصہ اور صفت میں کسی کو شامل کرنا یقیناً شرک ہے اور پیچھے آپ تفصیل سے پڑھ آئے ہیں کہ مردے نہیں سنتے، علامہ تفتازانیؒ شرح المقاصد میں لکھتے ہیں وَلَا نِزَاعَ فِي اَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ۔ اس بات میں کوئی نزاع نہیں ہے کہ میت نہیں سنتی"۔ ایسا ہی فتح القدیر، کفایہ اور عینی جیسی فقہ کی معتبر کتابوں

ہیں موتی کا عدم سماع تحریر ہے۔ پھر جو شخص مسافت بعیدہ سے اولیاء اللہ کو پکارتا ہے۔ اور اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ وہ اس کی آواز کو سنتے اور اس کے احوال سے مطلع ہیں۔ یا ان کی روحیں آواز کو سنتی ہیں۔ اور دردوں، بلاؤں، وباؤں غموں، اور فقر و فاقہ اور افلاس میں مدد کرتی ہیں۔ یا پکارنے کے وقت بزرگ شہید یا اس کی روح مدد کے لئے حاضر ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص بلا شبہ مشرک ہے۔ کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کا خاصہ موتیٰ میں مانا، فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یُکَفَّرُ۔ جو کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور علم رکھتی ہیں۔ وہ کافر ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ اولیاء اللہ، اور شہید یا ان کی روحیں ہماری پکار سن کر ہماری بگڑی بنا دیتی ہیں۔ تو یہ اعتقاد بھی کفر ہے۔ فقہ کی معتبر کتاب بحر الرائق میں ہے۔ وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ الْمَیِّتَ یَتَصَرَّفُ فِی الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰہِ وَاعْتَقَدَ بِذٰلِکَ کَفَرَ۔ جس نے خیال کیا کہ میت (ولی، بزرگ، شہید، پیغمبر کی) کاموں میں تصرف کرتی ہے۔ (خدا کے اختیار سے پکارنے والوں کی حاجت روائیاں اور مشکل کشائیاں کرتی ہے) ایسا اعتقاد کفر ہے۔" پس شیخ عبد القادر جیلانی رح (یا کسی بزرگ، شہید، ولی، پیغمبر) کو حاجت روائیوں کے لئے پکارنا — اشراک فی العلم ہے اشراک فی التصرف ہے۔ اور اشراک فی العادت ہے!

قرآن مجید کی نیچے لکھی ہوئی آیتیں سراً یا جہراً پڑھیں، اور پھر دل سے پوچھیں کہ مصائب و نوائب میں کون پکارنے کے لائق ہے؟

۱۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ (پ ۱ ع ۱)

۲۔ وَمَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ (پ ۱ ع ۱۳)

۳۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (پ ۲ ع ۷)

۴- مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط (پ۳ ع ۲)

۵- تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (پ۳ ع ۱۱)

۶- اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (پ۲۰ ع ۱)

۷- وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ۔ (پ۱۹ ع ۹)

۸- یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ (پ۲۵ ع ۶)

۹- وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (پ۱۲ ع ۱)

۱۰- اَللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ (پ۲۴ ع ۳)

۱۱- یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ۔ (پ۲۲ ع ۱۵)

۱۲- یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ۲۷ ع ۱۲)

۱۳- اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ (پ۱۶ ع ۹)

۱۴- اِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ (پ۴ ع ۱)

۱۵- مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا۔ (پ۱۲ ع ۵)

۱۶- وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ۱۳ ع ۸)

۱۷- اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ (پ۱۳ ع ۸)

۱۸- مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ (پ۴ ع ۴)

۱۹- قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا۔ (پ۲۹ ع ۱۲)

۲۰- اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ (پ۲۱ ع ۲)

۲۱- قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ (پ۲۹ ع ۱۲)

آیات کا مفہوم	۱- عبادت اور استعانت کے لئے صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے!

۳- وہ پکارنے والے کی پکار اور دعا کو (براہ راست) قبول کرتا ہے۔

۴- اس کی اجازت حاصل کئے بغیر کوئی اس کی جناب میں سفارش نہیں کرسکتا۔

۵- وہ جس کو چاہے بادشاہی دے۔ اور جس سے چاہے چھین لے۔

۶- بے قراروں کی دعاؤں کو سننے والا اور بے قراریوں اور بے چینیوں کو دور کرنے والا وہی خالق لایزال ہے۔

۷- بیماروں کی شفا اسی کے ہاتھ میں ہی ہے۔

۸- اولاد صرف وہی بخشتا ہے۔

۹- سب کو رزق اور روزی بھی وہی دیتا ہے۔

۱۰- ہر چیز کا وہ خالق برحق ہے!

۱۱- تمام پیغمبر، ولی، بزرگ، شہید، قطب، ابدال اس کے در کے گدا ہیں۔

۱۲- جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے۔ سب اس کے در کے سوالی اور بھکاری ہیں۔

۱۳- آسمانوں اور زمین میں ہر شخص اللہ رحمٰن کے پاس غلام ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ غلامی ہی کا دم بھرتا ہے۔

۱۴- وہ ذات پاک تمام مخلوق سے بے نیاز ہے۔

۱۵- سب کی چوٹیاں اور پیشانیاں غالب خدا کے قبضے میں ہیں۔

۱۶- آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق اس کے آگے سرنگوں ہے۔

۱۷- وہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی روکنے والا نہیں!

۱۸- کامیابیاں اور کامرانیاں اور فتح کی شادمانیاں اسی کی طرف سے آتی ہیں!

۱۹- حضرت انور (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لئے بھی مصائب و نوائب سے بچاؤ کے لئے صرف اللہ ہی کی جناب پناہ گاہ ہے!

۲۰- روزی کی تنگی اور کشادگی خدا کے بس میں ہے!

۲۱- جناب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کو ضرر اور بھلائی پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے۔

ملاحظہ:- ان آیات بینات کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد کیا آپ کی زندہ ضمیر آپ کو اجازت دیتی ہے۔ کہ مصائب و نوائب اور بے قراریوں، اور مایوسیوں میں اللہ کے سوا کسی کو پکاریں؟ یا شیخ جیلانیؒ یا کسی اور بزرگ، ولی یا پیغمبر کو آواز دیں؟ جب کہ یہ بھی ثابت ہو چکا ہو۔ کہ حضرت ختم نبیاںؐ تک نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ تو حضورؐ کے سوا اور کون بگڑی بنانے کا اختیار رکھ سکتا ہے۔ جس کو آپ پکاریں؟ سچ فرمایا خدا تعالےٰ نے۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۔ (پ ۲۶ ع ۱) "اور اس شخص سے کون بڑا گمراہ ہے۔ جو اللہ کے سوا (مصائب و نوائب میں) اس شخص کو پکارتا ہے۔ جو نہ جواب دے گا۔ اس کو قیامت کے دن تک، اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں"

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ج فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (پ ۱۱ ع ۱۶) "اور اللہ کے سوا اُسے مت پکار جو نہ نفع دے سکے، تجھ کو اور نہ ضرر دے سکے، تجھ کو۔ پھر اگر کیا

تو نے، (یعنی اگر پکارا تو نے غیر اللہ کو) تو ضرور اُس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔

ضرب الاقدام الی العراق

بعض پیر، اور صوفی قضائے حاجات کے لئے لوگوں کو صلوٰۃ الغوثیہ پڑھنی بتاتے ہیں۔ کہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت عراق کی طرف منہ کر کے پڑھو۔ اور پہلی رکعت میں گیارہ قدم برائے تعظیم مزار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح آگے بڑھو۔ اور پھر دوسری رکعت میں گیارہ قدم پیچھے ہٹو۔ یاد رہے کہ یہ صلوٰۃ الغوثیہ اور گیارہ قدم عراق کی طرف مارنے صاف شرک ہے۔ کہ نماز عبادت ہے۔ جو صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ غیر اللہ کے لئے نماز ادا کرنا اس کی عبادت ہونے کے سبب کفر اور شرک ہے۔ رحمتِ دو عالمؐ کے صحابہؓ میں سے کسی نے بھی آپ کے روضے کی طرف تعظیماً ضرب الاقدام نہیں کیا اور نہ ہی روضہ کی سمت کبھی نماز حاجت پڑھی ہے۔ جب حضور کے روضہ پاک پر صحابہؓ نے ایسا کوئی فعل نہیں کیا۔ تو اور کس بزرگ کے نام کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یا اس کے روضہ کی جانب قدم مارے جاسکتے ہیں؟ اور حضرت انورؐ نے فرمایا ہے۔
مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ — (بخاری) جس نے (دین میں) ایسا کام کیا۔ جس پر ہمارا حکم (قولی یا فعلی) نہ ہو۔ تو وہ کام مردود ہے، اس مشرکانہ فعل کے متعلق بزرگانِ دین اور فقہائے عظام کے ارشادات بھی ملاحظہ ہوں:-

ضَرْبُ الْاَقْدَامِ اِلَی الْعِرَاقِ کُفْرٌ کَمَا هُوَ دَأْبُ بَعْضِ الْمُفْتَرِیْنَ عَلَی الْمَشَائِخِ الْکِرَامِ۔ (مدارج السالکین) (صلوٰۃ الغوثیہ میں) عراق کی طرف قدم مارنے کفر ہے؛

مَنْ ضَرَبَ الْاَقْدَامَ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ عَلٰی زَعْمِ اَنَّ هٰذَا اِنَّمَا یَا دَرَہٗ

فَهُوَ کَافِرٌ وَّعَلَیْهِ الْفَتْوٰی (مشارق شرح رقیمہ) جس نے نماز کے بعد عراق کی طرف ضرب الاقدام کیا۔ وہ کافر ہے۔ اور اس پر تمام علماء ربانی کا فتویٰ ہے۔ ضَرْبُ الْاَقْدَامِ نَحْوَ الْعِرَاقِ مِنْ اَنْوَاعِ الْکُفْرِ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَّالْعِبَادَةُ لِغَیْرِ اللهِ کُفْرٌ۔ (نافع المرشدین) عراق کی طرف قدم مارنے (گیارہ قدم چلنا) انواع کفر سے ہے۔ کیونکہ یہ کام عبادت ہے۔ اور غیر اللہ کے لئے عبادت کفر ہے"

اٹھتے بیٹھتے بزرگوں کو پکارنا

بعض لوگ اٹھتے وقت ایک آہ سی بھرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یا رسول اللہ! کبھی کوئی یونہی عادۃً کہہ دیتا ہے۔ یا علی۔ یا دستگیر۔ گویا جسطرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کی عادت ہے، ویسے بزرگوں سے معاملہ کیا جاتا ہے۔ یہ بات بھی موہم شرک ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیئے کہ اشراک فی العادت ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے۔ کہ عادۃً اسے بلایا جائے۔ یا اللہ! یا رحمان! یا کریم! یا رب! کہنے کی عادت ڈالی جائے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے وقت اس کا نام لیا جائے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ صحابہؓ اور تمام اولیاء اللہ عادت کے طور پر اللہ ہی کو بلاتے اور پکارتے تھے۔ تو پھر کیوں نہ بزرگوں کے اس نیک طریق پر چل کر ہم بھی اللہ کا نام لیں۔

اور اگر کوئی شخص عادۃً — اٹھتے یا بیٹھتے وقت بزرگوں کو اس نیت سے پکارتا ہے۔ اس خیال سے یا رسول اللہ صلعم۔ یا دست گیر۔ یا علیؓ کہتا ہے۔ کہ بزرگ اس کی آواز کو سن کر اللہ سے اس کی حاجت روائی کیلئے سفارش کریں۔ تو ایسا شخص یقیناً مشرک ہے کہ اس نے اپنے منادیٰ کو غیب کا جاننے والا

بھی مانا اور سفارشی بھی۔ حالانکہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور نہ ہی کوئی اس کی جناب میں سفارش کر سکتا ہے۔ علم غیب اور سفارش کے مسئلہ کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ایمان کی تازگی اور پختگی کے لئے چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

سبوح لایزال کی عظمت

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ج فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ج مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ۔ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۰ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۰ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۰ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ — (پ۲۰ ع۱)

"بھلا بتاؤ تو) آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور آسمان سے تم لوگوں کے لئے (کس نے) پانی برسایا؟ (ہم ہی نے برسایا) پھر پانی

کے ذریعے ہم ہی نے خوشنما باغ اگائے۔ (لوگو)، تمہارے بس کی تو بات نہ تھی۔ کہ تم ان (باغوں)، کے درختوں کو اُگا سکو۔ (بتاؤ) کیا خدا کے ساتھ (کوئی اور)، معبود (بھی) ہے؟ (ہرگز نہیں!) مگر یہی (بے سمجھ)، لوگ ہیں کہ (خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک لاکر) کجروی کرتے ہیں۔

بھلا کس نے زمین کو (آدمیوں اور جانوروں کے)، ٹھیرنے کی جگہ بنایا۔ اور اس کے درمیان ندی نالے بنائے۔ اور اس کے (برقرار رکھنے اور تمہارے فائدے کے)، لیے پہاڑ بنائے، اور (میٹھے اور کھاری) دو سمندروں میں حدِ فاصل رکھی۔ (کہ ایک دوسرے سے مل نہ جائیں)، کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود (بھی) ہے؟ (ہرگز نہیں)، مگر ان لوگوں میں اکثر (اتنی موٹی بات بھی) نہیں جانتے!

بھلا کون ہے (اللہ کے سوا)، کہ جب کوئی بے قرار اس سے فریاد کرے۔ تو وہ اس کی فریاد کو پہنچے۔ اور (اس کی) مصیبت کو ٹال دے؟ اور (کون ہے جو)، زمین میں تم کو (اپنا)، نائب بناتا ہے؛ کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود (بھی)، ہے؟ (ہرگز نہیں — پھر)، تم لوگ تھوڑے ہو جو نصیحت پکڑتے ہو۔

بھلا کون ہے۔ جو تم لوگوں کو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور کون ہے جو اپنی رحمت (بارش)، کے آگے (آگے) ہواؤں کو (مینہ کی)، خوش خبری دینے کے لئے بھیجتا ہے؛ کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود (بھی)، ہے؟ (ہرگز نہیں — پھر

یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں۔ اللہ (کی شان) اس سے بالاتر ہے۔

بھلا کون ہے۔ جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر دوبارہ پیدا کرے گا اس کو؟ اور کون ہے جو تم کو آسمان سے (مینہ برساکر) اور زمین سے (غلہ اگاکر) روزی دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ، (کوئی اور) معبود (بھی) ہے؟ (ہرگز نہیں اے پیغمبر! ان غیر اللہ کو پکارنے والوں سے) کہو کہ (اگر تم شرک کے دعوے میں) سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے۔ ان میں سے غیب کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ کس وقت اٹھائے جائیں گے!"

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (پ ۲۴ ع ۱۲)

"اللہ وہ (معبود برحق) ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں (بھی) اچھی بنائیں اور عمدہ عمدہ چیزیں تمہیں (کھانے کو) دیں۔ (اب پہچان لو کہ) یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ سارے جہانوں کا پالنے والا (بڑا) برکت والا ہے۔ وہی (ہمیشہ) زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر پکارو اسکو (ایسے کر

اس کی (شرک سے بچ کر) خالص عبادت کرو۔ (لو لو) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ - (پ ۲۵ ع ۹)

ہم تقسیم کرتے ہیں (ان لوگوں) کے درمیان روزی ان کی دنیا کی زندگی میں، اور ہم (ہی) بلند کرتے ہیں درجوں کے اعتبار سے ان میں ایک کو ایک پر۔

ایمانیات کے موتی

آپ نے ان آیتوں کو پڑھ لیا۔ ان کی تذکیر کے دریا سے ایمانیات اور معتقدات کے "یہ موتی" نکلے ہیں:۔

۱۔ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ارض و سماء کی ہر چیز اس کی مخلوق —— محتاج اور مربوب ہے!

۲۔ اپنی مرضی سے بارانِ رحمت وہی اتارتا ہے!

۳۔ زمین کی تمام پیداوار خود اگاتا ہے۔ تمام دنیا کے بے شمار پھل۔ غلّہ —— اناج —— ہر قسم کے درخت، روئیدگی، سبزہ، بوٹیاں، پودے، پھول —— اسی کی قدرت کا کرشمہ ہیں۔ ان کے اگانے میں کسی غیر اللہ کو دخل نہیں! پھر ان لاتعداد نعمتوں کے لئے منعمِ حقیقی ہی سجدۂ شکر کا سزاوار ہے! خالص عبادت کا حق دار ہے!!

۴۔ انسانوں اور تمام جانداروں کے لئے خدا نے ہی زمین کو مستقر بنایا ہے۔ وہ نہ چاہے تو کسی کو یہاں ٹھکانہ نہ ملے! یہاں ہمارا قرار محض اس کے رحم و کرم کا رہینِ منت ہے! وہ قرار نہ چاہے۔ تو زلزلوں، طوفانوں

سیلابوں، قحطوں، وباؤں اور جنگوں وغیرہ سے ہماری صف لپیٹی جائے!

۵۔ ندی نالے، جھیلیں، دریا، سمندر، پہاڑ — ہماری بے حساب ضرورتوں کو پورا کرنے اور ہمیں فائدہ پہنچانے کے لئے خالق لایزال نے ہی بنائے ہیں اس جیسے کام اور کون کرسکتا ہے؟ پہچان لو! یہی اللہ تعالےٰ نے ہے!

۶۔ یہ بھی محض خدائے احد کی قدرت ہے کہ میٹھا اور کھاری پانی —— جدا جدا رنگ کا ایک ہی دریا میں بہ رہا ہے۔ کیا مجال —— جو دونوں پانی آپس میں مل جائیں۔ گویا دو دریا ہیں دو پانیوں کے۔ صرف اس کا حکم حد فاصل ہے! ہے کوئی ایسا حاکم؟

۷۔ کوئی اس کی ذات کے سوا فریاد رس نہیں۔ نہ کوئی آئی بلا ٹالنے والا ہے اِلَّا ھُوَ!

۸۔ سمندر اور خشکی کی تاریکیوں میں —— مصائب وحوائج کی ظلمات میں۔ اس کے سوا کوئی آسرا نہیں ہے!

۹۔ خدا کے سوا کسی پیغمبر، ولی، شہید اور بزرگ کو یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے بارش اتار کر — اور زمین سے غلہ اُگا کر خشک سالی اور قحط کو ہٹا دے! قحط کی مہیب فضا میں بارش سے لدی ہوئی مون سون بھیج کر صرف اللہ ہی خوشخبری دیتا ہے!

۱۰۔ دنیاوی پیدائش کے بعد آخرت کو پھر وہ زندہ کرے گا اور پوچھے گا۔ کہ بتاؤ" کھایا کس کا تھا اور" گایا" کس کو تھا؟" خالق، مالک، رازق اور رب کے مربوب، مرزوق، مملوک اور مخلوق ہو کر کس کس غیر اللہ کے در کی خاک چھانتے رہے ہو؟ میری ربوبیت، رازقیت، مالکیت خالقیت اور معبودیت میں کتنوں کو شریک کر کے خدا بنا کر آئے ہو؟

۱۱۔ آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ جو دوسروں کے سینوں کی باتوں کو جانے یا دور دراز مقامات سے پکاروں کو سنے! سوائے خالقِ برتر کے!

۱۲۔ اللہ ہی ماں کے پیٹوں میں صورتیں بنانے والا ہے کوئی اس مصوری میں اس کا شریک نہیں!

۱۳۔ رزق بندوں میں خدا تقسیم کرتا ہے۔ اس تقسیم میں کسی کو دخل نہیں۔

۱۴۔ سدا ان صفتوں والے خدا کو پکارو اور ہر قسم کی عبادت خالص کرو جس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔

توحید کی دیبائی ردا

ان آیات کی تفہیم کا آبِ حیات نوش جان کرنے کے بعد آپ کی آنکھیں کھل گئی ہوں گی اور خدا تعالےٰ کی عظمت، بزرگی، جلال، جمال، قدرت، وحدت اور توحید نظر آگئی ہوگی پھر کیا خدا کی شان کا یہ تقاضا نہیں ہے؟ کہ چلتے — پھرتے — اٹھتے — بیٹھتے لیٹتے — جاگتے — کروٹ بدلتے — آپ اسی کو پکاریں۔ یا اللہ۔ یا رحمٰن یا غفور! یا رب — بلکہ ہر پیشہ ور، ہر دست کار، ہر مزدور، ہر ملازم ہر دکاندار — کام کی ابتداء میں بسم اللہ کہے! اور اپنے اپنے کام کے دوران میں اگر تھک جائے۔ گھبرا جائے، رکاوٹ آئے، پریشانی آئے، ناکامی یا شکستہ دلی راہ پائے۔ تو اللہ کو پکارے! یا علی، یا پیر استاد، یا شیخ اجمیری، یا خواجہ خضر، یا دست گیر — کہہ کر توحید کی دیبائی ردا کو کالا نہ کرے۔ خدا کے مملوکوں۔ محتاجوں مربوبوں اور غلاموں کو خدا کی مانند نہ بلائے۔ کہ بے چارگی میں سب ہی برابر ہیں!!

اعینونی سے بودا استدلال

حصن حصین میں طبرانی کے حوالے سے

ایک حدیث یوں مذکور ہے ۔ وَاِنْ اَرَادَ عُوْنًا فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ
اگر مدد کی ضرورت ہو۔ تو یوں کہنا چاہیئے ۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔" یہ
حدیث مولود کی محفلوں، ختم کی مجلسوں، قبروں کے میلوں، عرسوں، غیر اللہ کی
نداؤں کی جان سمجھی جاتی ہے ۔ اس حدیث کے استدلال سے کہا جاتا ہے ۔ کہ
مصیبتوں اور ناچاریوں میں غیر اللہ کو پکار سکتے ہیں ۔ اہل قبور سے استمداد
کر سکتے ہیں ۔ یا شیخ جیلانی ؒ، یا علی ؓ، یا حسین ؓ، یا خواجہ اجمیری کی
ندا جائز ہے ۔

جو لوگ اس حدیث سے حجت پکڑ کر ندائے غیر اللہ کے قائل اور فاعل ہیں
اموات سے استعانت کرتے ہیں ۔ وہ سراسر گمراہی اور شرک کی راہ پر چل رہے
ہیں ۔ غور سے سنیں ۔ کہ اول تو یہ حدیث جس کی بنیاد پر ندائے غیر اللہ کی عمارت
کھڑی کی گئی ہے ـــــ ہرگز استدلال کے لائق نہیں ۔ کہ سخت مجروح ہے اس
کا ایک راوی معروف ابن حسان محدثین کے نزدیک منکر الحدیث ہے ۔ اور منکر
راوی وہ ہوتا ہے ۔ جو فاحش غلطی کرتا ہو ۔ یا اس کا فسق آشکار ہو ۔ ایسے
راوی کی حدیث منکر کہلاتی ہے ۔ اعتماد اور عمل کے ہرگز لائق نہیں ہوتی ۔
فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں امام ہیثمی ؒ حدیث مذکور کے راوی پر جرح
کرتے ہیں ۔ قال الهیثمی فیه معروف بن حسان ضعیف ۔ یعنی امام ہیثمی ؒ
نے کہا کہ اس حدیث کی سند میں معروف ابن حسان راوی ضعیف ہے اسی
شرح جامع الصغیر میں ہے ۔ قال ابن حجر ـــــ ومعروف قالوا فیه
منکر الحدیث ۔ محدث ابن حجر ؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں معروف ابن
حسان راوی تمام محدثین کے نزدیک منکر الحدیث ہے ۔ یعنی اس کی حدیث
اعتماد کے لائق نہیں ۔ اس کے علاوہ ایک اور راوی اس حدیث میں عتبة

بن غزوان ہے۔ جسے اسمار الرجال کی کتاب تقریب میں مجہول الحال تبایا گیا ہے اور مجہول الحال وہ راوی ہوتا ہے۔ جس کے تقوے، عدل، اور دیانت کا حال معلوم نہ ہو۔ پھر جس حدیث میں ایک راوی ضعیف — منکر الحدیث اور دوسرا مجہول الحال ہو۔ جسے محدثین جانتے ہی نہ ہوں کہ وہ کون ہے اور کیسے کردار کا ہے۔ وہ حدیث ہرگز استدلال کے لائق نہیں ہو سکتی — سند کے اعتبار سے کھوٹا سکہ ہے۔ جسے بازارِ شریعت میں چلانا دیانت کے خلاف ہے۔ اس حدیث کو آیت لَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو) کے مقابلہ میں غیر اللہ کی پکار کے اثبات میں پیش کرنے والے — صوفیوں، پیروں اور مولویوں کا فرض اولین یہ ہے کہ محدثین نے حدیث کے جانچنے کا جو اصول اور معیار مقرر کیا ہے۔ حدیث مذکور کے "سونے" کو اس پر پرکھ کر غل وغش سے پاک ثابت کریں۔ کھوٹ اور باد سے صاف دکھائیں۔ سند کا اعتبار دلائیں اور پھر "بازار" میں لائیں!

قرآن سے معارضہ اور ٹکراؤ

پھر ایک اور وجہ اس حدیث کے غیر ٹکسالی اور غیر معتبر ہونے کی یہ ہے۔ کہ اگر اس کو غیر اللہ سے حاجتیں اور مرادیں مانگنے پر محمول کریں اس کی رو سے اہل قبور سے استمداد اور استعانت کرنے لگ جائیں۔ تو یہ بات یقیناً شرک ہے۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ کوئی نافع اور ضار نہیں۔ کسی کے اختیار میں مال، دولت، فراخی، عزت، اولاد نہیں۔ کوئی بھی غم، کرب، درد، مرض، فقر، فاقہ، تنگی، بلا، وبا دور کرنے پر قادر نہیں۔ تو ایسی صورت میں قرآن کی بہت سی آیتیں اور حضورؐ کی صحیح

حدیثیں اس حدیث کے معارض اور مقابل ٹھہریں گی۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی صحیح حدیث قرآن کے معارض ہو۔ اور جو معارض ہو گی وہ یقیناً صحیح نہ ہو گی۔ تو پھر اصولاً قرآن کے معارضہ میں آنے والی خبر واحد رد کر دی جائے گی۔ توضیح تلویح میں ہے۔ یرد خبر الواحد فی معارضۃ الکتاب لان الکتاب مقدم لکونہ قطعیا متواتر النظم لا شبھۃ فی سندہ۔ خبر واحد قرآن کے معارضہ اور مقابلہ میں رد کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن بوجہ قطعی اور متواتر النظم ہونے کے مقدم ہے۔ اور اس کی سند میں کوئی شک و شبہ نہیں ؎۔

بوستانِ ایمان میں بادِ بہار

سند کے لحاظ سے تو اس حدیث کا بے حقیقت ہونا معلوم ہو چکا۔ اب ہم آپ کے اعتقاد کی پختگی اور تازگی کے لئے کچھ آیات و احادیث بیان کرتے ہیں جن سے حدیث مذکور معارضہ کرتی ہے۔ ٹکرا کر اپنی موضوعیت کا اعلان کرتی ہے دیکھئے ــــ آپ کے بوستانِ ایمان میں بادِ بہاری کا چلنا کس قدر طرب افزا ہے۔ سورہ فاتحہ میں آپ پڑھتے ہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یہاں ایاک کو جو مفعول ہے۔ تعظیم اور رفعت مرتبت کے لئے مقدم لایا گیا ہے۔ جو کہ حصر پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تیرے سوا کسی اور کی نہیں کرتے۔ اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تیرے سوا کسی اور سے نہیں چاہتے۔ گویا غیر اللہ کی ہر قسم کی عبادت اور غیر اللہ کی ہر قسم کی استعانت باطل ٹھہری۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں ایاک نعبد و ایاک نستعین پر اعتقاد رکھنے کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں :-

انھم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم من شفاء

المرلیض وغناء الفقیر وینذرون لہم یتوقعون انجاح مقاصدھم بتلک النذور ویتلون اسماءھم رجاء برکاتھا فاوجب اللہ علیہم ان یقولوا فی صلوتہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ فقال اللہ تعالیٰ ولا تدعوا مع اللہ احدًا ولیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قال بعض المفسرین بل ھو الاستعانۃ لقولہ تعالےٰ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ ۔ (حجۃ اللہ)

کافروں کا دستور تھا۔ کہ وہ اپنی حاجتوں میں غیر اللہ سے مدد چاہتے تھے۔ مثلاً بیماروں کی شفا اور تنگ دستوں کی غنا کے لئے (غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے) اور ان (غیر اللہ) کی نذریں اور منتیں مانتے تھے۔ اور توقع کرتے تھے۔ کہ ان نذروں و منتوں سے ہماری حاجت روائیاں اور مشکل کشائیاں ہوں گی۔ اور ان (غیر اللہ) کے نام پڑھتے تھے۔ اس امید پر کہ ناموں کی برکت ہو۔ (پھر ان شرکیہ کاموں کے رد کیلئے) خدا تعالےٰ نے ان پر یہ امر واجب کیا کہ نمازوں میں یوں کہا کریں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور یہ بھی خدا نے (غیر اللہ کی استعانت سے روکنے کے لئے) فرمایا۔ وَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللہِ اَحَدًا ۔ اور مت پکارو سوائے اللہ کے کسی (غیر اللہ) کو۔ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے۔ بلکہ یہاں دعا سے مراد مدد چاہنی ہے۔ استعانت مراد ہے۔ اسی لئے خدا نے (مزید وضاحت

کے لئے، ارشاد فرمایا۔ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ۔ بلکہ اسی سے مدد مانگتے ہو (مصیبتوں اور بلاؤں میں) تو وہ دور کر دیتا ہے اس چیز کو جس پر مدد مانگتے ہو۔ (حجۃ اللہ)

شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد پڑھ لیا۔ کہ یہ کافروں کا دستور اور طریق تھا کہ وہ حوائج اور مشکلات میں غیر اللہ کو پکارتے تھے اور غیر اللہ کے نام کی نذریں نیازیں منتیں اور چڑھاوے دیتے تھے۔ تاکہ مشکل کشائیاں ہوں۔ غیر اللہ کے ناموں کے وظیفے پڑھتے تھے۔ ورد کرتے تھے۔ کہ برکت حاصل ہو۔ فرمائیے کیا آج کل مسلمان بھی یہ کام نہیں کرتے۔ نذریں، نیازیں، غیر اللہ کی پکار، شہداء سے استعانت، اہل قبور سے استمداد، بزرگوں کے نام پڑھنے اور بلاؤں و وباؤں سے حفاظت کے لئے لکھ کر دروازوں پر لگانے —— دور حاضر کے کلمہ گویان امت کا دستور نہیں ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح نے جو ایاک نعبد و ایاک نستعین، کی یہ تشریح کی ہے۔ اس سے بندگانِ خدا کو حوائج میں پکارنا اور ان سے مدد مانگنا باطل ٹھہرتا ہے۔ شرکیہ کام ثابت ہوتا ہے پھر کیا قیمت رہ گئی۔ اعینونی یا عباد اللہ کی —— جو مشرکین کی ہم آہنگ ہو کر قرآن سے ٹکراتی ہے؟

اور سنئے! ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:-

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "پکارو مجھ کو، قبول کرونگا تمہارے لئے"

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً "پکارو رب اپنے کو عاجزی سے اور چپکے"

وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا "اور پکارو اس کو (اس کے عذاب کے) خوف سے اور (اس کی رحمت کی) امید سے"

حدیث شریف میں حضرت انورؐ فرماتے ہیں:-

فَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ۔جب تو مدد چاہے۔ تو اللہ ہی سے مدد چاہ" (مشکوٰۃ)

خدا اور اس کے رسولؐ کی اتنی واشگاف ہدایت کے ہوتے ہوئے۔ کہ مدد صرف اللہ ہی سے چاہو۔ اسی کو ہی صرف پکارو۔ پھر جو اعینونی یا عباداللہ کے ریت کے تودے پر کھڑا ہو کر یا نبیؐ یا علیؓ، یا حسین رضؓ یا پیران پیر۔ یا بابا فرید یا خواجہ اجمیری ـــ پکارے۔ اُس قرآن سے منہ موڑنے ـــ گمراہی کی ظلمتوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے کو کیا کہیئے۔ اللہ ہی اسے ہدایت دے!

محدث ابن طاہرؒ کا فتویٰ

من قصد لزیارۃ القبور الانبیاء والصلحاء ان یصلے عند قبورھم ویدعو عندھا ویسالھم الحوائج فھذا لایجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج و الاستعانۃ حق اللہ وحدہٗ۔ (مجمع البحار)

جو کوئی انبیاء اور صالحین کی قبروں کا قصد کرے، اس طرح کہ انکی قبروں کے پاس نماز پڑھے اور ان کے پاس پکارے، مدد چاہے او اپنی حاجتیں مانگے تو (یاد رکھیں کہ) یہ کام مسلمان علماء میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عبادت اور حاجتیں مانگنا اور مدد چاہنی خاص اللہ وحدہٗ لاشریک کا حق ہے"

اعینونی یا عباداللہ کا خاتمہ

خدائے لایزال کا ارشاد ہوتا ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ (پ ۹ ع ۱۴)

والے مشرکو! تم، جن لوگوں کو خدا کے سوا (اپنی مدد کے لئے) پکارتے ہو۔ (وہ بھی) تم جیسے بندے ہیں۔ پھر ان کو پکار دیکھو۔ پس اگر تم (اپنے دعوٰے شرک میں) سچے ہو، (کہ وہ مدد کرتے ہیں) تو وہ تمہاری فریاد کو پہنچیں۔"

اس آیت نے تو دودھ سے پانی صاف الگ کر دیا ہے۔ کہ ایک چھینٹ تک باقی نہیں چھوڑی۔ یہاں کسی پتھر، لوہے، تانبے کے بت کا ذکر نہیں ہے۔ صاف طور پر لفظ عباد آیا ہے۔ اور یہی لفظ عباد حدیث اعینونی میں موجود ہے۔ مطلب واضح ہے۔ خدا نے بندوں کا ذکر کیا ہے نبیوں، ولیوں، بزرگوں، قطبوں، ابدالوں، شہیدوں — تمام بزرگ بندوں کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اگر تم اپنے شرک کے دعوے میں سچے ہو کہ یہ بندے پکاریں سنتے اور مدد کو پہنچتے ہیں۔ تو انہیں پکار دیکھو۔ دکھ، درد، مصیبت، بلا، وبا، قحط، غربت، افلاس، بھوک، ننگ، فقر، فاقہ کرب، مرض — کو دور کرنے میں کیا انہیں قدرت اور اختیار ہے؟ خدا نے فرمایا ہرگز ہرگز انہیں کچھ اختیار اور سکت نہیں۔ کیونکہ — عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ — یہ تم جیسے[1] (خدا کے محتاج) بندے ہیں۔" مصائب و حوائج میں تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ اس آیت کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے۔۔۔ اعینونی

[1] اس کا یہ مطلب نہیں کہ درجے اور بزرگی میں تم جیسے ہیں۔ بلکہ نفع و نقصان کے مختار ہونے میں تمہاری طرح بے اختیار ہیں۔ یعنی ان کو کچھ قدرت نہیں کہ تمہاری حاجت روائی کریں۔ (صادق)

یاعباد اللہ کی کہ" اے بندگانِ خدا میری مدد کرو" اور خدا کہتا ہے۔ کہ وہ بندے ہیں۔ تمہاری طرح۔ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ کیا یہ قرآن کے ساتھ صریح معارضہ نہیں ہے! جو باطل ہے؟

فقہ کی معتبر کتاب بحر الرائق میں ہے۔ من ظن ان المیت یتصرف دون اللہ واعتقد ذٰلک کفر۔ جس نے یہ خیال اور گمان کیا۔ کہ فوت شدہ لوگ (نبی، ولی، بزرگ، شہید) خدا کے سوا خدائی کاموں میں تصرف کرتے ہیں، اور تصرف اولیاء اللہ کا اعتقاد کیا تو کافر ہو جائے گا"

یہ فقہ حنفی کا فتویٰ ہے۔ حنفی بھائیوں کو سوچ سمجھ کر یا شیخ عبد القادر جیلانی کا وظیفہ پڑھنا چاہیے۔ اور یہ کہتے وقت خدا کے خوف سے کانپ اٹھنا چاہیئے ؎

امداد کُن امداد کُن از بندِ غم آزاد کُن!
در دین و دنیا شاد کُن یا شیخ عبد القادرا

اس کے علاوہ اور بزرگوں کو دور یا نزدیک سے پکارنا۔ یا قبروں پر حاضر ہو کر حاجت روائی کے لئے عرض کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا سے دلا دیں گے یا خدا کے دیئے ہوئے اختیار سے آپ ریل پیل کر دیں گے — حنفی مذہب کی رو سے ایسا کرنا کافر ہو جاتا ہے۔ بحر الرائق کی عبارت مذکور مدّ نظر رہے!

شیخ عبد القادرؒ کی تعلیم

حضرت انورؓ کی مشہور حدیث ہے۔ وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ۔ (مشکوٰۃ)

اور جب (حاجتیں اور مرادیں) مانگے تو، تو اللہ ہی سے مانگ

اور جب مدد چاہے تو، تو اللہ ہی سے چاہ"۔

اس حدیث پر عمل کرنے کی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یوں تعلیم دیتے ہیں۔

ینبغی لکل مومن ان یجعل هذا الحدیث مرآة قلبه وشعاره ودثاره وحدیثه فیعمل فی جمیع حرکاته وسکناته حتی یسلم فی الدنیا والآخرة و یجد العزة فیهما برحمة الله تعالیٰ۔ (فتوح الغیب)

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس (مذکورہ) حدیث کو اپنے دل کا آئینہ بنائے۔ اپنا ظاہری اور باطنی لباس ٹھہرالے اور اپنا کلام قرار دے اور خدا سے حاجت مانگنے اور مدد چاہنے کے اعتقاد کو اپنی تمام حرکات اور سکنات کے اندر عمل میں لائے۔ تاکہ دنیا اور آخرت میں (شرک کی آفتوں سے) سلامت رہے اور اللہ کی رحمت (توحید) کے باعث دین و دنیا میں عزت پائے"۔

حضرت شیخ جیلانیؒ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو حدیث نبویؐ کے مطلب اور مضمون پر اس حد تک عمل پیرا ہونا چاہیئے کہ زندگی کے ہر لمحہ میں چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، کھاتے پیتے، پیدل، سوار، دائیں کروٹ، بائیں کروٹ — خوشی میں — غمی میں — سکھ میں — دکھ میں — تنگی میں — فراخی میں — کسی بھی حال میں اللہ ہی کو پکارے اسی سے مانگے — اسی سے مدد چاہے — پکارنا — مانگنا — چاہنا — اللہ سے اس کا اوڑھنا بچھونا ہو جائے۔ رگ و ریشہ میں سما جائے۔ ہر حرکت اور سکون میں پیوست ہو جائے۔ خیال، تصوّر، وہم، گمان، فکر، توجہ،

سوچ، بچار، رائے، ارادہ، رغبت، رجحان اور ضمیر میں گڑ جائے۔ عبادت اور استعانت میں صرف اللہ ہی کا ہو کر رہ جائے۔

گیارھویں کا ختم

بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی عزت، ادب اور احترام کرنا، انہیں نیکی سے یاد کرنا۔ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہم خلوصِ دل سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی اپنے پیاروں، ولیوں، مقربوں پر بے شمار رحمتیں نازل کرے۔ ان کے درجے بلند کرے اور بہشت کی نعمتوں سے بہرہ ور کرے۔ اور ہمیں اُن (کتاب وسنت) کی راہ چل کر قرب پانے والوں کے نقش قدم پر چلائے!

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ — معبود برحق ہے۔ اور بزرگ، اور ولی، اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ اس لئے بزرگوں کے متعلق ایسا اعتقاد رکھنا کہ وہ خدائی اختیارات رکھتے ہیں۔ خدا کو منا کر جو چاہیں اس سے کرا سکتے ہیں۔ وہ ختم، درود، فاتحہ سے خوش ہو کر، اپنی چراغی، نذرانہ اور نیاز لے کر ہماری خدا کی جناب میں سفارشیں کرتے ہیں۔ ہماری بگڑیاں بنواتے اور بلائیں ٹلواتے ہیں۔ یہ اعتقاد ہندوؤں، کافروں اور مشرکوں کا ہے، ایسے اعتقاد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ یہی وہ اعتقاد باطل ہے۔ جس کی بنا پر لوگ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی گیارھویں دیتے ہیں۔ کہ وہ اس ختم سے خوش ہوں گے۔ اور پھر ہمارا کاروبار بڑھیگا خوب آمدنی ہوگی۔ برکت ہوگی اور اہل وعیال میں خیریت رہیگی ... اگر گیارہ تاریخ گزر جائے اور ختم نہ دیا جائے اور کوئی بیماری، تکلیف یا رنج وغیرہ پہنچے۔ تو کہا جاتا ہے۔ اوہو۔ گیارھویں نہیں دی۔ بھول گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مہینے تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا ہوا ہے۔ جلدی کرو اور آج ہی

حضرت پیر کی گیارھویں پکاؤ تاکہ وہ راضی ہوں - اور سکھ پہنچے - دُکھ دور ہو-
یاد رہے کہ اس اعتقاد سے گیارھویں پکانا — ختم دلانا — شرک ہے- اور
ایسا کھانا کھانا حرام ہے - جو اس لئے حضرت شیخ جیلانیؒ کی نذر کیا گیا ہے
کہ وہ خوش ہو کر اپنے تصرف سے مال، جان، اولاد کی بگڑی بنائیں - یا خدا
کو کہہ کر "قضا" بدلوا دیں! سنیئے! مصیبت، تکلیف، اور دکھ، درد
اللہ کی طرف سے پہنچتا ہے - ارشاد خداوندی ہوتا ہے :-

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ط (پ ۲۸ ع ۱۶)

اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت نہیں پہنچتی"

جب ثابت ہوا کہ مصیبت اللہ کے حکم سے پہنچتی ہے اس کی طرف سے
آتی ہے تو اسے کون ٹال سکتا ہے؟ دور کر سکتا ہے؟ اللہ کے حکم کو کون
ہٹانے والا ہے؟ کوئی نہیں! ہم نہیں کہتے. کوئی نہیں - بلکہ قرآن کہتا
ہے - ارشاد خداوندی ہوتا ہے - غور سے پڑھیں :-

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ھُوَ ج (پ ۱۱ ع ۱۶)

اور اگر خدا تجھ کو کوئی تکلیف (فقر، فاقہ، بیماری، بے روزگاری، غم،
اندوہ) پہنچائے - تو اس کے سوا کوئی (پیر، فقیر، ولی، شہید، نبی،
مرسل) اس (تکلیف) کو دور کرنے والا نہیں ہے"

دیکھا! قرآن کہتا ہے کہ مصیبت، تکلیف اور بلا وغیرہ اللہ کی طرف سے
پہنچتی ہے - اور اللہ ہی اس کو ہٹاتا اور دور کرتا ہے - اسکے سوا کوئی کاشف،
رافع اور دافع نہیں ہے - تو مصیبت میں اللہ ہی کے آگے رونا کثرت سے استغفار
کرنا اور دعا مانگنا چاہے - اللہ کے نام پر صدقہ خیرات کرنا چاہیئے - اسکی جناب
میں قیام و قعود، اور رکوع و سجود کی صورت میں ناک خاک آلود کرنی چاہیئے -

کہ مصیبت کی کالی رات سے راحت کی نورانی صبح پھوٹے! اللہ کی رحمت آ لے۔

اسی طرح اللہ کے فضل، کرم اور انعام کو کوئی رد کنے والا نہیں ہے خود آپ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ (پ ۱۱ ع ۱۶) اور اگر (اللہ) تجھ کو کسی قسم (مال، دولت، عزت، اولاد، صحت وغیرہ) کا فائدہ پہنچانا چاہے۔ تو کوئی اس کے فضل کا روکنے والا نہیں ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فائدہ پہنچائے۔

معلوم ہوا۔ خدا کی مہربانی، بخشش، عنایت اور شفقت کو کوئی رو کنے والا نہیں۔ کوئی مانع نہیں! تو پھر اس ڈر سے بزرگوں اور ولیوں کو نذر نیاز اور ختم درود سے خوش رکھنا ــ کہ کہیں غریبی، مفلسی، تنگی یا بیماری نہ آ جائے ــ کتنا گھناؤنا، کفریہ، اور شرکیہ خیال ہے۔ گندہ عقیدہ ہے۔ اب آپکو قرآنی آیات سے یقین آگیا ہوگا۔ کہ زوال نعمت کے خوف اور دولت و ثروت کی امید پر حضرت پیر کی گیارھویں پکانا انہیں خوش کرنے کیلئے کھانے کی بھینٹ دینا هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ــ کے مشرکانہ عقیدے کو اپنانا اور قرآن کے سیدھے راستے سے ہٹ جانا ہے!

تاریخ کی تعیین کیوں؟

اگر کوئی کہے۔ کہ گیارھویں پیر صاحب کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے دی جاتی ہے، جلب منفعت اور دفع مضرت کی نیت سے نہیں! تو ہم عرض کریں گے کہ پھر گیارہ تاریخ کی تعیین کیوں ہے؟ ایصال ثواب کیلئے شارع علیہ السلام نے صدقات وخیرات کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ جب شریعت کی طرف سے وقت

کی قید نہیں ہے۔ تو پھر کیوں شریعت سازی کر کے گیارہ تاریخ مقرر کی گئی ہے؟ ایصال ثواب کرنا ہے تو گیارھویں کا نام اڑا کر دن کی تعیین مٹا کر لوجہ اللہ فقراء اور مساکین کو کھانا کھلاؤ۔ حق داروں کے پیٹ میں غذا پہنچاؤ۔ تاکہ ثواب بنے اور آگے چلے! شریعت کے طریق کے مطابق ایصال ثواب سے کون روکتا ہے آپ کو؟ — وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا "گھروں میں دروازوں کے راستے آؤ"۔ جب "دروازے" موجود ہیں۔ تو دیواریں کیوں "پھاندتے" ہیں۔

شیخ جیلانیؒ اور دولت ایمان

پھر ہم ایک اور بات دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر آپ نے کچھ خدا واسطے دینا ہو تو کیا کسی بڑے مالدار کو دیتے ہیں۔ لکھ پتی کو عطا کرتے ہیں۔ یا کسی غریب — مفلس کو دیتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ کسی تنگ دست کو ہی دیں گے۔ غریب کو ہی کھلائیں گے۔

حضرت شیخ عبدالقادرؒ تو ایمان کی بہت زیادہ دولت رکھتے تھے — نیکیوں کے لحاظ سے بڑے مال دار تھے۔ بھلائیوں کے خزانے رکھتے تھے۔ پرہیزگاری، پارسائی، خوبی اور بھلائی کے عملوں کے "لکھ پتی" تھے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ خاص طور پر ثواب (گیارھویں) ان "لکھ پتی" کو پہنچاتے ہیں۔ آپ اپنے ماں، باپ، دادے، پردادے، بہین، بھائی۔ خویش۔ اقارب، یار، دوست، ہمسائے کو — جو حضرت شیخ جیلانی رحمہ کے مقابلہ میں "غریب" ہیں، "مفلس" ہیں، "محتاج" ہیں۔ کیوں اتنے اہتمام سے ثواب نہیں پہنچاتے، حالانکہ ان لوگوں کو بہ نسبت حضرت شیخ جیلانی رحمہ کے ثواب کی زیادہ ضرورت ہے! بہ نسبت پیغمبروں، ولیوں، شہیدوں، قطبوں کے

زیادہ حاجت ہے! حقیقت یہ ہے کہ توحید کے خزانے کو لوٹنے والا "چور" سادھو بن کر یہ کان میں پھونکتا ہے کہ جو کچھ ثواب پہنچانے کے عوض بزرگوں نے تمہیں خدا سے لے کر دینا ہے۔ یہ عامی لوگ لے کر نہیں دے سکتے!!

بھائیو! — خبردار! اگر ایصال ثواب کرنا ہے تو بجز موتیٰ کی خیر خواہی کے کوئی اور نیت نہ کر بیٹھنا! ورنہ "لنکا" ڈھے جائے گی!!!

تصورِ شیخ کئی لوگ اپنے پیر کا تصور پکاتے ہیں۔ اس کی صورت خیال میں لاکر قائم کرتے ہیں کہ سادہ لوحوں — مریدوں کو پیروں نے بتا رکھا ہے کہ جب تصور شیخ میں وہ کامل ہو جائیں گے۔ اپنی ہستی کو پیر کی ہستی میں گم کر دیں گے۔ فنا فی الشیخ ہو جائیں گے۔ جب چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے پیر کی صورت ان کے سامنے رہے گی تو پھر پیران کو دربار رسولؐ میں لے جائیگا۔ افسوس رسولؐ پاک کی زیارت کا شوق دلا کر دراصل مرید کے طاقِ ایمان میں اپنا فوٹو آویزاں کیا جاتا ہے۔ اسے تصور کے مصلے پر کھڑا کر کے اپنی عقیدت کی نماز پڑھائی جاتی ہے شبیہہ شیخ ارادت کے سجدے کی بھینٹ لیتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کے تصور کی پختگی سے اس کے ایمان واعتقاد اور جان و مال پر قابض ہو جاتی ہے۔ جب تصور اچھی طرح پختہ ہو جاتا ہے۔ تو پھر مریدؔ اس کی ہر چیز پیر کی ہو جاتی ہے نفسیات کے جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں!

خوب یاد رکھیں کہ پیر کی صورت پکانی — تصور شیخ حرام اور شرکیہ بدعت ہے۔ جب کاغذ پر انسان کا فوٹو کھینچنا منع ہے۔ کمرے میں لگانے کی ممانعت ہے۔ تو خیال میں انسان کا فوٹو کھینچنا کیوں کر روا ہو سکتا ہے تصور میں پیر کی تصویر کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ اسے آئینۂ ایمان میں فٹ کر کے — قلب کی دیوار کے ساتھ آویزاں کرنا کیسے ٹھیک کہہ سکتے ہیں؟ رسولؐ پاک

کمرے سے تصویر اتارنے اور توڑنے پھوڑنے کا حکم دیں —— اور آپ اسے ادب ومحبت اور اہتمام والتزام سے تصور کی "دیوار" کے ساتھ آویزاں کر کے حکماً دیکھیں۔ اور دیکھنے کی عادت بنائیں۔ اور پھر نیکی سمجھ کر اس کام کو جاری رکھیں! انصاف سے فرمائیے۔ ایمان سے پوچھ کر بتائیے کہ یہ کام ایک قسم کی بت پرستی نہیں ہے؟ ضرور ہے!!

افسوس! مسلمان جب احبار و رہبان کی اندھا دھند پیروی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور مسنون امور کا خیال نہیں کرتے تو گمراہ ہو جاتے ہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ جب تصورِ شیخ پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں ملتی اور نہ صحابہ رض تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے تعامل میں اس کا کچھ ثبوت پایا جاتا ہے۔ نہ حضورؐ نے اپنا تصور پکانا بتایا۔ نہ ابوبکر صدیق رض نے، نہ حضرت عمر رض نے نہ حضرت عثمان رض نے۔ نہ حضرت علی رض نے اور نہ ہزاروں صحابہ میں سے کسی نے یہ کام کیا تو پھر یہ ضرور ایجاد بندہ —— احداث —— اور بدعت ہوئی۔ جس سے ہر مسلمان کو توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جتنا وقت وہ تصور پکانے میں لگاتا ہے، اس میں خدا کی تسبیحیں پڑھے۔ حضرت انورؐ پر درود شریف بھیجے۔ جس کے اجر اور ثواب کا قرآن ذمہ لیتا ہے۔ اور بدعت (تصور) کے رد میں حدیث آئی ہے۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ ۔ (بخاری)

جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا (حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا) حکم (قولی یا فعلی) نہ ہو۔ تو وہ عمل مردود ہے"

جب تصور کا ثبوت حضورؐ کے قول و فعل سے نہیں پایا جاتا تو پھر یہ کام شریعت کے حکم سے ضرور مطرود ہوا!

قبروں کے متعلق فتنے اور بدعتیں

زیارت قبور کی غرض

دن، تاریخ، سال، وقت، اجتماع کی پابندی اور قید کے سوا قبروں کی زیارت کرنا مستحب اور مسنون ہے۔ اور زیارت محض اس نیت سے کرنی چاہئیے۔ کہ قبروں کی خستگی ویرانی، پراگندگی اور اجاڑپن دیکھ کر موت یاد آئے۔ آنکھوں کے سامنے ایک لحظ کے لئے زائر کی اپنی قبر کا نقشہ کھنچ جائے۔ اور اس اجڑے دیار میں اپنے ویران مرقد کے تصور سے زندگی کی اصلاح کرلے۔ بدیوں، برائیوں اور گناہوں سے باز آجائے اور اللہ سے ڈر کر نیک عمل کرے۔ جیسا کہ حضور انورؐ نے فرمایا۔

فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ (ابن ماجہ)

پس تم قبروں کی زیارت کرو۔ کیونکہ قبروں کو دیکھنا دنیا سے بے رغبت کرتا ہے اور آخرت کو یاد دلاتا ہے"

گویا قبروں کی زیارت زائر کے لئے وعظ ہے۔ نصیحت ہے۔ تذکیر ہے، موعظت ہے!

چونکہ اہل قبور کا سلسلہ عمل موت کی وجہ سے منقطع ہوچکا ہوتا ہے اسلئے وہ بے بس اور محتاج ہوتے ہیں۔ زائر کو چاہیئے کہ ان کے حق میں خدا سے دعائے مغفرت کرے۔ ان کی بخشش کے لئے مسنون دعا پڑھے تاکہ خدا ان پر رحم کرے۔ خطائیں معاف فرمائے اور درجے بلند کرے۔ یاد رکھیں کہ اس صورت میں زندوں سے مردوں کو نفع پہنچ سکتا ہے۔ لیکن مردے زندوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ بس قبروں کی زیارت کرنے کے متعلق اتنا کام ہی

پیغمبر رحمتؐ کی سنت سے ثابت ہے۔ اس کے سوا اور کوئی چیز حضورؐ اور صحابہؓ سے ثابت نہیں۔

حرام اور بدعت کے کام

پھر دور دراز مقامات سے بقصد زیارت سفر کر کے قبروں پر جانا، دن، تاریخ اور وقت کی تعیین کرنا، میلا اور اجتماع کرنا، چراغ جلانا، وہاں مسجد بنانا، قبر کو بوسہ دینا۔ سجدہ کرنا، اس کا طواف کرنا، وہاں اعتکاف کرنا۔ اس پر چادر اور غلاف ڈالنا۔ اسے پختہ بنانا، اس پر گچ کرنا۔ اسے اصل مٹی ڈالنے کے علاوہ اونچی کرنا۔ وہاں نماز پڑھنا۔ مجاور بن کر بیٹھنا، نذریں نیازیں چڑھانا منتیں ماننا — یہ سب کام اللہ کے نزدیک ناپسند، حرام اور بدعت ہیں۔ یہ کام عموماً مردوں کو خوش کر کے ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگنے کیلئے کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ سوائے خداتعالےٰ کے کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہے، قبروں والے — بزرگ، ولی، شہید — سب اللہ کے محتاج بندے تھے اور خود ہر بات میں خدا کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور اسی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ کبھی بھی مشکل کشائی کا دم نہیں مارتے تھے۔ زندگی میں وہ اللہ والے ہی تھے۔ کبھی انہوں نے خود کو خدا کا شریک نہیں بنایا تھا۔ کسی رنگ میں بھی خدائی کاموں میں دخل نہیں دیا تھا۔ اور نہ ہی انہیں ایسی قدرت اور ہمت حاصل تھی پھر کس طرح مرنے کے بعد قبروں میں جا کر وہ حاجت روا اور مشکل کشا بن گئے۔

یہود و نصاریٰ کی ورثہ

جو کام مسلمان آجکل بزرگوں کی قبروں پر جا کر کرتے ہیں — یہ کام یہودی اور عیسائی اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں پر کرتے تھے۔ اپنے پیغمبروں اور ولیوں کی قبروں کو پختہ بناتے۔ گچ کرتے۔ ان پر قبے اور گنبد کھڑے کرتے تھے اور پھر وہاں

اجتماع کرتے، میلے لگاتے، ان سے حاجتیں مانگتے اور مرادیں چاہتے تھے۔ قبروں سے وہی معاملہ کرتے تھے جو مسجدوں میں خدا کے ساتھ کیا جاتا ہے —— دراصل یہ امور یہود و نصاریٰ کی ورثہ ہے۔ جو بدقسمتی سے مسلمان سنبھال بیٹھے ہیں۔

یہودی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور انہیں اللہ کا کارمختار مانتے تھے۔ کہ خدا نے انہیں اختیار دے رکھا ہے۔ وہ جو چاہیں کریں۔ پھر یہ ان کی روح کی نذر نیاز سے خوشی حاصل کرتے اور اس سے مرادیں مانگتے تھے۔ جب ان کا کوئی عالم، بزرگ اور نیک آدمی مرجاتا تھا۔ اس کی قبر پختہ بلند بناتے، وہاں چراغ جلاتے، نذریں نیازیں چڑھاتے، سجدے کرتے، میلے لگاتے، مجاوری کرتے اور اہل قبر سے مرادیں مانگتے تھے۔ اسی طرح عیسائی بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور ان کو مشکل کشا جانتے تھے۔ یہود نے اپنے خیال میں جہاں حضرت عیسٰی کو صلیب دیا تھا۔ عیسائیوں نے اس جگہ میلہ لگانا شروع کر دیا۔ صلیب کی پرستش کرنے لگ گئے۔ علماء اور صلحاء کے مرنے کے بعد ان کی قبروں پر عمارتیں بنا کر وہاں روشنی کرتے، نمازیں پڑھتے، چڑھاوے چڑھاتے اور ان سے استمداد کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:۔

یہود و نصاریٰ کو توحید کی دعوت

يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ط فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○ (پ۳ ع۱۵)

دلے پیغمبران سے) کہو کہ اے کتاب والو، آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ (توحید!) کہ خدا کے سوا کسی کی (قولی بدنی مالی) عبادت نہ کریں۔ اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ سمجھے پھر اگر (ایسی توحید کی سچی بات سے) منہ موڑیں۔ تو (مسلمانو! ان سے) کہہ دو۔ کہ تم اس بات کے گواہ رہو۔ کہ ہم (صرف ایک خدا کے) فرماں بردار ہیں "

اس آیت میں خدا نے حضرت انور صلعم کو فرمایا۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو توحید کی طرف بلاؤ۔ کہ توحید کا ماننا سب کے نزدیک یکساں ہے۔ ان کو کہو۔ کہ نبیوں، ولیوں، بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ جانو۔ انکی قبروں پر سجدے نہ کرو۔ نذریں نہ مانو۔ ان کی روحوں کو حاجت براریوں کا ذریعہ نہ جانو۔ علماء اور مشائخ کی ہر بات کو جو وہ بلا دلیل کہہ دیں — خدا کا حکم تسلیم نہ کرو مولویوں کی اندھادھند پیروی — تقلید کر کے شرک کی راہوں پر نہ چلو۔ زبان کی، بدن کی اور مال کی تمام عبادتیں صرف اللہ ہی کا حق جان کر اسی کے لئے بجالاؤ۔

قیامت کو حضرت عیسٰے سے بازپرس

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ق بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ہ مَا قُلْتُ لَھُمْ

إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ج وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ط وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (پ ۷ ع ۶)

اور (سنو!) جب (قیامت کے روز) اللہ تعالےٰ (حضرت عیسےٰ سے) پوچھے گا۔ اے مریم کے بیٹے عیسےٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھ کو اور میری والدہ کو دو خدا مانو؟ (حضرت عیسےٰ) عرض کرینگے۔ (میرے پروردگار) تیری ذات (شرک سے) پاک ہے۔ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ میں (تیری شان میں) ایسی بات کہوں۔ جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا۔ تو تجھ کو معلوم ہی ہوگا۔ (کیونکہ) تو میرے دل کی بات جانتا ہے۔ اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔ غیب تو ہی خوب جاننے والا ہے۔ میں نے (دنیا میں) لوگوں کو صرف وہی کہا تھا جو تو نے مجھ کو (کہہ سنانے کا) حکم دیا تھا۔ کہ (صرف) اللہ ہی کی عبادت کرو۔ میرا اور تمہارا وہی پروردگار ہے۔ جب تک میں ان لوگوں میں (موجود) رہا۔ میں ان پر (توحید کا) شاہد رہا۔ پھر جب تو نے مجھ کو (دنیا سے) اٹھا لیا۔ تو (پھر) تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ (کہ وہ کیا سے کیا ہو گئے) اور تو تمام چیزوں سے باخبر ہے۔ (اب) اگر تو عذاب کرے ان کو، تو (تجھ کو اختیار ہے) یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو معاف کر دے۔ تو (کوئی تجھے روک نہیں سکتا

کیونکہ) تو بلاشبہ (سب پر) غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق جو شرکیہ عقیدے گھڑ رکھے تھے۔ قیامت کے دن ان کے بارے میں خدا تعالیٰ حضرت عیسےٰؑ سے باز پرس کرے گا۔ شرک پر اپنے قہر کا اظہار کرنے ـــ نصاریٰ اور دوسرے شرکیہ عقیدے رکھنے والوں کو ذلیل وخوار کرنے کے لئے پوچھے گا۔

"اے مریم کے بیٹے! دنیا میں لوگوں نے تجھے میری الوہیت میں شریک کیا، میری صفات تجھ میں مانیں۔ تجھے میرا مقام دیا گیا۔ تجھے حاجت روا مشکل کشا، دافع بلا، رافع وبا، خدائی خاصوں کا مالک ومختار، امورِ الٰہیہ کا سربراہِ کار اور جہان کا متصرف کہا گیا۔ تجھے پوجا گیا تیری ذات اور تیرے نام پر قولی، بدنی اور مالی عبادات کی بھینٹ چڑھائی گئی۔ تیری (فرضی) صلیب گاہ پر میلے لگے۔ سجدے ہوئے چڑھاوے چڑھے۔ صلیب کی پرستش ہوئی۔ لوگوں نے جانا کہ تو میری مرضی، منشاء اور ارادے میں دخیل اور میرے حضور سفارشی ہے۔ تو اللہ ہے۔ عیسیٰ کے بھیس میں خدا ہے۔ خدا کا بیٹا ہے خدا کا کارمختار ہے۔ جو چاہے کرسکتا۔ خدا سے کروا سکتا ہے۔ اے میرے رسول! میرے بندے! میرے غلام ـــ اے مریم کے بیٹے بولو! کیا یہ شرکیہ تعلیم تم نے لوگوں کو دی تھی؟"

اس باز پرس پر حضرت عیسےٰؑ کے روئیں کھڑے ہو جائینگے۔ تھر تھر کانپنے لگیں گے۔ مارے ہیبت کے ان کے ہر بنِ مو سے خون پھوٹ پڑے گا۔ اور غش کھا کر گر پڑینگے! واللہ اکبر! یہ ہے مالک اور غلام کا فرق!! اور غلام بھی

مالک کا اتنا پیارا اور مقرب کہ منصب رسالت پر فائز ہے۔ پھر بھی مالک سے اتنا ڈرتا اور خوف کھاتا ہے۔ کہ پہلی (مصلحتی) پرسش پر ہی (جس میں معصوم اور بے گناہ ہے) اوسان گم کر بیٹھتا ہے۔ کانپ کانپ جاتا اور غش کھاتا ہے۔ حواس کھو بیٹھتا ہے!) پھر فرشتے عیسےٰ علیہ السلام۔ خدا کے پیغمبر کو بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر عرش کے سائے میں لے جائیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان کو ہوش آئے گا۔ اٹھیں گے۔ تو ملائکہ ان کو پھر اللہ رب العالمین کے حضور لا کر پیش کریں گے۔ با دیدۂ تر جناب ابن مریم خدا کی جناب میں عرض کریں گے:-

"پروردگارا! تیری ذات ہر قسم کے شرک سے پاک اور منزہ ہے ذات اور صفات میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں نے لوگوں کو یہ شرکیہ تعلیم ہرگز نہیں دی تھی۔ میں تیرا عاجز اور محتاج بندہ کس طرح ایسی باتیں کہہ سکتا تھا۔ جن کے میں لائق ہی نہ تھا۔ مولا! میرے مالک! خالق! رازق! سچے معبود! تو عالم الغیب ہے تو خوب جانتا ہے کہ میں نے ہرگز خود کو نہیں پجایا۔ جبتک میں لوگوں میں رہا تیری توحید کا ہی علمبردار رہا۔ خود بھی تیرے ہی در پر سجدہ ریزی کی، اور لوگوں کو بھی تیرے ہی دروازے کی ناصیہ فرسائی کا درس دیا شرک کی ظلمتوں کو مٹایا۔ اور وحدت کی شمع کو روشن کیا۔ جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا پھر تو ہی خوب جانتا ہے۔ کہ لوگوں نے میرے متعلق کیسے کیسے عقیدے گھڑ لئے۔ اور کس کس طرح انہوں نے مجھے تیرا شریک بنایا۔ میں ان کے شرکیہ اقوال و افعال سے بری الذمہ ہوں۔ اب وہ مشرک تیرے سامنے حاضر ہیں تو مختار ہے

جو سلوک چاہے ان سے کر! میری کیا مجال جو تیرے حکم اور فیصلہ میں دخل دوں۔

حشر میں بزرگوں کی بیزاری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس واقع سے، جو انہیں قیامت کو پیش آئیگا — معلوم ہوا۔ کہ دنیا میں انبیاء، اولیاء، شہداء، اور بزرگوں کو جو لوگ پوجتے ہیں۔ انہیں حاجت روا جانتے ہیں۔ مصیبتوں میں انہیں پکارتے ہیں۔ ان کی قبروں پر عرس کرتے، سجدے کرتے، نذریں نیازیں مانتے اور ان سے استمداد و استعانت کرتے ہیں۔ یہ خدا کے نیک بندے محشر میں اپنے ان پجاریوں سے بیزار ہو جائینگے اور ان کے مشرکانہ عقیدوں، عملوں فعلوں عرسوں، نذروں، نیازوں، نداؤں، پکاروں، سجدوں، اعتکافوں سے لاعلمی کا اظہار کر کے ناخوش و ناراض ہوں گے۔ مندرجہ ذیل آیت اس مضمون کو اور واضح کرتی ہے:-

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ (پ۲ ع۴)

جب (حشر کے میدان میں) پیشوا (اپنے) پیراؤں سے بیزار (اور دست بردار) ہو جائیں گے۔ اور (پیر و مرید) عذاب (آنکھوں سے) دیکھ لیں گے۔ اور ان کے (باہمی) تعلقات (سب) ٹوٹ جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بزرگ سے لے کر بڑے بزرگ تک ان میں سے کوئی بھی — نہ دنیا کی مصائب و حوائج میں کام آسکتا ہے اور نہ حشر کے میدان میں مدد فرماسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت کے چشمہ کا

آیت صفا ذہن کو شرک کی آلودگی سے خوب پاک کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ٥ (پ ۱۱ ع ۷)

اور (مشرک) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ جو نہ تو ان کو نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں۔ اور نہ ان کو فائدہ ہی پہنچا سکتی ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارے یہ معبود، اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو۔ کیا تم اللہ کو ایسی چیز (خدا کے شریک) کی خبر دیتے ہو۔ جس کو وہ نہ تو آسمانوں میں پاتا ہے — اور نہ زمین میں۔ وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بلند تر ہے "

سفارش کا شرکیہ عقیدہ

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ غیر اللہ کوئی ہو۔ انسانوں سے ہو، حیوانوں سے ہو، نباتات یا جمادات سے ہو۔ یہ "معبود" اپنے پوجنے والوں کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ نذر نیاز کے ترک پر کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کیونکہ انہیں ان کاموں کا اختیار نہیں ہے۔

پھر کوئی پیغمبر، ولی، بزرگ، شہید — غیر اللہ — اللہ کے پاس کسی کا سفارشی بھی نہیں ہے۔ آیت مذکورہ میں یہ مشرکوں کا عقیدہ بتایا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ غیر اللہ...... ان کے خدا کے پاس سفارشی ہیں۔ قرآن نے اس عقیدے کی تردید کی ہے کہ کوئی غیر اللہ۔ خدا کے ہاں کسی کی سفارش

نہیں کرسکتا۔ بزرگوں کی مورتوں، صورتوں، قبروں، نشانیوں، گدیوں، چلّوں
تھانوں، مکانوں، جھنڈوں، تعزیوں، قدموں، بالوں، جبّوں، عماموں اور
روحوں کو پوجنا ـــــ ان کے نام کی نذریں نیازیں دینا، ان پر روپیہ پیسہ،
آٹا کپڑا چڑھانا، انہیں چومنا، چاٹنا، سجدے کرنا ـــ کہ بزرگ خوش ہوکر ہماری
مرادیں پوری کرادینگے۔ صریحاً شرک ہے مسلمانوں کو ان کاموں سے توبہ کرنی
چاہیئے۔ نہ یہ چیزیں نذر کے بعد نافع ہیں اور نہ ترکِ نذر پر ضار اور نہ ہی ان
چیزوں والے نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر!

خدا سے زیادہ خبر رکھنا

خدا کہتا ہے۔ کہ میرے علم میں تو نہ کوئی آسمانوں
میں تمہارا سفارشی، حاجت روا، مشکل کشا،
نافع اور ضار ہے اور نہ ہی زمین میں ہے۔ پھر تم اللہ سے زیادہ علم اور خبر
رکھتے ہو؟ جو کہتے ہو۔ فلاں حاجت روا ہے۔ فلاں مشکل کشا ہے فلاں ڈوبی
ہوئی ناؤ ترانے والا ہے۔ فلاں بیٹا بخشنے والا ہے۔ فلاں بند غم سے آزاد کرنے
والا ہے۔ فلاں دین و دنیا میں شاد کرنے والا ہے۔ فلاں دستگیر ہے فلاں
گنج بخش ہے۔ فلاں میرا خدا کے پاس سفارشی ہے۔ فلاں بگڑی بنانے والا
ہے۔ فلاں لیکھ میں میکھ مارنے والا ہے۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ
اللہ تعالیٰ تمہارے ان شرکیہ قولوں، فعلوں، عملوں اور عقیدوں سے پاک
منزہ اور بہت بلند ہے۔

اولیاء اور بزرگ جب تک زندہ رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو توحید کی
تعلیم ہی دیتے ہیں۔ انہیں خدا کے در پر جھکاتے ہیں۔ شرک مٹاتے اور خدا کی
خالص عبادت کرتے اور کراتے ہیں۔ پھر جب وہ فوت ہو جاتے ہیں ـــ تو
لوگ ان کی قبروں کی پوجا پاٹ کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں اور قبروں کی پرستش

کرانا شیطان کا سب سے بڑا حیلہ اور مکر ہے۔ لوگوں کو جہنم میں گرانے کے لئے!
لوگ بزرگوں کی محبت اور ارادت کے سبب ان کے مزاروں پر بہت کچھ شریعت
کے خلاف کر گزرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں حالانکہ نیک
اور بُرے کام کا پتہ صرف قرآن اور حدیث سے ہی مل سکتا ہے۔ مجاوروں او
نذریں کھانے والوں سے نہیں۔ امت محمدیہ میں قبروں کا فتنہ جس قدر بڑا فتنہ
ہے۔ شاید ہی اس کے برابر کوئی اور فتنہ ہو۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے قبروں کے بارے میں اپنی امت کو بہت ڈرایا ہے۔ بزرگوں کی بزرگی
اور ادب میں غلو کر کے جو اپنے عقیدے بگاڑ لیتے ہیں۔ اور ان کی قبروں پر
شرکیہ کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ انہیں خدا کے عذابوں سے لرزایا ہے۔

قبروں کی زیارت کیلئے سفر

بخاری مسلم کے حوالہ سے آپ حدیث
پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ حضورؐ نے
فرمایا۔ تین مسجدوں کے سوا زیارت کے واسطے کسی متبرک مکان کی طرف
سفر نہ کیا جائے۔ اور وہ تین مسجدیں کعبہ۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد نبویؐ
ہیں۔

پہلی امتوں کے لوگ یوحنا کی قبر، حضرت عیسٰے کے مرقع، کوہ طور اور دیگر
مقدس مقامات کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جاتے تھے اور
پھر شرک میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جاتے تھے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے حدیث مذکور میں اپنی امت کو منع کر دیا۔ کہ مسلمان متبرک مقامات اور
بزرگوں کے روضوں کی زیارت کے لئے ہرگز سفر کر کے نہ جائیں۔ پھر جو
لوگ نجف اشرف، کربلا، بغداد اور اجمیر، پیران کلیر، مزار علی ہجویری،
نظام الدینؒ۔ پاک پٹن اور سینکڑوں دوسری جگہوں اور مزاروں کی زیارت

کے لئے سفر کر کے جاتے ہیں۔ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کر رہے ہیں۔ جس شخص کے — دل میں حضرت انور صلعم کی محبت اور عزت ہے۔ آپکے قول وفعل کا احترام ہے وہ ضرور کہیگا کہ ایسے سفر کرنے والے ضرور حضور کے نافرمان ہیں۔ اور جس قدر ان سفروں اور عرسوں پر روپیہ خرچ کرتے ہیں ناجائز خرچ کرتے ہیں۔ ضائع گنواتے ہیں۔ اور خدا اور رسول کی ناراضی مول لیتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم بزرگوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ یا ان کے ادب کے منافی لکھ رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ یہاں بزرگوں کی ذات یا ان کی بزرگی زیر بحث نہیں ہے۔ ان کی بزرگی اور ادب اپنی جگہ پر برحق اور درست ہے۔ یہاں ان کی قبروں اور بزرگ مقاموں کی طرف زیارت کے لئے سفر کرنے کی ممانعت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ اور وہ بھی ہم اپنی رائے اور خیال سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا رہے ہیں۔ آپ کا حکم بتا رہے ہیں۔ جس کو سننا اور ماننا ہمارے، آپ کے اور سب مسلمانوں — مردوں اور عورتوں کے لئے واجب ہے۔

شاہ ولی اللہ رح کا فتویٰ

قبروں کی زیارتوں اور عرسوں کے لئے سفر کر کے جانے کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ رح کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ کہ وہ اس کام کو کس قدر برا جانتے ہیں۔ آپ اپنی مایۂ ناز کتاب تفہیمات الٰہیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"جو لوگ (خواجہ معین الدین رح کے روضے پر) اجمیر یا سالار مسعود رح کے مزار پر یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر ان سے حاجتیں (مرادیں) مانگنے کے لئے جاتے ہیں۔ ان کا گناہ قتل اور زنا کے گناہ سے بڑھ کر ہے۔ یہ کام (قبروں پر حاجتوں کیلئے جانا) اور خود ساختہ معبودوں

کی پوجا ایک ہی بات ہے۔ بالکل لات اور عزیٰ کی پرستش کی مانند ہے" (تفہیمات الٰہیہ)

مزاروں، قبروں، متبرک مقاموں ... عرسوں وغیرہ پر جانے والوں کے لئے ... حضرت شاہ ولی اللہ رح نے کتنا سخت فتویٰ دیا ہے۔ اور کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ نے کیوں ایسا فتویٰ دیا ہے؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں، مزاروں وغیرہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

افسوس لوگ ہزاروں روپے خرچ کر کے قبروں کے عرسوں پر جاتے ہیں۔ وہاں جا کر نذریں۔ نیازیں دیتے، سجدے کرتے، روتے، چلاتے اور مرادیں مانگتے ہیں اور جب عرس سے واپس آتے ہیں تو سمجھتے ہیں۔ کہ (حج سے واپس آنے والوں کی طرح) نیکی کا کام کر کے آئے ہیں۔ لیکن شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ لات و عزیٰ کی پرستش کرنے والوں کی مانند گنہگار ہو کر آئے ہیں۔ قتل اور زنا کے گناہ سے بڑا گناہ کر کے لوٹے ہیں۔ آہ! یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے کے بعد انسان گنہگار ہوتا ہے۔ یا نیک اور پرہیزگار رہتا ہے!

مسلمان بھائیو! یہ علماء اور مشائخ جو عرسوں کے بانی، داعی، مہتمم کارپرداز، اور رونق دینے والے ہیں ... اپنی آمدنی کی خاطر، نذروں ... نیازوں سے اپنا گھر بھرنے کے لئے۔ آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ گمراہ کر رہے ہیں۔ شرک کے راستہ پر چلا رہے ہیں۔ آپ ہوش کریں۔ خود سوچیں سمجھیں۔ آپ نے قیامت کو خدا کے سامنے جواب دینا ہے آپ کے اعمال کی آپ سے پرسش ہونی ہے۔ آپ کے شافع روز جزا تو شدید رحال ...

قبروں کے سفروں اور عرسوں سے منع کریں۔ اور مولوی اور پیر عرسوں کے اشتہار دے دے کر ہزاروں روپیہ خرچ کرا کرا کر آپ کو عرسوں پر دکانوں پر بلائیں آپ کو کس کی ماننی چاہیئے؟ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ یا "مولویوں" اور "پیروں" کی؟ "تاجروں" اور "سوداگروں" کی؟

رسولِ رحمت کی قبر اور عرس

غور کریں کہ کیا رسولِ رحمت ؐ کی قبر پاک سے بڑھ کر بھی کسی کی قبر متبرک ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! پھر اگر عرس کوئی دین کی چیز ہوتی۔ ثواب کا کام ہوتا تو حضورؐ کی قبر اطہر پر ضرور عرس ہوتا۔ ساڑھے تیرہ سو سال گزر چکے ہیں آپکے مزار پاک پر آج تک ایک بار بھی عرس نہیں ہوا۔ آپ کی تاریخ پیدائش پر کبھی میلہ نہیں لگا۔ کوئی اجتماع نہیں ہوا۔ ایک پیسہ تک چڑھاوا نہیں چڑھا۔ کوئی بکرا مرغا، چورما، حلوہ، کھیر، پلاؤ ــــ نذر نیاز نہیں آئی۔ کبھی روضہ اقدس پر چادر نہیں چڑھی۔ صحابہؓ سے بڑھ کر حضورؐ کا کوئی تابعدار، جانثار، اور مؤدب نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خلافت صدیقی، خلافت فاروقی، خلافت عثمانی اور خلافت حیدری میں حضرت انورؐ کے روضہ پاک پر عرس نہ ہو۔ سوا لاکھ صحابہ رضؓ میں سے کوئی بھی آپ کے عرس کا بانی، داعی، مہتمم اور کارپرداز نہ بنا۔ حضرت ابو بکر رضؓ کا عرس نہ ہو۔ حضرت عمر رضؓ کے مزار پر میلہ نہ لگے، حضرت عثمان کی قبر پر سالانہ اجتماع نہ ہو۔ حضرت علیؓ کی تاریخ وفات پر ان کی قبر زیارت گاہِ عوام نہ ٹھیرے۔ لیکن ہمارے ہاں عرسوں کا زور ہے پرمٹ بن رہے ہیں۔ سفر ہو رہے ہیں۔ مزار بج رہے ہیں۔ چادریں چڑھ رہی ہیں۔ نذریں نیازیں مانی جا رہی ہیں ..... جو کام حضرت انورؐ اور خلفائے راشدین کے لئے جائز نہیں ہے۔ وہ امتیوں کیلئے کیونکر کارِ ثواب بن

گیا ہے۔ کیسے پرہیزگاری کا ذریعہ قرار پایا گیا ہے؟ مسلمانو! ہوش کرو یہ ملائیت اور برہمنیت کس بری طرح سے آپ پر سوار ہوتی ہے۔ اس نے آپ کی عقل و فکر گنوادی ہے۔ ہوش و حواس کھو دیئے ہیں۔ اولیاء اللہ کی ارادت اور بزرگوں کے ادب کی آڑ میں آپ کے ایمان کا شکار کھیلا جارہا ہے توحید لوٹی جارہی ہے۔ سوچو تو سہی کہ جس کام سے رسول پاک نے منع کیا ہو اور پھر وہ کام رسول پاک کے روضے پر جانثاران محمدؐ نے نہ کیا ہو۔ وہ کام آپ کیوں کریں؟ روضہ رسولؐ پر عرس کی ممانعت ہو تو دوسروں کے روضوں پر کیوں عرس ہوں؟

روضۂ رسولؐ پر عرس کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَّصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ۔ (نسائی)

حضرت ابوہریرہؓ سے نقل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "نہ بناؤ میری قبر کو عیدگاہ اور درود بھیجو مجھ پر بے شک تمہارا درود پہنچ جاتا ہے مجھ کو جہاں بھی تم ہو"

ملاحظہ:۔ یہودی اور عیسائی اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں پر سال بسال اجتماع کرتے تھے۔ ان کی تاریخ وفات پر وہاں ہر سال میلا لگاتے تھے دور دراز مقامات سے سفر کر کے تاریخ معین پر ہر سال اکٹھے ہوتے تھے اور پھر محبت اور عقیدت میں غلو کر کے قبروں پر سجدے کرتے تھے۔ ان کے نام کی نذریں دیتے اور مرادیں مانگتے تھے۔ جو کام مساجد میں اللہ کیلئے کئے جاتے

ہیں۔ وہ کام قبروں پر کرتے تھے۔ رکوع، سجود، قیام، اعتکاف، نذر، نیاز، منت چڑھاوا، مرادوں، حاجتوں، دکھوں، درددل اور مصیبتوں کے لئے رونا، پکارنا.....

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے قبروں پر میلے لگانے اور عرس کرنے کو سامنے رکھ کر اپنی امت کو حکم دیا۔ کہ میری قبر کو عیدگاہ نہ بنانا۔" میری قبر پر میلا نہ لگانا۔ سال کے سال تاریخ معین پر اجتماع نہ کرنا۔ یعنی جس طرح عیدگاہ میں سال کے سال تاریخ معینہ پر اچھے اچھے کپڑے پہن کر خوشی خوشی اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس طرح میری قبر پر اکٹھے نہ ہونا۔ عرس نہ کرنا۔ بلکہ اللہ کی جناب میں دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ نِ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسٰجِدَ۔ درواہ مالک مرسلا(

خداوندا! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ پوجی جائے (یعنی میری قبر پر کسی قسم کی عبادت نہ ہو، قیام، طواف، اعتکاف، سجدہ، نذر، نیاز، چڑھاوا، نہ ہو۔ حج کی طرح کوئی دور دراز مقام سے سفر کر کے تاریخ معین پر میری قبر پر نہ آئے۔ سالانہ اجتماع نہ ہو۔ عرس نہ ہو) ان لوگوں (یہودیوں، عیسائیوں) پر خدا کا سخت غضب نازل ہوا۔ جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنایا۔"

پھر حضورؐ نے اپنی قبر کو عیدگاہ / میلہ گاہ بنانے سے منع کر کے ارشاد فرمایا۔ میری امت! تم مجھ پر جہاں کہیں بھی ہو۔ درود بھیج دیا کرو۔ میرے لئے خدا سے رحمتیں مانگا کرو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

--- کہا کرو۔ یعنی میری عقیدت۔ محبت اور ارادت کے ماتحت یہ نہ کرنا۔ کہ سال کے سال میری تاریخ وفات پر میری قبر پر میلہ لگایا کرو۔ میری قبر پر عرس کرنا۔ بلکہ میری محبت اور ارادت کا حق مجھ پر درود شریف بھیجکر ادا کرنا اور اطمینان رکھنا کہ تمہارا درود مجھے پہنچا[۱] دیا جائے گا۔ اور درود بھیجنے کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ جب تم خدا سے میرے لئے رحمتیں مانگو گے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہو گے تو خدا اپنی بے شمار رحمتیں مجھ پر نازل

---

[۱] یہ جو حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ تمہارا درود مجھے پہنچا دیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلعم حاضر ناظر نہیں ہیں۔ موجود نہیں ہیں۔ اور نہ ہی آپ کی روح حاضر ہوتی ہے پس محفل میلاد میں جو علمار لوگوں کو کھڑا کر کے صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ حضور صلعم خود یا حضور صلعم کی روح آتی ہے۔ دراصل لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ دیکھئے ایک حدیث شریف میں آپ یوں فرماتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ (نسائی) اللہ کے کتنے فرشتے زمین میں پھرنے والے ہیں جو پہنچاتے ہیں مجھ کو میری امت کا سلام "۔ غور کریں کہ جب حضور صلعم خود حاضر ناظر ہیں۔ موجود ہیں۔ روح پاک حاضر ہوتی ہے تو پھر فرشتوں کا امت کی طرف سے درود و سلام لے کر حضور کو پہنچانا عبث ٹھرتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنا عقیدہ درست کرنا چاہیئے اور عقیدہ قرآن و حدیث کے استدلال سے درست اور صحیح ہوتا ہے۔ نہ کہ اکالوں اور بطالوں کی بے سند زبان سے۔ جو بلا دلیل حضور کی اور حضور کی روح کی حاضری کا مسئلہ بنا کر ___ پھر اپنے باپ دادوں اور دوسرے بزرگوں کی روحوں کا معین و معاون اور حاضر ہونا سنا کر عوام الناس کی جیبوں اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت دے اور دل میں حساب کے دن کا خوف پیدا کرے کہ انہیں باز پرس ہونی ہے۔ (صادق)

فرمائے گا - اور دوسرا فائدہ تمہارے لئے یہ ہوگا - کہ ایک بار درود بھیجنے کیلئے خدا تم پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا - دس گناہ معاف کرے گا - اور دس درجے بلند کرے گا " (نسائی)

مسلمان بھائیو! غور کیا آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حکم دے رہے ہیں - کہ میری قبر پر میلہ نہ لگانا ؛ عرس نہ کرنا، سال بہ سال تاریخ معین پر اجتماع نہ کرنا - ایسا کرنا — میری محبت اور ارادت کا کوئی ثبوت نہیں ہے - ہاں — اپنی اپنی جگہ پر[1] رہ کر مجھ پر درود شریف بھیج دیا کرنا - وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا - اس سے خدا بھی راضی ہوگا - مجھ پر رحمتیں اتریں گی اور تمہارا بھی بھلا ہوگا - اب آپ غور فرمائیں کہ بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دے کر، میلے لگا کر، عرس کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہیں کیا جارہا ہے ؟ جب حضور ؐ اپنی قبر پر سفر کر کے، حاضر ہو کر، عرس کرنے سے منع کر رہے ہیں تو بزرگوں کی قبروں پر حاضری دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے ؟ ہم نے عرس کے متعلق اتنی لمبی تشریح محض آپ کی خیر خواہی کے لئے کی ہے کہ یہ بدعت زوروں پر ہے اور آپ اس سے رک جائیں!

قبروں کی مجاوری کی بندش

حضرت ابی مرثد غنوی سے نقل ہے انہوں نے

---

[1] جس طرح حضور ؐ نے فرمایا کہ میری قبر پر میلا نہ لگانا - اور مجھ پر جہاں کہیں تم ہو - درود بھیج دیا کرنا - اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہئیے کہ وہ بزرگوں کی قبروں پر میلے نہ لگائیں، اور ان کی محبت میں اپنی اپنی جگہ پر جہاں کہیں ہوں دعائے خیر کر دیا کریں یا ایصال ثواب کی نیت سے خدا کے نام پر بلا تعیین تاریخ و ماہ صدقہ و خیرات کیا کریں - محض انکی خیر خواہی کے لئے - نہ کہ جلب منفعت یا دفع مضرت کی نیت سے! (صادق)

کہاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا۔

نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو (صحیح مسلم)

ملاحظہ:۔ اہل قبر کی تعظیم کے لئے قبر کی طرف نماز پڑھنے سے آدمی کافر ہو جائے گا۔ کسی نیت، غرض سے بھی قبر کی جانب نماز پڑھنی شرک، کفر سے خالی نہیں ہے۔ جو لوگ حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی قبر کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ الغوثیہ پڑھتے ہیں وہ سوچیں کہ ان کا کیا حشر ہوگا۔

اس کے علاوہ حضورؐ نے فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھو۔ قبروں پر مجلس نہ کرو۔ اس سے عرس کی مجلس بھی منع ہو گئی۔ مجاور بن کر قبر پر بیٹھنا بھی ناجائز ہوا۔ کہ لوگوں کو قبر کی زیارت کرائے۔ ان سے نذریں وصول کرے۔ قبر پر چراغ جلائے اور اس طرح کے اور اہتمام کرے!

قبروں پر چراغ جلانے کی حرمت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (ابوداود ترمذی۔ نسائی)

حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی، اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی:

ملاحظہ:۔ اس حدیث میں حضورؐ نے تین کام کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے آپ کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ جس کام پر حضور رحمت للعالمینؐ لعنت بھیجیں، وہ

کام کتنا بُرا، زبون اور حرام ہوگا۔ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں کو حضرت اکرمؐ نے ملعون کہا ہے۔ پھر وہ عورتیں کتنی گنہگار ہیں۔ جو قبروں کے عرسوں پر حاضری دیتی ہیں۔ اور عرسوں کے علاوہ جمعرات کے جمعرات بزرگوں، شہیدوں کے روضوں پر سلام کرنے جاتی ہیں۔

پھر قبروں پر مسجدیں بنانے والے بھی ملعون ہیں۔۔۔ اول تو قبرستان میں نماز پڑھنی منع ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔

اَلْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَۃُ (ابوداؤد)

تمام روئے زمین مسجد ہے (یعنی سب جگہ نماز جائز ہے) سوائے قبرستان کے۔"

جب قبرستان میں نماز پڑھنی ہی منع ہوئی تو مسجد بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اگر کوئی کسی بزرگ وغیرہ کی تعظیم کے لئے مسجد بنائے تو یہ کفر ہے کہ خدا کا گھر اہل قبر کی خوشنودی کے لئے بناتا ہے۔ اور قبروں پر مسجدیں بنانے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جو معاملہ مسجد میں خدا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہ معاملہ قبروں کے ساتھ کرنے لگ جائیں۔ پس ایسا شخص حضورؐ کی زبان پر ملعون ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ ہاں تو وہ عورتیں اور مرد، گدی نشین اور مجاور جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ اور جو مولوی، واعظ، پیر، درویش لوگوں کو قبروں پر چراغ جلانے کی رغبت دلاتے ہیں۔ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث کے مطابق ملعون ہیں۔ ان لوگوں کو نبی رحمتؐ کی تخویف سے لرزہ براندام ہو کر قبروں پر چراغ جلانے سے باز آجانا چاہیئے ذرا سوچیں تو

سہی کہ کیا چراغ کی روشنی قبر میں مردے کو پہنچ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر جب اس کے عمل ہی اس کی قبر کی روشنی ہے۔ تو باہر قبر پر دیا جلانے کی کیا حاجت ہے؟ پھر یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ اگر کوئی غریب، عامی ۔۔ مرجاتا ہے۔ تو نہ اس کی قبر پختہ بنائی جاتی ہے اور نہ اس کی قبر پر چراغ جلایا جاتا ہے اور اگر کوئی پیر یا گدی نشین فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کی قبر سنگ مرمر سے پختہ بنادی جاتی ہے۔ اور وہاں بڑے اہتمام سے چراغ بھی جلایا جاتا ہے۔ اس بھونڈی تقسیم کا کیا مطلب؟ اگر چراغ جلانا اچھی چیز ہے۔ شرعاً مستحسن ہے تو کیوں امیر و غریب اور پیر و مرید کیلئے یکساں حکم نہیں دیا جاتا ہے۔ مردے کو غسل دینا۔ کفن پہنانا، جنازہ پڑھنا، دفن کرنا شریعت کا حکم ہے۔ چھوٹے بڑے امیر غریب پیر مرید، شاہ گدا، ادنیٰ اعلیٰ ۔۔ سب کے لئے یکساں ہے، چراغ جلانا کیوں سب کے لئے برابر نہیں؟ پیر اور سجادہ نشین کی قبر پر جلاؤ۔ اور عامی کی قبر پر نہ جلاؤ ۔۔ معلوم ہوا کہ یہ شرعی چیز نہیں ہے۔ پیر کی پختہ قبر پر محض اس لئے جلایا جاتا ہے۔ اولیاء اللہ کے مزاروں پر صرف اسلئے چراغاں کرتے ہیں کہ لوگ ہجوم کر کے آئیں۔ متاثر ہو کر قبروں پر گریں۔ نذریں اور چڑھاوے دیں اور دکان چلے۔

مسلمان بھائیو ۔۔ بہنو! ۔۔ بزرگوں اور ولیوں سے محبت، ارادت، اور عقیدت رکھنا عین ایمان ہے۔ ہمیں ان کے حق میں خدا سے دعائے مغفرت مانگنی چاہیئے۔ نہ کہ ان کے مزاروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کیخلاف چراغ جلانا چاہیئے۔ اور اگر کوئی اس نیت سے چراغ جلاتا ہے کہ صاحب قبر ۔۔ بزرگ خوش ہوگا اور اس کا کام بنے گا۔ بلا ٹلے گی حاجت برآئیگی تو ایسا شخص چراغ جلانے کے گناہ کا بار اٹھانے کے علاوہ دوئی کی ظلمتوں سے بھی دوچار

ہو جائے گا۔

قبروں پر غلاف چڑھانا

حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں۔ کہ (ایک دفعہ) میں نے ایک کپڑا لیا۔ اور اس کو دروازے پر پردہ بنایا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (غزوہ سے) تشریف لائے تو اس کپڑے کو کھینچا۔ اور پھاڑ ڈالا۔ اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَاْمُرْنَا اَنْ نَّکْسُوا الْحِجَارَۃَ وَالطِّیْنَ۔ خدا تعالیٰ نے ہم کو پتھر اور مٹی کو کپڑا اڑھانے کی اجازت نہیں دی"۔ (مسلم)

مُلاحظہ:۔ جب حضورؐ نے فرمادیا۔ کہ پتھر اور مٹی کو کپڑا اڑھانے کی اللہ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔ تو قبروں پر چادریں، غلاف، اور اچھاڑ چڑھانے ناجائز ہوئے۔ کیونکہ قبر اینٹ۔ پتھر۔ مٹی وغیرہ ہی کی ہوتی ہے۔ اور ویسے بھی قبر پر غلاف چڑھانا — اس پر چراغ جلانے کی مانند بالکل بے سود ہے۔ میت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

قبر پختہ بنانے کی ممانعت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَنْ یُّجَصَّصُ الْقَبْرُ وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْہِ۔ (مسلم)

حضرت جابر رضہ سے نقل ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔ اس سے کہ گچ کیا جائے قبر کو، اور عمارت بنائی جائے اس پر اور کوئی بیٹھے اس پر"۔

مُلاحظہ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر کو گچ کرنا۔ پختہ بنانا، اس پر گنبد، قبہ، مقبرہ بنانا منع ہے۔ اور اس پر بیٹھنا یعنی مراد حاجت کے لئے وہاں اعتکاف کرنا، مراقبہ کرنا، مجاور بن کر بیٹھنا قطعاً حرام ہے حضرت

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں سے منع کیا ہے۔ مسلمان وہ ہے۔ جو حضورؐ کے منع کرنے سے باز آ جائے۔ پھر وہ پیر، گدی نشین اور مرید لوگ کیا منہ دکھائینگے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ـــ جو بزرگ اور شیخ کی قبر کو پختہ بناتے ہیں۔ اور ہزاروں روپے گنبد، قبے اور مقبرے پر لگا دیتے ہیں۔ نبی کریمؐ مزار کو پختہ بنانے سے منع کرتے ہیں۔ اور حضورؐ کی محبت اور عزت کے دعویدار بے شمار روپے لگا کر قبر کو پختہ بناتے ہیں۔ آپؐ اس پر عمارت کھڑی کرنے سے روکتے ہیں۔ اور "محبان رسولؐ" اس پر قبے اور گنبد بناتے ہیں۔ حضورؐ قبروں پر بیٹھنے اور مجلس کرنے پر قدغن لگاتے ہیں اور قیام کر کے سلام بھیجنے والے "مودب" قبروں پر مجاور اور گدی نشین بن کر بیٹھتے۔ اور عُرس کی مجلسیں لگاتے ہیں۔ مراقبے کرنے اور چلے کاٹتے ہیں۔ واہ! کیا تابعداری اور فرماں برداری ہے حضرت شافع روز جزا کی۔ خدا مغفرت کرے۔ علامہ اقبال نے سچ کہا ہے ؎

ھرگز ازاں قوم نباشی کہ فریبند

حق را بہ سجودے و نبیؐ را بہ درودے

دراصل جو لوگ قبروں کو پختہ بناتے اور اس پر عالیشان گنبد کھڑا کرتے ہیں۔ وہ ایک "دکان" کی بنیاد رکھتے ہیں۔ قبر کی تجارت کرتے ہیں ـــ مقبور کو ساری عمر بیچ بیچ کر کھاتے ہیں۔ کچی قبر آمدن کا ذریعہ نہیں بن سکتی وہ عام قبروں میں مل جاتی ہے۔ جب مرید آئینگے۔ تو قبرستان کی تمام قبروں میں سے کس طرح پہچانیں گے کہ ان کا "مشکل کشا" کہاں لیٹا ہوا ہے۔ مرادیں مانگنے والوں کو تو پیر کا روضہ دس پندرہ کوس دور سے ہی نظر آنا چاہیئے۔ سٹیشن پر اترتے ہی گنبد دکھائی دینا چاہیئے۔ سورج کی شعائیں

زنگین کلس سے ٹکرا کر زائرین کی آنکھوں میں اتر آنی چاہئیں۔ ایسے مزار پر روز کے روز چڑھاوا چڑھے گا۔ جمعرات کے جمعرات نذروں کے انبار لگیں گے۔ سال میں بہت سے تہوار بھی نیازوں کا پیش خیمہ بنیں گے۔ اور عرس کے موقعہ پر تو وہ ریل پیل ہوگی۔ کہ مدتوں نسلیں رنگ رلیاں منائیں گی۔ یہ فائدے گنبد، قبے۔ والی پختہ قبر کے ہی ہو سکتے ہیں۔ ان ہی فائدوں کی خاطر حضورؐ کے فرمان ـــ قبر پر عمارت نہ بناؤ ـــ کو پس پشت ڈال کر قبروں پر گنبد اور قبے بنائے جاتے ہیں۔

قبروں پر لکھنا یا پاؤں رکھنا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَا (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو گچ کرنے (پختہ بنانے) سے منع کیا۔ اور ان پر لکھنے اور انہیں روندنے سے منع کیا۔"

مُلاحظہ:۔ حضورؐ کے اس ارشاد سے جہاں قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت ثابت ہوئی۔ وہاں ان پر آیتوں، حدیثوں، شعروں، ناموں اور تاریخوں کے لکھنے اور انہیں روندنے کی مناہی بھی واضح ہو گئی۔ تینوں کاموں کی رکاوٹ یکساں ہے۔ قبروں کو لتاڑنا، روندنا، پامال کرنا جتنا بُرا ہے۔ قبروں کو پختہ بنانا اور ان پر کچھ لکھنا بھی اتنا ہی بُرا ہے۔ جس کام سے رسول خداؐ منع کریں۔ مسلمانوں کو اس سے رک جانا چاہیئے۔ کہ حضورؐ کے حکم کی تعمیل کا نام ہی مسلمانی ہے۔

سرورؐ رسولاں کی کوہاں نما قبر

عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ

رَأَیْ قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا۔ (بخاری)

حضرت سفیان تمار سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کوہان نما دیکھی۔

ملاحظہ:- غور فرمایا آپ نے ـــــ کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر صحابہؓ نے کچی رکھی تھی۔ اور جتنی مٹی قبر کھودنے سے نکلی تھی۔ وہی مٹی قبر پر ڈال کر اسے کوہان نما کر دیا تھا۔

قاسم بن محمد روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گیا۔ اور عرض کیا۔ اے ماں میری! مجھے (اپنا حجرہ کھول کر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمرؓ کی قبر یں دکھا دو۔ انہوں نے میرے لئے تینوں قبریں کھول دیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ قبریں نہ بہت بلند تھیں۔ اور نہ زمین کے ساتھ متصل تھیں۔ (ابوداؤد)

یعنی تینوں قبریں کچی کوہاں نما تھیں ـــــ!

اپنی قبر کے متعلق صحابی کی وصیت

عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ نے مرض الموت میں کہا۔ (وصیت کی) مجھے دفن کرنے کیلئے لحد بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (دفن کے وقت) کیا گیا تھا۔ (صحیح مسلم)

ملاحظہ:- صحابی رسولؐ تو مرتے وقت یہ وصیت کریں کہ رسول خداؐ

لہ صحابی رسولؐ کی اس وصیت کی طرح تمام مقتداؤں، صوفیوں، پیروں اور سجادہ نشینوں کو (جن سے لوگ ارادت اور عقیدت رکھتے ہیں) اپنی زندگی میں یہ وصیت چھاپ دینی چاہیئے کہ ان کی قبر کچی کوہاں نما رکھی جائے۔ کوئی اسے پختہ نہ بنائے۔ نہ ہی اس پر چراغ جلایا جائے۔ نہ عرس کیا جائے۔ نہ نذر نیاز چڑھاوا چڑھے۔ اور نہ ہی کوئی اس پر

(باقی صـ۴۲۷ پر)

کی تدفین کی طرح میرے لئے لحد بنانا۔ اور کچی اینٹیں لحد کے آگے رکھنا۔ اور بس! قبر کچی رہے۔ لیکن آج کل کے سجادہ نشینوں، بزرگوں اور درویشوں کا یہ حال ہے۔ کہ ان کی نعش کے لئے دو تین صد روپے کا صندوق بنتا ہے۔ من ڈیڑھ من روئی اندر ڈالی جاتی ہے۔ پھر شیخ طریقت کو اس میں داخل کر کے قبر میں رکھا جاتا ہے۔ پھر چالیس پچاس ہزار روپیہ اس قبر کی عمارت پر صرف ہوتا ہے۔ نقش و نگار، رنگ و روغن، بیل بوٹوں سے روضہ بنتا ہے اور پھر صدیوں پُجتا ہے۔ صحابی رسولؐ کی قبر کا نقشہ بھی سامنے لاؤ۔ اور آجکل کے روضوں پر بھی ایک نظر کرو۔ اور پھر اپنی زندہ ضمیر سے پوچھو۔ کہ کیا نسبت ہے ان کی مسلمانی کی قرآن اور حدیث کے پیش کردہ اسلام کے ساتھ۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے۔ کہ پھر دعوے ہے شیخ طریقت ہونے کا۔ ہادی اور مرشد ہونے کا۔

قبوں اور پکی قبروں کے ڈھانے کا حکم

اوپر آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت انورؐ نے قبریں پکی بنانے، ان پر ہر قسم کی عمارت کھڑی کرنے سے منع کیا ہے۔ پھر اگر جہالت کے سبب یا آمدنی کا ذریعہ بنانے کے لئے قبریں پکی بنالی گئی ہوں۔ تو حضورؐ نے انہیں گرا دینے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ پکی قبریں شرک، بدعت اور اخلاق سوز حرکات کا ایک مستقل اڈا بن جاتی ہیں۔ نذریں، نیازیں، سجدے، طواف گانا۔ بجانا۔ نعت خوانی ــــ شب و روز عورتوں مردوں کی آمدورفت۔ مزار

(بقیہ صفحہ ۴۲۶) ــــ مجاور اور گدی نشین بن کر بیٹھے۔ جو کوئی ان خلاف شریعت کاموں میں سے کوئی کام کرے گا۔ وہ خدا کا اور اس کے رسولؐ کا نافرمان ہوگا۔ اور قیامت کو پکڑا جائیگا۔ بزرگوں کی طرف سے اگر ایسی وصیتیں چھپنے لگ جائیں تو قبرپرستی بہت حد تک رک جائے۔ اور لوگوں کی بھی اصلاح ہو جائے۔ (صادق)

کی بختہ عمارتوں اور تہ خانوں میں مجاوروں اور ان کے ہم نوالوں کی حیاسوز حرکات، عرس پر — مفاسد کے تنوع کا سیلاب —! اسلام سے قبل یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ نیک لوگوں کی قبریں پکی بنا کر ان پر میلے لگائے جاتے تھے۔ چڑھاوے چڑھائے جاتے۔ سجدے ہوتے اور ڈھول طنبورے بجتے تھے۔ خلق خدا کو شرک، گمراہی اور بے حیائی سے بچانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے — ان اڈوں — پختہ قبروں اور قبوں کو توڑ دینے کا حکم دے دیا۔ ارشاد نبوی ملاحظہ ہو:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَا يَدَعُ مِنْهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرَهُ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّاهُ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخَهَا —

ایک جنازہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ارشاد فرمایا۔ ہے کوئی تم میں ایسا جو مدینہ میں جاکر ہر بُت کو توڑ دے۔ اور ہر اونچی (پختہ) قبر کو برابر کر دے۔ اور ہر تصویر کو مٹا دے۔"

یہ ارشاد سن کر ایک صحابی اٹھے۔ لیکن پھر حضرت علی رضؓ اس کام کے لئے مدینہ کی طرف چلے گئے۔ اور خدا کی توفیق سے کام پورا کرکے واپس آئے۔ اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَدَعْ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرْتُهُ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتُهُ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخْتُهَا —

حضورؐ میں نے سب بت توڑ دیئے۔ تمام (اونچی پختہ) قبریں برابر کر دیں۔ اور سب تصویریں پھوڑ دیں!

یہ سن کر رحمت للعالمین نے ارشاد فرمایا۔ تمام امت کو حکم دیا:۔

ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ اِلٰی صَنْعَۃِ شَیْءٍ مِّنْ ھٰذَا فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (مسند احمد۔ ترغیب ترہیب)

(سنو!) ان کاموں میں سے کسی کو بھی (آئندہ) جو کرے؛ اس نے انکار اور کفر کیا اس کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا"۔

مُلاحظہ:۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے تصویر، بت اور اونچی پختہ قبے گنبد والی قبر — تینوں کا توڑ دینا اور مٹا دینا لازم آیا اور حضرت علی رضؓ کے ہاتھوں ان تینوں چیزوں کو مٹوا کر حضور نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جو کوئی (آئندہ اسلام میں) ان کاموں کو کرے گا۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ (قرآن) کے ساتھ کفر کیا — اسے پڑھ کر ان مسلمانوں کو لرزہ براندام ہو جانا چاہیئے۔ جو کمروں میں جانداروں کی تصویریں لگاتے اور قبریں پختہ بناتے ہیں۔

خلافت حیدری کا شاہی حکم

عَنْ اَبِی ھَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ باب دفن المیت)

حضرت ابی ہیاج اسدی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؓ نے کہا: کہ میں تجھے اس کام پر بھیجتا ہوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ (جاؤ اور) جہاں بھی کوئی جاندار کی تصویر دیکھو اسے مٹا دو۔ اور جہاں اونچی (پختہ) قبر نظر آئے اسے برابر کر دو"۔

مُلاحظہ:- جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ سے کرایا تھا۔ حضرت علیؓ نے وہی کام — پختہ قبروں کو گرانا۔ حضرت ابی ہیاج اسدیؓ سے کرایا۔ چونکہ بزرگوں کی پختہ قبریں شرک کے اڈے بن جاتی ہیں۔ اور لوگ وہاں میلے لگا کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور بعض صورتوں میں مشرک ہو جاتے ہیں۔ اسلئے حضرت انورؐ نے انہیں ڈھا دینے کا حکم دیا۔ اور صحابہؓ نے اس پر عمل کیا۔

سلطان ابن سعودؒ کی حکومت نے بھی اسی حدیث — فرمان رسولؐ پر عمل پیرا ہو کر حجاز میں پختہ قبروں کو برابر کیا تھا۔ اس وقت لوگوں نے بہت شور مچایا تھا۔ لیکن جب سلطانؒ نے اس کام پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا دی۔ تو سب دم بخود ہو گئے۔ اور آج تک خاموش ہیں۔ رسولِ خداؐ کے حکم کے آگے کون بولے؟؟؟ کیا ہی اچھا ہو کہ حکومت سعودی کے نقشِ قدم پر چل کر حکومت پاکستان بھی حضورؐ کے حکم لا تدع قبرا مشرفا الا سویتہ کے مطابق پاکستان میں تمام پختہ مزاروں، اونچے روضوں، قبوں، اور گنبدوں والی قبروں کو گرا[1] کر کچی کوہان نما کر دے، اور

---

[1] کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں۔ کہ بزرگوں اور ولیوں کے پختہ روضوں کو گرانا بے ادبی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ سب سے بڑے بے ادب تو وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت انورؐ کے حکم کی نافرمانی کر کے بزرگوں کی قبروں پر حرام کام کیا۔ یعنی قبروں کو پختہ بنایا۔ اور پھر وہ پختہ قبریں ہمیشہ کیلئے شرکیہ کاموں کے اڈے بن گئیں۔ پھر اگر حضورؐ کے حکم سے ان قبوں اور گنبدوں کو گرا کر قبروں کو دستور کے مطابق کچی کوہان نما کر دیا جائے تو اس میں بزرگوں کی کونسی بے ادبی ہے۔ اور جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو بے ادبی قرار دیتا ہے۔ وہ آپ حضرت انورؐ کا کہاں تک ادب کرنے والا ہے؟ جو ارشادِ رسولؐ کو بے ادبی کا موجب جانتا ہے!! (صادق)

وہاں پولیس کا پہرا بٹھا دے۔ کہ کوئی زائر اس جگہ نہ سجدہ کرے۔ نہ نیاز لائے اور نہ مرادیں مانگے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ

احادیث نبویؐ تو آپ ملاحظہ کر چکے۔ اب فخر الفقہاء امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ بھی سنیں:۔

رُوِیَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَالَ لَا یُجَصَّصُ الْقَبْرُ وَلَا یُطَیَّنُ وَلَا یُرْفَعُ عَلَیْهِ بِنَاءٌ وَّسَفَطٌ۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ قبر پختہ نہ بنائی جائے۔ نہ مٹی سے لیپی جائے۔ نہ قبر پر کوئی عمارت (قبہ۔ گنبد وغیرہ) کھڑی کی جائے۔ اور نہ خیمہ لگایا جائے۔"

مُلاحظہ:۔ اب جب کہ امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ بھی قبروں کے پختہ بنانے ان پر قبے، گنبد کھڑے کرنے کی ممانعت میں معلوم ہو گیا۔ تو پھر وہ کون لوگ ہوئے جو امام ابو حنیفہؒ کے فتویٰ کو بھی روند کر قبروں کو پختہ بناتے اور قبے کھڑے کرتے ہیں، یاد رکھو۔ یہ لوگ حنفی بھی نہیں ہیں۔ نہ خدا کے تابعدار نہ رسول پاکؐ کی سننے والے، نہ اپنے امام کی ماننے والے ہیں۔

رَوَاهُ مُحَمَّدُ ابْنُ الْحَسَنِ فِی الْاٰثَارِ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شَیْخٌ لَنَا یَرْفَعُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰی عَنْ تَرْبِیْعِ الْقُبُوْرِ وَ تَجْصِیْصِهَا (شامی جلد اول)

امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ اپنے استاد امام ابو حنیفہؒ سے

اور امام ابو حنیفہؒ اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان کے استاد اس روایت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو چوگوشہ بنانے اور پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے "

ملاحظہ:۔ حنفی بھائیو — غور کرو! حضرت امام ابو حنیفہؒ، ان کے شاگرد، ان کے استاد سب مل کر قبروں کو پختہ بنانے کی حرمت کا فتوےٰ دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے فتوےٰ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر مُہرِ محمدیؐ لگوا رہے ہیں۔ یعنی قبروں کی تربیع و تجصیص کی حرمت حضرت انورؐ سے ثابت کر رہے ہیں۔ اب تو آپ کو یقین کر لینا چاہیئے، کہ پختہ قبریں بنانے والے۔ پیر۔ شیخ۔ سجادہ نشین .... نہ صرف خدا، رسولؐ کے ہی نافرمان ہیں۔ بلکہ ان کا حنفی مذہب کے ساتھ بھی کوئی علاقہ نہیں ہے اگر کوئی جاہل بادشاہ کسی بزرگ کی قبر پر قبہ بنا دے۔ تو اس پر اتنا افسوس نہیں۔ جتنا ان — کتاب و سنت کے "حامیوں" پر ہے!

ھدایہ کا فتوےٰ	يُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ لِأَنَّهُمَا لِإِحْكَامِ الْبِنَاءِ وَالْقَبْرُ مَوْضِعُ الْبِلَى (ہدایہ)

پختہ اینٹوں اور لکڑی کا استعمال قبر پر ناجائز ہے کیونکہ یہ چیزیں پائیداری اور مضبوطی کی خاطر ہوتی ہیں۔ اور قبر تو ویران اور غیر آباد چیز ہے "

وَلَا يُسَطَّحُ، أَيْ لَا يُرَبَّعُ — (ہدایہ)

اور قبر کو چوگوشہ بھی نہ بنایا جائے!

شرح وقایہ کا فتوےٰ	يُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ وَيُهَالُ

التُّرَابُ وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا يُسَطَّحُ ۔ (شرح وقایہ)

قبر پر پختہ اینٹ اور لکڑی لگانا منع ہے۔ صرف مٹی (قبر کی ہی) ڈال دی جائے اور کوہان نما بنادی جائے چوگوشہ بھی نہ کی جائے۔

عمدۃ الرعایہ کا فتویٰ

وَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ —— قبر کھودتے وقت جو مٹی نکلتی ہے۔ صرف وہی مٹی ڈالی جائے۔ اس کے سوا اور مٹی نہ ڈالی جائے (عمدۃ الرعایہ)

فتاویٰ عالمگیری کا فتویٰ

لَا الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ وَيُكْرَهُ اَنْ يُزَادَ عَلَى التُّرَابِ الَّذِىْ اُخْرِجَ مِنَ الْقَبْرِ وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ قَدْرَ الشِّبْرِ وَلَا يُرَبَّعُ وَلَا يُجَصَّصُ وَيُكْرَهُ اَنْ يُّبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ۔ (فتاویٰ عالمگیری)

قبر پر پختہ اینٹیں اور لکڑی نہ لگائیں۔ جو مٹی قبر سے نکلی ہو اس سے زیادہ نہ ڈالیں۔ قبر کو کوہان نما کریں۔ صرف ایک بالشت اونچی رکھیں اور (چبوترے کی طرح) چوگوشہ نہ کریں۔ پختہ نہ کریں۔ اور نہ قبر پر کوئی عمارت بنائیں۔"

قدوری کا فتویٰ

يُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ (قدوری)

قبروں پر پکی اینٹیں لگانا اور لکڑی سے کچھ بنانا ناجائز ہے۔

جوہرہ نیرہ کا فتویٰ

يُكْرَهُ تَطْيِيْنُ الْقُبُوْرِ وَتَجْصِيْصُهَا وَالْبِنَاءُ عَلَيْهَا وَالْكِتَابَةُ عَلَيْهَا

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری)

قبر کو مٹی سے لیپنا۔ اس کو پختہ بنانا، اس پر عمارت کھڑی کرنا اور اس پر کچھ لکھنا منع ہے۔

کنز الدقائق کا فتویٰ

لَا الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ وَيُهَالُ التُّرَابُ وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا يُرَبَّعُ وَلَا يُجَصَّصُ۔ (کنز الدقائق)

پختہ اینٹ اور لکڑی قبر کو نہ لگائی جائے۔ صرف مٹی ڈال دی جائے اور کوہان نما کر دی جائے۔ اس کو چوگوشہ چبوترہ نما نہ بنایا جائے۔ اور نہ ہی پختہ کریں۔

جامع الرموز کا فتویٰ

كُرِهَ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَيُنَقَّشُ وَيُصْبَغُ وَيُرْفَعُ وَيُجَصَّصُ — (جامع الرموز)

قبروں پر (نام، تاریخ، شعر وغیرہ) لکھنا، اس پر عمارت بنانا، نقش و نگار اور رنگ روغن کرنا اور پختہ بنانا منع ہے۔

قبر پر غلاف چڑھانے کی ممانعت

يُكْرَهُ السُّتُوْرُ عَلَى الْقُبُوْرِ وَبِنَاءُ الْقُبَّةِ عَلَى الْقَبْرِ كَمَا يُصْنَعُ الْاٰنَ فِيْ حَقِّ الْاَوْلِيَاءِ وَالصُّلَحَاءِ (کنز الدقائق)

قبروں پر غلاف چڑھانا، پردے لٹکانا۔ قبے بنانا جیسا کہ آج کل اولیاء اللہ اور صالحین کی قبروں پر لوگ کرتے ہیں حرام ہے۔

نوٹ:۔ کتب فقہ کی عبارات میں جو لفظ مکروہ استعمال ہوا ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے۔ اَحَدُهُمَا مَا كُرِهَ تَحْرِيْمًا وَهُوَ الْمُحْمَلُ عِنْدَ اِطْلَاقِهِمُ الْكَرَاهَةَ۔ مکروہ کی دو قسموں، تحریمی

اور تنزیہی میں سے۔ جب مطلق مکروہ بولا جائے۔ تو اس سے مراد مکروہ تحریمی یعنی حرام سمجھنا چاہیئے۔ فقہ کی تمام مذکورہ عبارات میں مطلق مکروہ استعمال ہوا ہے۔ اس لیئے اس سے حرام ہی مراد ہے۔ یاد رکھیں!

کتاب الآثار کا فتویٰ

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد امام محمد رح ارشاد فرماتے ہیں:-

لَا نَرَیٰ اَنْ یُّزَادَ عَلٰی مَا خَرَجَ مِنْہُ وَنَکْرَہُ اَنْ یُّجَصَّصَ اَوْ یُطَیَّنَ اَوْ یُجْعَلَ عِنْدَہٗ مَسْجِدًا اَوْ عَلَمًا اَوْ یُکْتَبَ عَلَیْہِ وَاَکْرَہُ الْاٰجُرَّ اَنْ یُّبْنٰی بِہٖ (کتاب الآثار)

ہمارے نزدیک قبر سے نکلی ہوئی مٹی کے سوا اس میں اور مٹی نہیں ڈالنی چاہیئے۔ اور ہم قبر کو پختہ بنانا، مٹی سے لیپنا، اس کے پاس مسجد بنانا، قبر پر جھنڈا، نشان کھڑا کرنا۔ اس پر کچھ لکھنا۔ پختہ اینٹوں سے عمارت بنانا، مکروہ (حرام) سمجھتے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کا فتویٰ

حضرت ملا علی قاری حنفی رح ارشاد فرماتے ہیں:-

یَجِبُ الْھَدْمُ وَاِنْ کَانَ مَسْجِدًا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

قبر پر ہر قسم کی بنائی ہوئی عمارت (گنبد، قبہ وغیرہ) کا گرا دینا واجب ہے خواہ مسجد ہی ہو۔

مجالس الابرار کا فتویٰ

اَمَّا الْمَسَاجِدُ الْمَبْنِیَّۃُ عَلَی الْقُبُوْرِ فَاِنَّ حُکْمَ الْاِسْلَامِ فِیْھَا اَنْ تُّھْدَمَ حَتّٰی تُسَاوٰی بِالْاَرْضِ وَکَذَا الْقِبَابُ الَّتِیْ بُنِیَتْ عَلَی الْقُبُوْرِ یَجِبُ ھَدْمُھَا لِاَنَّھَا اُسِّسَتْ عَلٰی مَعْصِیَتِ

الرَّسُوْلِ وَمُخَالِفَتِهٖ وَكُلُّ بِنَاءٍ اُسِّسَ عَلٰى مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَمُخَالِفَتِهٖ فَهُوَ بِالْهَدْمِ اَوْلٰى مِنْ مَسْجِدِ الضِّرَارِ، وَلِاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهٰى الْبِنَاءَ عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَعَنَ الْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ فَيَجِبُ الْمُبَادَرَةُ وَالْمُسَارَعَةُ اِلٰى هَدْمِ مَا نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَعَنَ فَاعِلَهٗ — (مجالس الابرار)

شریعت اسلام کا یہ حکم ہے۔ کہ قبروں پر جو مسجدیں بنائی گئی ہوں ان سب کو گرادو۔ پیوند ارض کر دو۔ اور ایسے ہی قبروں کے قبوں (گنبدوں اور تمام عمارتوں) کو ڈھا دینا واجب ہے۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور مخالفت کی بنا پر ہیں۔ اور ہر وہ عمارت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور مخالفت پر بنائی جائے۔ اس کو توڑنا، ڈھانا اور برباد کرنا مسجد ضرار کے مٹانے سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اور اس لئے بھی ڈھانا لابدی ہے۔ کہ حضورؐ نے قبروں پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے بلکہ قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ پھر جس کام پر حضورؐ لعنت فرمائیں اور اس سے منع کریں اسکے گرانے اور ڈھانے میں بہت جلدی کرنی چاہیئے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فتوےٰ

وَيُرْفَعُ الْقَبْرُ مِنَ الْاَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ

قبر کو زمین سے بالشت برابر بلند کیا جائے۔ وَيُسَنُّ تَسْنِيْمُ الْقَبْرِ

دُوْنَ تَسْطِیْحِہٖ ۔ اور قبر کو (بالشت برابر بلند کر کے، کوہان نما کیا جائے ۔ چوگوشہ مت کریں)۔ وَاِنْ جُصِّصَ کُرِہَ ۔ اور پختہ بنانا مکروہ (مکروہ تحریمی) ہے ـــــ (غنیۃ الطالبین)

مُلاحظہ:۔ اب تو حضرت پیر جیلانی رح کا فتویٰ بھی آگیا کہ قبر کو کچی کوہان نما ہی رکھو اور پختہ نہ بناؤ ۔ امید ہے آپ کو تسلی ہو گئی ہو گی ۔ حدیثیں بھی بیان ہو چکیں ۔ فقہ کی کتابوں کے فتوے بھی آپ نے ملاحظہ کر لئے ۔ پیرانِ پیر کی مہر تصدیق بھی ثبت ہو چکی ۔ اب بھی جو قبروں کے پختہ بنانے ۔ ان پر گنبد، قبے کھڑے کرنے ۔ وہاں میلے ۔ عرس لگانے، نذریں نیازیں چڑھانے کا قائل اور فاعل ہو ـــــ کوئی ہو ۔ پیر ہو، مرشد ہو ۔ شیخ ہو، عالم ہو ـــــ وہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑنے والا، صحابہ رض، تابعین رح تبع تابعین رح اور تمام فقہاء کرام رح کے فتووں کو روندنے والا ۔ کتنا بڑا نافرمان اور باغی انسان ہے!!

علماء اور مشائخ کی بصیرت کا کحل الجواہر

انبیاء کے دین کے وارث

یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ اللہ کا دین بطور امانت ہمیں ملا ہے ۔ اور اس دین کو من و عن ۔ بلا کم و کاست قولاً اور عملاً پیش کرنا امانت کی ادائیگی ہے اور اس کی تحریف و تخفیف اور تغیر و تبدیل امانت میں خیانت ہے یہ دین کی امانت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے علماء اور مشائخ کو وراثت میں ملی ہے ۔ جیسا کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا:۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ ۔ علماء (اور مشائخ) نبیوں کے (دین کے)

وارث ہوتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

ان ہی علماء اور مشائخ کی تنبیہہ کیلئے کہ دین کو بگاڑ نہ دیں، خدا تعالیٰ نے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا۔ گوش ہوش سے سنیں:-

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝ (پ۱۵ ع ۸)

اے پیغمبرؐ (یہ قرآن) جو وحی کے ذریعہ ہم نے تیری طرف بھیجا ہے۔ قریب تھے کافر کہ تجھے اس سے فتنہ میں ڈال دیں کہ تم غیر وحی کو ہم پر افترا باندھو۔ (یعنی جو وحی نہیں ہے۔ اس کو وحی کہو۔ جو دین کی چیز نہیں ہے۔ اس کو دین بتاؤ) پھر اس وقت (جب تم ان کے کہنے پر غیر وحی کو وحی اور غیر اسلام کو اسلام کہتے۔ تو) وہ تجھے اپنا دلی دوست بنا لیتے اور اگر ہم تجھ کو (تیری عصمت کے سبب حق پر) ثابت نہ رکھتے تو تم تھوڑا سا ان کی طرف جھک جاتے اور اس وقت (جب کہ تثبیتِ الٰہی تجھے حاصل نہ ہوتی۔ اور لوگوں کے کہنے پر تم غیر وحی کو وحی کہہ دیتے) تو ہم تجھے دو چند عذاب زندگی میں اور دو چند عذاب آخرت میں چکھاتے۔ اور پھر تم کو ہمارے مقابلہ میں (عذاب دور کرنے والا) کوئی مددگار نہ ملتا۔"

خدا نے اہل بدعت کو جھنجھوڑا ہے

دراصل اس آیت میں امت کو تعلیم دی گئی۔ مسند رسولؐ کے وارثوں، خطیبوں

واعظوں، مفتیوں اور عالموں کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ خدا نے بدعتیوں کو کان سے پکڑ کر جھنجھوڑا ہے۔ کہ وہ کوئی مسئلہ فتوٰے، وعظ، خطبہ وغیرہ اسلام کے نام سے ہرگز بیان نہ کریں۔ جو قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو۔ یعنی یہ بات مقتدایانِ دین پر فرض ہے کہ وہ جس چیز کو بھی شرعی اور اسلامی کہہ کر بیان کریں۔ اسے کتاب اور سنت کے استدلال سے واضح کریں۔ اور اگر اپنی قیاسی اور اختراعی "پیداوار" کو شریعت کی طرف منسوب کریں گے۔ تو وہ اللہ پر افترا کرنے والے ہوں گے۔ غور کریں۔ کہ مذکورہ آیت میں خدا نے حضرت انورؐ کو فرمایا کہ اگر وہ غیر وحی کو وحی کہہ دیتے تو ہم انہیں دوچند عذاب زندگی میں اور دوچند عذاب آخرت میں کرتے اور ہمارے عذاب سے چھڑانے والا انہیں کوئی مددگار نہ ملتا" تو جن مولویوں اور پیروں نے سینکڑوں خانہ ساز مسئلے ۔ بدعتیں، دین کے نام سے ۔ کار ثواب بنا کر لوگوں میں جاری کر رکھی ہیں ۔ کل قیامت کو انہیں خدا کے عذاب سے کون بچائے گا؟

گردن اڑا دی ہوتی

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ۝ (پ۲۹ ع ۶)

اور اگر پیغمبرؐ کوئی بات (مسئلہ۔ فتوٰی وغیرہ) ہمارے سر چپکتا (جو ہم نے نہ کہا ہوتا) تو ہم نے (خونیوں کی طرح) اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی گردن اڑا دی ہوتی۔ اور تم میں کوئی بھی ہم کو اس سے ایسا کرنے سے روک نہ سکتا"

گدیوں اور منبروں کے وارثوں کیلئے لرزہ خیز حکم

اس آیت میں خدا نے حضرت اکرم

صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحریر فرما دیا ۔ کہ اگر وہ کوئی بات ہمارے ذمہ لگاتے جو ہم نے نہ کہی ہوتی ۔ تو ہم ان کی گردن اڑا دیتے ۔ تو ان علماء و مشائخ کا کیا حال ہوگا ۔ جو گدیوں اور منبروں کی دکانوں کو چلانے کیلئے سینکڑوں بدعتوں اور شرکیہ کاموں پر دین کا لیبل لگا کر عوام کے آگے پیش کرتے ہیں ۔ اور پھر ان کے عوض ان کے مالوں اور ایمانوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں ۔

ان رسالوں اور اخباروں کے مالک اور مدیر بھی کانپ جائیں اور ایسے کاروبار سے دست کش ہو جائیں ۔ جس کے ذریعہ بدعت اور شرک کی اشاعت ہوتی ہے ۔ اور وہ کاتب بھی جن کے دل میں اللہ کا ڈر ہے ۔ لرز جائیں — جو دانستہ شرک اور بدعت پھیلانے والے مضامین کی اجرت لے کر کتابت کرتے ہیں ۔ اگر زنا کی اجرت اور شراب (خمر) کی تجارت اور کمائی اس لئے حرام ہے کہ زنا اور شراب اسلام میں حرام اور کبیرہ گناہ ہیں تو شرک کی اشاعت کے عوض بھی جو اجرت ملے خدا اس سے بھی بچلئے ۔ کہ شرک کے گناہ سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی حرام کام ہے ۔ خدا کے تمام پیغمبر شرک کو مٹانے اور خانہ ساز شرعوں کو ڈھانے کے لئے ہی آئے تھے ۔

لوگوں کی خواہش کے مسئلے

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب خداوندی ہوتا ہے :-

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ (پ۲ ع۱)

اور اے پیغمبر! تجھ کو جو وحی کا علم حاصل ہو چکا ہے اگر اسکے حاصل ہوئے پیچھے ، تم ان لوگوں کی خواہش پر چلے تو اس صورت میں تم بھی ظالموں میں شمار ہو گے "

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب وسنت سے اِدھر یا اُدھر ہٹ کر مسائل بتانے والے علماء یا لوگوں سے روپیہ پیسہ لے کر ان کی مرضی کے مطابق فتوے دینے والے مفتی ظالم ہیں۔ خائن ہیں۔ دین کے چور ہیں۔ ایسے لوگوں سے متعلق لرزہ براندام کر دینے والا حکم قرآن میں یوں آیا ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَۃِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ ۝ (پ ۲ ع ۵)

جو لوگ (علماء اور مشائخ کہ یہی لوگ دین کے وارث اور امین قرار دیئے گئے ہیں) ان احکام کو جو خدا نے کتاب میں نازل کئے ہیں۔ (نفسانی اغراض کی بنا پر) چھپاتے ہیں۔ اور ان کے بدلے (دنیاوی معاوضہ جو بہ مقابلہ آخرت) تھوڑا ہے۔ حاصل کرتے ہیں (ایسا کرتے ہیں) یہ لوگ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں۔ ان (بے ایمان اور خائن عالموں اور درویشوں) سے خدا قیامت کے دن بات بھی نہیں کرے گا۔ اور نہ ان کو (دین فروشی اور مذہبی خیانت کے گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ (دین کے چور اور مذہبی خائن علماء) وہ لوگ ہیں جنہوں نے مول لیا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب کو بدلے بخشش کے، پھر کیا صبر کرتے ہیں وہ آگ پر۔"

ایک اور جگہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی علماء اور مشائخ کو ان الفاظ کیساتھ متنبہ کیا ہے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (پ ۱ع ۵)
خبردار! سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو۔ اور (دین بیان کرنے میں) حق کو نہ چھپاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔"

مولویوں اور پیروں کی خرابی اور بربادی

یہود کے علماء اور مشائخ کی دینی خیانت، اور چوری کا ذکر کرکے امتِ محمدیہ کے عالموں، پیروں، فقیروں، سجادہ نشینوں درویشوں، صوفیوں، خطیبوں، اماموں، واعظوں، مفتیوں، قادریوں، چشتیوں، نقش بندیوں، سہروردیوں، حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں۔ تمام پیشواؤں اور مقتداؤں کو خدائے متعال نے یوں ہوشیار کیا ہے:-

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (پ ۱ع ۹)

پھر خرابی و بربادی ہے ان (مولویوں اور پیروں) کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب (تورات) اپنے ہاتھ سے، پھر کہتے ہیں (جاہلوں کو) یہ خدا کی طرف سے ہے۔ (یعنی اپنے پاس سے مسئلہ یا فتویٰ لکھ کر سادہ لوحوں کو کہتے ہیں کہ دین کا یہی حکم ہے) تاکہ (اس دینی خیانت کے ذریعے) تھوڑے سے دام حاصل کریں۔ پھر افسوس ہے۔ ان پر جنہوں نے اپنے ہاتھ سے (جھوٹ) لکھا اور عذاب ہے ان پر کردہ ایسی کمائی کرتے ہیں۔"

دُنیاوی مال و متاع کے لئے دین میں ردوبدل کرنا یا دین کو خواہش کے مطابق بنانا اتنی بڑی چوری اور خیانت ہے کہ خدا نے دین کے ستونوں اور مسندِ

رسالت کے وارثوں کو آگاہ کرنے کے لئے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ (پ۱ ع ۱۴)

اور اے پیغمبرؐ! اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا ہے۔ ان (لوگوں) کی خواہشوں پر (دین کی تبلیغ میں) چلے تو پھر تم کو خدا کے عذاب سے بچانے والا نہ کوئی حمایتی ملے گا۔ اور نہ کوئی مددگار ۔"

دین چھپانے والوں پر پھٹکار

دین الٰہی کو حق حق بیان کرنے اور چرانے چھپانے کی پھٹکار سے بچنے کے لئے فیصلہ خداوندی ملاحظہ ہو:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ (پ۲ ع ۳)

ہم نے جو کھلے ہوئے احکام اور صاف صاف ہدایت کی باتیں کتاب میں اتاریں۔ اس کے بعد بھی جو (دین کے وارث) لوگ ان کو (دنیاوی اور نفسانی فائدوں کے لئے) چھپائیں تو ان پر خدا بھی لعنت کرتا ہے۔ اور دنیا بھر کے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

آسمان کے نیچے بدترین خلائق

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ

اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ۔ (مشکوٰة باب العلم)

حضرت علی رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا جب اسلام کا نام رہ جائیگا۔ اور قرآن کی فقط رسم، مسلمانوں کی مسجدیں (بظاہر جھاڑ، فانوس، غلیچوں، پانی روشنی وغیرہ اور بھیڑ سے تو) آباد ہو گی۔ لیکن ہدایت (خالص قرآن وحدیث کے درس تدریس اور مسنون عبادات) سے ویران ہوں گی۔ اور (اس وقت) ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ ان کے پاس سے (دین میں اشراک واحداث، فرقے بندیوں، گروہ سازیوں اور افتراق وانشقاق کا) فتنہ پھیلے گا۔ اور ان ہی لوٹے گا۔

آگ کی لگام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ۔ (مشکوٰة کتاب العلم)

حضرت ابی ہریرہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص (عالم وغیرہ) سے (دین کے) علم کی بات پوچھی جائے اور وہ جانتا ہو۔ پھر (کسی لالچ، غرض، خوف طمع نفسانی کے سبب) چھپائے۔ تو اس کو قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی ــــ"

مفہوم ظاہر ہے کہ قیامت کے روز علماء و مشائخ کتمانِ حق کے جرم میں ماخوذ ہوں گے۔ حق نہ بتانے کے باعث ان کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ پھر سمجھنا چاہیئے۔ علماء کو کہ ان کا منصب کتنی ذمہ داری کی چیز ہے۔ ایک پل صراط ہے دنیا میں جس پر خیریت سے گزر جانا قیامت والی پل صراط کو آسانی سے عبور کرنا ہے۔ اور اس پل صراط سے گر کر جہنم میں جانا ہے۔

علماء و مشائخ اور مسلمانوں کا فرض

عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (قبول اسلام کی خاطر) حاضر ہوا۔ میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ حضور ؐ نے فرمایا۔ اے عدیؓ پھینک دو اس بت کو۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔

ٹھہرا لیا یہود یوں اور عیسائیوں نے، اپنے مولویوں، اور درویشوں کو رب اپنا اللہ کے سوا۔

اور ارشاد فرمایا:۔

اِنَّھُمْ لَمْ یَکُوْنُوْا یَعْبُدُوْنَھُمْ وَلٰکِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَآ اَحَلُّوْا لَھُمْ شَیْئًا اِسْتَحَلُّوْہُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَیْھِمْ شَیْئًا حَرَّمُوْہُ —

وہ لوگ اپنے مولویوں اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن حلال جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل صرف اپنی زبان سے) حلال

بتاتے تھے اور حرام جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل صرف اپنی زبان سے) حرام کہہ دیتے تھے ۔ (ترمذی)

مسلمان ہوش کریں

اس حدیث میں حضورؐ نے قرآن کی آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ ...... پڑھ کر اس کی تشریح فرمادی کہ یہودی اور عیسائی اپنے مولویوں اور درویشوں کی زبان سے بلا دلیل جو بات حلال سنتے وہ حلال مان کر کرنے لگ جاتے ۔ اور جس بات کو بلا دلیل حرام سنتے ــــ اسے حرام جانتے ۔ اور خود تحقیق نہ کرتے کہ تورات اور انجیل میں خدا کا کیا حکم ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی سنت کیا ہے ؟ اس اندھی تقلید کو ــــ خدا نے مولویوں اور پیروں کو رب ٹھیرانا قرار دیا ۔ اس سے ثابت ہوا ۔ کہ قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں مولویوں اور پیروں کی زبانی باتوں یعنی مسئلوں حکموں اور فتووں کو دینی حیثیت سے ماننا ان کو اللہ سے ورے رب بنانا ہے جو یقیناً شرک ہے ۔ مسلمانوں کو بڑی احتیاط کرنی چاہیئے ۔ اور بغیر قرآن اور حدیث کی سند کے کسی مولوی اور پیر کی بات کو اسلام کی چیز جان کر ہرگز نہیں ماننا چاہیئے ۔ کہ ایسا کرنا یہود و نصاریٰ کی شرک کی راہ پر چلنا ہے ۔ اسلام میں آج کل شرک اور بدعت کی بے شمار باتیں کارِ ثواب سمجھ کر صرف اس لئے مانی جارہی ہیں ۔ کہ عوام نے انعام کی مانند محض ارادت اندھی کی بنا پر ، اپنے مقتداؤں کے آگے سر تسلیم خم کر رکھا ہے ۔ اور نہیں جانتے کہ یہ روش ان سے مولویت کی ربوبیت کا کلمہ پڑھوا رہی ہے ۔ اسی نابینی عقیدت کی طفیل ہی گدیوں ، مزاروں ، اور خانقاہوں پر اجتماعوں عرسوں اور میلوں کا زور ہے ۔ جہاں بھولے مسلمانوں کی مالی اور روحانی حجامت

بتائی جاتی ہے۔ سہ

عطا کر دے انہیں یا رب بصارت بھی بصیرت بھی
مسلماں جا کے لٹتے ہیں سوادِ خانقاہی میں (اقبالؒ)

خاتمہ اور دعا

ہماری خلوص دل سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کے اسلامی شعور اور مذہبی بصیرت کو بیدار اور روشن کرے۔ توحید کے اقرار کی ذمہ داریوں کو جانیں بوجھیں۔ پیمانِ رسالت کے فرائض سے عہدہ برآ ہوں۔ اور خدائے لم یزل "انوار التوحید" کی ہر ہر سطر کی نورانی مشعل سے آپ کے سینہ کو فروزاں کرے! وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

نظمِ عبودیت پڑھی میں نے کچھ ایسے لحن سے!
ہنس کے رباب اٹھا لیا نغمہ زنِ الست نے!

کتبہ
محمد یوسف خوشنویس "امین خوشنویس مرکز"
امین پورہ شہاب سیالکوٹ
(روڈرس روڈ)